کرمی دار الکتب کراچی

اصلاحی دروس

اللهم

صل علی محمد وعلی آل محمد

کما صلیت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انک حمید مجید

اللهم

بارک علی محمد وعلی آل محمد

کما بارکت علی ابراہیم وعلی آل ابراہیم

انک حمید مجید

بسلسلہ مشکوٰۃ نبوتؐ

اصلاحی دروس

جلد دوم

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرت مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ اجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرت مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرملی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

نام کتاب:۔ اصلاحی دروس جلد دوم

افادات حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب

باہتمام:۔ عاصم برادران سلمہم الرحمٰن

صفحات:۔ 356

سن طباعت:۔ مارچ 2017

تعداد:۔ 1,100

قیمت:۔

کراچی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

asim@JamiaHammadia.com

www.JamiaHammadia.com

اجمالی فہرست

اصلاحی دروس جلد دوم

اظہار تشکر

میں سب سے پہلے شکر گزار ہوں اپنے پروردگار کا کہ جس نے اپنے فضل وکرم سے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ (خلیفہ مجاز حضرت مولانا حماد اللہ صاحب قدس اللہ سرہ وبانی ومہتمم جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی) کے بیانات جو مختلف موضوعات پر مشتمل ہیں، رسائل کی شکل میں شائع ہورہے ہیں۔اب ان رسائل کو کتابی شکل میں شائع کرنے کی توفیق عطا فرمائی اس کی جلد دوم آپ کے ہاتھوں میں ہے، اللہ تعالیٰ اسے اپنی بارگاہ میں قبول فرمائے اور نافع بنائے۔

پھر میں خصوصی شکر گزار ہوں استاد العلماء، شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم (خلیفہ مجاز پیر طریقت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس سرہ) کا جنہوں نے اس کام میں میری بہت حوصلہ افزائی فرمائی اور ہر موقع پر مفید مشوروں سے نوازا، اللہ تعالیٰ حضرت کے سایہ کو تادیر ہمارے اوپر قائم رکھے آمین،

آخر میں میں اپنے ان محبین ومخلصین دوستوں کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی اشاعت میں کسی بھی طور پر شریک ہوئے اور میرے ساتھی ومعاون بنے، اللہ تعالیٰ ان کے علم وعمل اوران کے اموال میں برکت عطا فرمائے۔

محتاج دعا: عاصم عبداللہ

تفصیلی فہرست

معاشرتی زندگی کے سُنہرے اصُول

بدامنی اور خُون ریزی اسلام کی روشنی میں

اسلام اور عدل وانصاف

دُنیا کی حقیقت اور اعمالؑ کی ضرورت

نمبر شمار	عنوانات	صفحہ نمبر

اِسلام کے مُعاشرتی حُقوق

درود شریف کے فضائل و برکات

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

دل کی بات

عاصم عبداللہ بن حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

میرے والد ماجد حضرت مولانا عبدالواحد صاحب قدس اللہ سرہ ملک اور بیرون ملک کی ایک جانی پہچانی علمی اور روحانی شخصیت تھے، اور ملک کی مشہور دینی درسگاہ ''جامعہ حمادیہ'' شاہ فیصل کالونی کراچی کے بانی و مہتمم کے علاوہ کئی مدارس و مساجد کے سرپرست بھی رہے بحمدللہ اہل علم میں ایک خاص مقام تھا۔

حضرت والد صاحبؒ کا شمار شیخ العرب والعجم حضرت مولانا سید حسین احمد مدنیؒ کے شاگرد خاص اور قطب الاقطاب حضرت حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ کے ممتاز اور اخص الخاص خلفاء میں ہوتا ہے۔

حضرت والد صاحبؒ جب تک اس دنیاء فانی میں رہے تواضع اور اخفاء کے ساتھ رہے لیکن اس کے باوجود کھلی آنکھوں سے دیکھا کہ اللہ تعالیٰ نے عزت، شہرت اور مقبولیت کی بلندیوں پر فائز فرمایا ہوا تھا، اللہ تعالیٰ نے آپ کو درس قرآن اور درس حدیث

اور دیگر اصلاحی موضوعات پر بیان کا ایک خاص ملکہ عطا فرمایا ہوا تھا، آپ کا یہ بیان جامعہ حمادیہ میں ہو یا جامع مسجد حنفیظیہ میں یا علاقے اور شہر کی کسی مسجد میں ہو، یا کسی عام جگہ پر ہو لوگ دور دور سے ان بیانات کو سننے کیلئے آتے تھے۔

آپ کے یہ بیانات عوام اور خواص دونوں کے لئے تریاق ثابت ہوا ہے اور اس سے سینکڑوں لوگوں کی زندگی میں نمایاں تبدیلیاں آئیں جن کے چہروں پر داڑھیاں نہ تھیں انہوں نے سنت کے مطابق داڑھی رکھ لی اور حرام آمدن والوں نے حلال ذرائع آمدن اپنالئے، جن کا گھریلو ماحول بے دینی کا تھا، انہوں نے اپنے گھروں میں دینی ماحول پیدا کرنے کی کوشش شروع کردی اور اپنے بچوں کو دینی تعلیم وتربیت دینی شروع کردی۔

حضرت والد صاحب نوّر اللہ مرقدہ کی بات سننے والوں کے دل میں اترتی چلی جاتی تھی سننے والا اپنے اندر ایمانی حلاوت محسوس کرتا تھا حضرت والد صاحبؒ کے بیانات میں جو تاثیر تھی اور جو خیر و برکت تھی اسکی ایک وجہ تو حضرت والد صاحبؒ کی للّٰہیت اور خلوص تھا اور دوسری وجہ الفاظ میں نہ کوئی تصنع اور نہ کوئی بناوٹ سہل ترین الفاظ آپکے بیانات کا حصہ ہوتے تھے۔

بعض احباب حضرتؒ کی ان تقاریر کو کیسٹ میں محفوظ کرکے مستفید ہوتے رہے الحمد للہ ان کیسٹوں کا خاطر خواہ ذخیرہ محفوظ ہے، جسے کمپیوٹر میں بھی محفوظ کیا جاچکا ہے، اور اب بحمد اللہ اصلاح وتربیت کا یہ عظیم خزانہ کاغذوں پر بھی منتقل کیا جارہا ہے۔

جب یہ تحریری افادات سینکڑوں صفحات میں محفوظ ہوگئے تو حضرت والد صاحب نور اللہ مرقدہ کے بہت سے قریبی احباب نے باصرار مشورہ دیا کہ ان افادات کو جو مختلف موضوعات پر ہیں عنوانات کے تحت مرتب کر کے رسائل کی صورت میں شائع کیا جائے ،تاکہ ان کا فائدہ عوام الناس کو پہنچے ، مجھے انکی رائے بہت پسند آئی ، پھر اس پر دلجمعی کے ساتھ کام شروع کر دیا گیا۔

بحمد اللہ ہر سال تقریباً پانچ سے چھ کتابچے تیار ہو کر چھپ کر منظر عام پر آ جاتے ہیں، متعدد کتابچے حضرت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی حیات میں اول تا آخر خود ملاحظہ فرمائے ،خوشی اور مسرت کا اظہار فرمایا ، دل سے پرخلوص دعاؤں سے نوازا ، وہی دعائیں آج میری زندگی کا اثاثہ ہیں۔

فی الحال حضرت نور اللہ مرقدہ کے درسِ حدیث کے سلسلے ''مشکوٰۃ نبوت'' کو جو ماہنامہ الحماد میں ہر ماہ شائع ہوتا رہا موضوع کی مناسبت سے ''کریمی دار الکتب'' کی طرف سے اِسے کتابچے شکل میں پیش کیا جا رہا ہے۔

بحمد اللہ اب تک تین درجن سے زائد کتابچے شائع ہو چکے ہیں جو لوگوں کی اصلاح کا ذریعہ بن رہے ہیں۔

اب محبین و مخلصین کے اصرار پر ان مطبوعہ رسائل کے مجموعہ کو کتابی شکل میں بنام'' اصلاحی دروس'' شائع کر رہے ہیں، جس کی جلد اول پیش خدمت ہے۔ دوسری جلد کیلئے بھی

کام شروع کر دیا گیا ہے جس کی تکمیل کیلئے خصوصی دعاؤں کی درخواست ہے۔

اللہ تعالیٰ امت کو اس مفید سلسلے سے زیادہ سے زیادہ مستفید ہونیکی توفیق عطا فرمائے، اور ہماری مغفرت ونجات اور حضرت والد صاحب قدس اللہ سرہ کے بلندیٔ درجات کا ذریعہ بنائے اور صدق واخلاص کے ساتھ اس سلسلے کو آگے بڑھانے کی ہمت اور توفیق عطا فرمائے۔(آمین)

عاصم عبداللہ

استاد و مفتی جامعہ حمادیہ کراچی

۲۱/ جمادی الثانی ۱۴۳۸ھ

مطابق ۲۰/مارچ ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

نقش تحریر

استاذ العلما والمشائخ، شیخ الحدیث

حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم

مہتمم جامعہ باب الاسلام ٹھٹہ سندھ

خلیفہ مجاز

حضرت اقدس، ولی کامل، پیر طریقت

حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

حامداً ومصلیاً ومسلماً

امابعد!

ہمارے شیخ، مرشد الامہ، مصلح الکل، فنافی اللہ پیر طریقت رہبر شریعت

حضرت اقدس مولانا عبدالواحد رحمہ اللہ رحمۃً واسعۃ ونور اللہ مرقدہ کی پوری زندگی اللہ اور رسول اللہ ﷺ کے عشق ومحبت، کتاب وسنت کی اتباع واطاعت علوم دینیہ کی نشرواشاعت اور اصلاح امت کے لیے وقف تھی۔ سفر میں، حضر میں، مسجد میں، دفتر میں، گھر میں، عوام میں، خواص میں، خلوت میں، جلوت میں الغرض ہر حال و ہر مقام پر کتاب وسنت پر عمل اور خلقت الٰہی کی کتاب وسنت کی طرف رہنمائی آپؒ کا محبوب وحسین شغل تھا. شہرت جاہ، ریا اور دکھلاوے سے شدید نفرت اور گمنامی تواضع، انکساری سے رغبت کی وجہ سے آپؒ کے فیض ومعرفت کو عام کرنا اور مشہور کرنا آپؒ کی حیات طیبہ میں محال وناممکن اقدام تھا۔

آپؒ کے سب سے چھوٹے صاحبزادے، آپؒ کے علم وعمل کے نمونے، آپؒ کی حسن تربیت کے حسین شگوفے آپؒ کے شرعی، قانونی وارث وجانشین حضرت مولانا مفتی عاصم عبداللہ صاحب زیدمجدھم وبورک فی علمھم وعملھم نے 1995ء سے آپؒ کی مشروط ومحدود اجازت کے ساتھ آپؒ کے درس قرآن درسِ حدیث، جمعے کے بیانات اور اصلاحی مجالس کے مواعظ وتقاریر کو محفوظ کرنے اور مضامین کی شکل میں ماہنامہ الحماد، اور مستقل رسائل کی زینت بنانے کے کار خیر کا آغاز فرمایا۔ حضرتؒ نے محتاط طریقہ سے بذات خود نظر ثانی فرمانے کے بعد شہرت سے نفرت اور ریا کے خوف سے محدود حد میں اجازت

عنایت فرمائی، حضرتؒ کے وصال کے بعد مکمل اتفاق ومشاورت اور میرے شدید اصرار کے تحت حضرت مفتی صاحب زید مجدھم کو آپؒ کی مسند خلافت تفویض ہوئی اس کے بعد سے ہر ملاقات میں حضرت مفتی صاحب پر یہ بارگراں اور یہ ذمہ داری ان کے دوش پر ڈالنے کی تاکید کرتا رہا ہوں کہ آپ نے حضرتؒ کے علوم وفیوض کو جاری وساری رکھنا ہے اور جو سلسلہ 1995ء میں سنبھالا اور شروع کیا اسے کما حقہ حیاً ومیتاً باقی رکھنا ہے۔

سلسلے کے تمام معمولات اور حضرتؒ کی حیات کے تمام مشاغل وفیوضات کی بھاری ذمہ داری کے ساتھ آپؒ کے فیوض وعلوم کی امت میں نشرواشاعت میں پہلے سے بھی بڑھ چڑھ کر قدم اٹھانا ہے اور آگے بڑھتے جانا ہے۔ ہماری دعائیں، محنتیں، وسائل اور مشورے آپ کے ہمقدم ہونگے، ان شاء اللہ تعالیٰ۔

انتہائی خوشی ومسرت اور حمد وشکر کا مقام ہے کہ حضرت مفتی صاحب زید فضلہم نے سلسلے کے معمولات کو کما حقہ جاری رکھنے کے ساتھ ساتھ حضرت اقدسؒ کے علوم وفیوض کے سلسلہ درسِ حدیث بعنوان ''مشکوٰۃ نبوت'' کے متعدد کتب ورسائل کو حتمی طباعتی مراحل میں لے آئے ہیں۔ الحمد للہ! اس وقت تک سلسلہ مشکوٰۃ نبوت کے متعدد کتابچے چھپ کر منظر عام پر آچکے ہیں۔

ہماری دعا ہے کہ اللہ تعالیٰ حضرت کے جانشین وخلیفہ مجاز کی حیثیت سے حضرت مفتی صاحب کے علم وعمل اور صلاحیتوں میں ترقی نصیب فرمائے۔

اللھم وفقه لماتحب وترضیٰ من القول والفعل والعمل والنیة والاخلاص.

محمد ابراہیم عفی اللہ عنہ

(حضرت مولانا محمد ابراہیم صاحب دامت برکاتہم)
شیخ الحدیث ومہتمم
جامعہ باب الاسلام ٹھٹھہ
۲۱ / جمادالثانی ۱۴۳۸ھ
۲۰ / اپریل ۲۰۱۷ء

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

عرضِ احوال وتاثرات

پیرِ طریقت، رہبرِ شریعت حضرت مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ
بانی ومہتمم جامعہ حمّادیہ شاہ فیصل کالونی کراچی
(جو حضرتؒ نے اپنی زندگی میں تحریر فرمایا تھا)

اللہ جل شانہٗ کا فضل وکرم، انعام اور احسانِ عظیم ہے کہ اُس ذاتِ عالی نے بچپن سے دینی ماحول، اور ایمانی مراکز سے میرا رشتہ ناطہ جوڑا، غربت میں رکھا، غریب الوطنی میں پھینکا، تن من دَھن کی آسائشوں سے دور رہا مگر علمِ دین اور دولت ایمان سے آباد جھونپڑی نما خانقاہوں اور مراکزِ تعلیم سے وابستہ رکھا۔ جہاں مادّی وسائل اور آسائشیں نہ ہونے کے باوجود روحانی خوشحالی، سکون اور طمانینت کی وہ دولت میسر تھی جس کے لئے دنیا کے عظیم بادشاہ بھی ترستے اور تڑپتے چلے گئے۔ **(والحمدللّٰہ علی ذالک)**

دارالعلوم دیوبند سے علمی سفر طے کرتے ہوئے جب ارضِ پاک میں داخل ہوا تو صوبہ سندھ کے ایک دور افتادہ، پسماندہ، گمنام بلکہ بے نام علاقہ ھالیجی شریف کے مقام پر قطب الاقطاب ولی کامل، جنیدِ دوران حضرت مولانا حمّاد اللہ ھالیجوی قدس اللہ سرّہ العزیز کی قدموں میں جگہ ملی۔ جہاں کے چشمۂ فیض سے سیرابی کے بعد اللہ تعالیٰ نے اس قابل بنادیا کہ اپنی اور اپنی اولاد کی زندگی دین کی خدمت اور دینی تعلیمات کی اشاعت کے لئے وقف ہوگئی۔

الحمدللہ زندگی کے اس دورانیئے میں جامع مسجد حفیظیہ میں درسِ قرآن ودرسِ حدیث اور اصلاحی مجلسوں اور نماز جمعہ سے قبل بیان کا سلسلہ اس کے علاوہ جامعہ حمادیہ اورعلاقے کی دیگر مساجد میں بھی یہ تمام سلسلے جاری رہے، جسے بعض مخلص احباب نے اسے ٹیپ کیا اور پھر ان ٹیپ شدہ تقریروں اور بیانات کو قلم بند کروایا ،اور پھر جب سے جامعہ حمادیہ کا ترجمان ''ماہنامہ الحماد'' کا اجرا ہوا تقریباً دوعشروں سے ماہنامہ الحماد کے کے صفحات پر ان دروس کو مستقل طور پر درسِ قرآن کو(نورہدایت) اوردرسِ حدیث کو(مشکوٰۃ نبوت) کے عنوان سے شائع کیا جارہاہے۔

اوراب ضرورت اوراسکی افادیت کومحسوس کرتے ہوئے برخوردار مفتی عاصم عبداللہ سلمہ استاذ ومفتی جامعہ حمادیہ ودیگر متعلقین نے ''الحماد'' کے صفحات پرشائع شدہ ان مضامین کوکتابچے کی شکل میں شائع کرنے کا سلسلہ شروع کیا ہے کئی کتابچے شائع ہوکرلوگوں کے ہاتھوں میں پہنچ چکے ہیں جومیری نظروں سے بھی گزرے ہیں دیکھ کربہت خوشی ہوئی کہ ماشاء اللہ برخورداراورانکے معاونین نے بڑی محنت کی ہے اوران مضامین میں ذیلی عنوانات لگا کر اسکی افادیت کوبڑھادیا ہے مقصود فائدہ اوراستفادہ ہے، مجھے اورشایع کنندگان کودین کی تبلیغ اورنشرواشاعت کافائدہ ملے گا اور پڑھنے اورمستفید ہونے والوں کواپنی زندگی دین وشریعت کے مطابق ڈھالنے اوراللہ کی رضا حاصل کرنے کاعظیم ثمرہ حاصل ہوگا!

دعا ہے کہ جیسا کہا ہے اور نیت کی ہے اللہ تعالیٰ ایسا ہی معاملہ فرمادیں اور ہم سب کو اپنی رضا اور اخروی سرخروئی کی دولت مرحمت فرمادیں، اور اللہ تعالیٰ اسے پوری امت کیلئے نافع بنادیں اور اسے شرف قبولیت سے نوازیں۔ (آمین یارب العالمین)۔

وصلی اللہ علی نبیہ خاتم النبین

عبدالواحد

انتساب

اُن عظیم مشفق ومُربی ہستیوں کے نام جو تصوف وسلوک، طریقت وراہِ معرفت، عبدیت وانابت، اہتمام سنت واطاعت، اصلاح ظاہر وباطن، بے نفسی وفنائیت، اخلاص کامل وللّٰہیت، تفویض وتوکل، عشق رسول ﷺ کے پیکرِ مجسم اور اکابرین علماء دیوبند کے مسلک اعتدال کی زبانِ ترجمان تھے، یعنی

شیخ العرب والعجم، سیدی وسندی

حضرت مولانا **حسین احمد مدنی** نور اللہ مرقدہٗ

اور مرشدی ومولائی ولی کامل

قطبُ الاقطاب حضرت مولانا

حمَادُ اللّٰہ ھالیجوی

رحمهم الله رحمةً واسعةً

معاشرتی زندگی کے سُنہرے اصول

معاشرتی زندگی جن قیمتی اصولوں کو اپنانے سے خوشگوار بنتی ہے، اور جن کوتاہیوں اور غفلتوں سے تلخ بن جاتی ہے، قرآن وحدیث کی روشنی میں ان اصولوں اور کوتاہیوں کو عام فہم، سادہ اور دلنشیں انداز میں بیان کیا گیا ہے۔

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا **حسین احمد مدنی** رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا **حماد اللہ ہالیجوی** رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

سچے مسلمان کی پہچان

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ويده. (بخاری: ج/ ۱، ص/ ٦)

"کامل اور پکا سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔"

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اسلام کا پیغام اخوت

مذہب اسلام نے اپنے پیروکاروں اور متبعین میں بے نظیر الفت ومحبت پیدا کی ہے۔ مسلمانوں کی آسمانی کتاب (قرآن کریم) اور رسول کریم ﷺ کی احادیث میں جابجا اخوت ومحبت اور مساوات کا درس دیا گیا ہے۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَةٌ. (حجرات: ۱۰)

''مسلمان تو سب (آپس میں) بھائی ہیں۔''

ظاہر ہے کہ مسلمانوں کے درمیان دین وملت کا ایک بہت بڑا رشتہ ہے۔ کیسا ہی بڑے سے بڑا کافر اور سخت دشمن ہو، جب وہ اللہ اور رسول اللہ ﷺ پر ایمان لایا تو ہمارا دینی ومذہبی بھائی بن گیا۔

ارشاد باری تعالیٰ ہے:۔

فَاِنْ تَابُوْا وَأَقَامُوْا الصَّلٰوةَ وَآتَوُا الزَّكٰوةَ فَاِخْوَانُكُمْ فِی الدِّیْنِ. (سورۃ توبہ: آیت/ ۱۱)

''اگر یہ لوگ (کفر سے) توبہ کرلیں (یعنی مسلمان ہو جائیں)
اور (اس اسلام کو ظاہر بھی کردیں۔ مثلاً) نماز پڑھنے لگیں اور
زکوٰۃ دینے لگیں تو وہ تمہارے دینی بھائی ہو جائیں گے۔''

انسانی جان کی قدر و قیمت

دینی بھائیوں کو اللہ کے رسول ﷺ نے کیا تعلیمات ارشاد فرمائیں ہیں، مختصراً چند ملاحظہ ہوں۔ چنانچہ آپ ﷺ نیع رفات میں وہ تاریخی خطبہ دیا جو ایک دستاویز ہے۔ اسی میں آپ ﷺ نے فرمایا:

فَاِنَّ دِمَاءَ کُمْ وَاَمْوَالَکُمْ وَاَعْرَاضَکُمْ عَلَیْکُمْ حَرَامٌ
کَحُرْمَةِ یَوْمِکُمْ هٰذَا فِیْ بَلَدِکُمْ هٰذَا فِیْ
شَهْرِکُمْ هٰذَا. (بخاری: ص/۲۳۴)

''بلاشبہ تمہارے خون اور تمہارے اموال اور تمہاری آبروئیں تم پر
اسی طرح حرام ہیں، جیسا کہ تمہارے اس دن کی حرمت وعظمت
تمہارے اس شہر میں اور تمہارے اس مہینے میں۔''

یعنی جس طرح تم آج کے اس دن کی اور اس شہر کی اور مہینے کی عزت کرتے ہو اور ان میں قتل وقتال حرام، محترم سمجھتے ہو، اسی طرح تم پر آپس میں ایک دوسرے کے اموال وخون اور آبروئیں حرام اور باعزت ہیں۔ چنانچہ علامہ عینیؒ فرماتے ہیں:۔

انما شبهها فی الحرمة بهذه الاشیاء لانهم کانوا

لایرون استباحة تلک الاشیاء وانتهاک حرمتهابحال. (حاشیہ بخاری: ص/۲۳۴، ج/)

''ان چیزوں (اموال، خون، آبروئیں) کو حرمت میں ان چیزوں (یوم النحر، مکہ معظمہ، ذوالحجہ) کے ساتھ تشبیہ دی۔ کیونکہ وہ لوگ ان چیزوں کی ہتک حرمت کو کسی بھی حالت میں جائز نہیں سمجھتے تھے۔''

ایک اور حدیث میں ارشاد فرمایا:

المسلم من سلم المسلمون من لسانه ویده.

(بخاری: ج/۱، ص/۶)

''کامل اور پکا سچا مسلمان وہ ہے جس کی زبان اور ہاتھ سے مسلمان محفوظ رہیں۔''

یعنی مسلمان دوسرے مسلمان سے ہر قسم کی تکلیف مثلاً برا بھلا کہنا، کسی کو گالی دینا، مذاق اڑانے کے طریقہ پر زبان نکالنا، کسی کے مال پر بغیر حق کے قبضہ کر لینا اسی طرح دوسری تمام قسم کی تکلیفوں سے محفوظ رہیں۔ اور ارشاد فرمایا:

لایؤمن احدکم حتی یحبّ لاخیه ما یحب لنفسه. (بخاری: ج/۱، ص/۶)

''تم میں سے کوئی بھی اس وقت تک مؤمن کامل نہیں ہوسکتا، جب تک کہ وہ اپنے (دینی) بھائی کے لئے وہی چیز پسند نہ کرے جو کچھ وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔''

یہ حدیث صاف طور سے یہ بات بتاتی ہے کہ تم دینی بھائی بن کر آپس میں مساوات اور برابری اختیار کرو۔

کفار سے بھی حسن سلوک کا حکم

صرف مسلمان ہی نہیں بلکہ مسلمانوں کو غیروں کے ساتھ بھی حسن اخلاق اور اچھا سلوک کرنے کی تعلیم دی گئی ہے۔ طوالت کے خوف سے صرف ایک آیت قرآنی اور دو حدیثوں پر اکتفاء کرتا ہوں۔ چنانچہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

لَا يَنْهَاكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَلَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِنْ دِيَارِكُمْ أَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَتُقْسِطُوْآ إِلَيْهِمْ إِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ. (ممتحنه: آیت/۸)

''اللہ تعالیٰ تم کو ان لوگوں کے ساتھ احسان اور انصاف کا برتاؤ کرنے سے منع نہیں کرتا جو تم سے دین کے بارے میں نہیں لڑے اور تم کو تمہارے گھروں سے نہیں نکالا۔ اللہ تعالیٰ انصاف کا برتاؤ کرنے والوں سے محبت رکھتے ہیں۔''

اس آیت میں صاف طور سے بتایا گیا کہ جو لوگ مسلمان نہیں اور نہ مسلمان ہونے والوں سے ضد اور پرخاش رکھتے ہیں اور نہ دین کے معاملہ میں ان سے لڑتے بھڑتے ہیں، نہ ان کو ستانے اور نکالنے میں ظالموں کے مددگار بنتے ہیں۔ تو اس قسم کے کافروں کے ساتھ بھلائی اور خوش خلقی سے پیش آنے کو اسلام نہیں روکتا۔ جب وہ تمہارے ساتھ نرمی اور رواداری سے پیش آتے ہیں تو انصاف کا تقاضا یہ ہے کہ تم بھی ان کے ساتھ اچھا سلوک کرو اور دنیا کو دکھلا دو کہ اسلامی اخلاق کا معیار کس قدر بلند ہے۔

ارشادات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم ملاحظہ ہوں:۔

المؤمن من امنه الناس علی دمائهم و اموالهم.

(ترمذی: ج/۲، ص/۸۷)

''مؤمن کامل وہ ہے جس سے تمام لوگ اپنے خونوں اور مالوں پر مامون و بے خوف رہیں۔''

یعنی تمام لوگ اس سے بے خوف رہیں کہ ان کو نہ اس کا خوف ہے کہ وہ ان کے نفس وجان پر ہاتھ ڈالے گا اور نہ اس کا ڈر کہ ان کے مال چھین چھین کر اپنے پیٹ میں بھرے گا۔

لاتکونوا اِمَّعَةً تقولون ان احسن الناس اَحْسَنَّا وان ظلموا ظلمْنَا ولکن وطّنوا انفسکم ان احسن الناس ان تحسنوا و ان اساؤا فلاتظلموا. ترمذی: ج/۲، ص/۲۱)

''تم دوسروں کو دیکھا دیکھی کام کرنے والے نہ بنو کہ کہنے لگو کہ اگر اور لوگ احسان کریں گے تو ہم بھی احسان کریں گے۔ اور اگر دوسرے لوگ ظلم کا رویہ اختیار کریں گے تو ہم بھی ویسا ہی کریں گے۔ بلکہ اپنے دلوں کو اس پر پکا کرو کہ اگر لوگ احسان کریں گے تب بھی تم احسان کرو اور اگر لوگ برا سلوک کریں تب بھی تم ظلم اور برائی کا رویہ اختیار نہ کرو (بلکہ احسان ہی کرو)۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ دنیا میں خواہ احسان اور حسن سلوک کا چلن ہو یا ظلم اور بدسلوکی کا دور دورہ ہو، اہل ایمان کو چاہئے کہ ان کا رویہ دوسروں کے ساتھ احسان

اور حسن سلوک ہی کا رہے۔ نیز یہ احسان صرف انہی لوگوں کے ساتھ نہ کیا جائے جو ہمارے ساتھ احسان کرتے ہوں، بلکہ جو لوگ ہمارے ساتھ برا سلوک کریں، ان کے ساتھ بھی ہمارا رویہ، احسان اور خوش خلقی کا ہی رہے۔

قبائلی اور قومی تفاوت ایک شناخت

رہے مسلمانوں کے آپس میں مختلف قبائل اور قومی تفاوت تو اس کے بارے میں صراحت کے ساتھ قرآن کریم کہتا ہے:۔

يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَأُنْثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ أَتْقَاكُمْ.

(حجرات: آیت ۱۳)

''اے لوگوں! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا ہے اور تم کو مختلف قومیں اور مختلف خاندان بنایا تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرسکو۔ اللہ کے نزدیک تم سب میں بڑا معزز وہی ہے جو سب سے زیادہ پرہیزگار ہو۔''

فائدہ:

اصل میں انسان کا بڑا یا چھوٹا ہونا ''معزز و حقیر ہونا، ذات پات اور خاندان ونسب سے تعلق نہیں رکھتا۔ بلکہ جو شخص جس قدر نیک خصلت، مؤدب اور پرہیزگار ہو اسی قدر اللہ تعالیٰ کے ہاں معزز و مکرم ہے۔ اگرچہ کم ذات کا ہو، اور جس میں تقویٰ و پرہیزگاری نہیں اس کی اللہ کے یہاں کوئی حیثیت وعزت نہیں اگرچہ ذات

کتنی ہی اعلیٰ ہو۔ بلکہ نسب وخاندان کی حقیقت تو یہ ہے کہ سارے آدمی ایک مرد اور ایک عورت یعنی آدم وحواء کی اولاد ہیں۔

بلاشبہ کسی شریف اور معزز گھرانے میں پیدا ہو جانا حق تعالیٰ کا موہوب شرف ہے، جس کا شکر ادا کرنا چاہئے۔ اور شکر میں سے یہ بھی ہے کہ اس موہوب شرف کو غرور وتفاخر، کمینگی، اور بری خصلتوں سے خراب نہ ہونے دے۔ بہرحال مجد وشرف اور فضیلت وعزت کا اصل معیار نسب نہیں، تقویٰ وطہارت ہے نری ذات کسی کام کی نہیں۔

بندۂ عشق شدی ترک نسبت کن جامی
کہ دریں راہ فلاں ابن فلاں چیزے نیست

عملی اخوت کا ثبوت دیں

ایک طرف تو قرآن وحدیث کی یہ مبارک تعلیمات ہیں اور دوسری طرف ہمارا معاشرہ اور روزمرہ کی زندگی کے حادثات وواقعات ہیں جن سے آج کل مسلمان دوچار ہے۔ اگر اسلام کی تعلیمات اور اس کے اخلاقی نظام کو دیکھا جائے تو:

اَلْیَوْمَ اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ. (مائدہ : ۳)

میں قطعاً کوئی شبہ نہیں رہ جاتا۔ لیکن اگر موجودہ مسلمانوں پر نظر ڈالی جائے تو :

اُولٰئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ الخ . (اعراف : ۱۷۹)

''وہ ایسے ہیں جیسے چوپائے بلکہ ان سے بھی زیادہ بے راہ، وہی لوگ غافل ہیں۔''

کا پرتو نظر آتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسول کی تعلیمات سے اپنی تمام قوتوں دل ودماغ، آنکھ، کان، ناک وغیرہ کو موڑ کر محض دنیوی لذائذ اور مادی خواہشات کی پیروی میں لگے ہوئے ہیں۔

حاصل کلام

خلاصہ کلام یہ ہے کہ اس چند روزہ فانی دنیا میں ہم لوگوں کے لئے ضروری ہے کہ ایک بار پھر معیاری اخلاق اور آپس میں اخوت ومحبت اور صحابہؓ کا سا تعلق پیدا کر کے پوری دنیا کو دکھادیں کہ اسلام کی تعلیمات اور اصحاب رسول ا کے واقعات بالکل بلاشک وشبہ صحیح ہیں۔ اس لئے کہ:

لن یصلح آخرہ ھذہ الامۃ الا بما صلح بہ اوّلھا۔

اس امت کے آخری لوگوں کی اصلاح ودرستگی اسی چیز سے ممکن ہے جس سے پہلے لوگوں کی اصلاح ہوئی ہے۔ لہٰذا ہم لوگ اگر صرف ''پدرم سلطان بود'' کی طرح صحابۂ کرامؓ کے اعمال واخلاق بیان کریں اور ڈینگیں مارتے رہیں تو اس وقت تک کچھ حاصل نہیں جب تک اپنے کو اسی سانچہ میں نہ ڈھال لیں۔ یہ نعرہ تو آج تک نہ کسی کے کام آیا اور نہ کبھی آئے گا۔

خلاف پیمبر کسے رہ گزید
کہ ہرگز بمنزل نہ خواہد رسید
ترسم نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کیں رہ کہ تو میروی بترکستان است
(سعدی)

اللہ تعالیٰ ہم تمام مؤمنین کے درمیان بے مثال الفت واخوت، تعلق ومحبت اور ایمانی صفات پیدا فرمائے اور تعلیمات اسلامی پر حتی الوسع عمل کرنے کی توفیق بخشے۔

ہم میں اور صحابہ کرام رضی اللہ عنہم میں فرق

رسول اللہ ﷺ (اور اسی طرح آپ سے پہلے تمام انبیاء علیہم السلام بھی) اللہ تعالیٰ کی طرف سے دین حق دعوت اور ہدایت لے کر آئے تھے۔ جو لوگ ان کی دعوت کو قبول کر کے ان کا دین اور ان کا راستہ اختیار کر لیتے تھے، وہ قدرتی طور سے ایک جماعت اور امت بنتے جاتے تھے۔ یہی دراصل اسلامی برادری اور امت مسلمہ تھی۔ کیوں نہ ہوتے، آپ نے ایسی محنت فرمائی کہ سارے کے سارے ایک جسم بن گئے۔ کوئی ان کی طرف ٹیڑھی نگاہ سے نہیں دیکھ سکتا اور قیصر وکسری کی طاقت ان کا کچھ نہ بگاڑ سکی۔ فارس وروم کی سلطنتیں انہیں نہ ہلا سکیں۔

یہ سب طاقتیں ان کے سامنے ریت کی دیوار ثابت ہوئیں۔ کیونکہ وہ امت تھے ہم گروہ گروہ ہیں۔ وہ ایک شریعت کے ماننے والے تھے، ہم مختلف قسم کے دعوے کرنے والے ہیں۔ وہ اللہ کے دین کے لئے اپنے مال وجان کو قربان کرنے والے تھے۔ ہم جان ومال بچانے والے ہیں۔ وہ ہجرت ونصرت کرنے والے تھے اور ہم نفرت وبدعت کرنے والے ہیں۔ پھر ہمارے ساتھ نصرت خداوندی کیسے ہو؟ جب کہ اتنی ساری برائیاں ہماری زندگیوں میں ہیں۔

امتِ مسلمہ کی پریشانی کی سب سے بڑی وجہ

آج ہر طرف مسلمان پریشاں وہراساں نظر آتا ہے۔ اس کی صرف اور صرف وجہ یہ ہے کہ ہمارے اندر اتحاد ختم ہو چکا ہے۔ اس کی جگہ عداوت نے لے لی ہے۔ آپس میں لڑ کر طاقتیں ضائع ہو چکیں ہیں۔ اور جو ہمارے اور ہمارے دین کے دشمن ہیں وہ مزے اڑا رہے ہیں کہ ہم اپنی چلائی ہوئی چال میں کامیاب ہو گئے ۔کیونکہ دشمن سمجھتے ہیں کہ وہ یہ امت تھے۔ ہم ان سے مقابلہ نہیں کر سکتے تھے، اب یہ گروہ ہیں ان کی جان و مال کا خوب نقصان کرو اور برائیوں کا جال بچھا کر مسلمانوں کے نوجوانوں کو اس میں پھنسایا اور بوڑھوں کو بدعت میں لگایا۔ تاکہ یہ آپس میں متحد نہ ہو سکیں اور ہم ان کے اوپر حکمرانی کریں۔

افسوس ہے کہ آج شیر غفلت کی نیند سو رہے ہیں اور لومڑی اس کی جگہ بادشاہی کر رہی ہے۔ یاد رکھو! اگر ہم مسلمان غفلت کی نیند سے بیدار نہ ہوئے تو یہ غفلت ہمارے اور ہمارے سلوک کے لئے ہلاکت و بربادی ہوگی اور ہم ایک امت ہیں اپنی اصلیت کو پہچانیں اور ہمیں امت بنانے کے لئے آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے اپنے خون بہائے، مال کی قربانی دی۔ یہ امت بہت بڑی قربانی کے بعد بنی ہے۔ لہٰذا اسے پھر سے یکجا کرنے کی کوشش کرنا ہے تاکہ پھرے سے متحد ہو کر باطل کے تمام ارادوں کو خاک میں ملا دیں۔

جب تک رسول اللہ ﷺ اس دنیا میں رونق افروز رہے، یہی برادری اور یہی امت آپ ﷺ کا دست و بازو اور دعوت و ہدایت کی مہم میں آپ ﷺ کی رفیق

ومددگار تھی اور آپ ﷺ کے بعد قیامت تک اسی کو آپ کی قیادت میں اس مقدس مشن کی ذمہ داری سنبھالنی تھی۔ اس کے لئے جس طرح ایمان ویقین تعلق باللہ اور اعمال واخلاق کی پاکیزگی اور جذبہ دعوت کی ضرورت تھی اسی طرح دلوں کے جوڑ اور شیرازہ بندی کی بھی ضرورت تھی۔ اگر دل پھٹے ہوئے ہوں، اتحاد واتفاق کے بجائے اختلاف وانتشار اور خود آپس میں لڑائی و پیکار ہو تو ظاہر ہے کہ نیابت نبوت کی یہ ذمہ داری کسی طرح بھی ادا نہیں کی جاسکتی۔

اس لئے رسول اللہ ﷺ نے اسلامیت کو بھی ایک مقدس رشتہ قرار دیا اور امت کے افراد اور مختلف طبقوں کو خاص طور سے ہدایت وتاکید فرمائی کہ وہ ایک دوسرے کو اپنا بھائی سمجھیں اور باہم خیر خواہ وخیر اندیش اور معاون ومددگار بن کے رہیں، ہر ایک دوسرے کا لحاظ رکھے اور اس دینی ناطے سے ایک دوسرے پر جو حقوق ہوں ان کو ادا کرنے کی کوشش کریں۔ اس تعلیم وہدایت کی ضرورت خاص طور سے اس لئے بھی تھی کہ امت میں مختلف ملکوں، نسلوں اور مختلف طبقوں کے لوگ تھے جن کے رنگ ومزاج اور جن کی زبانیں مختلف تھیں اور یہ رنگارنگی آگے اور زیادہ بڑھنے والی تھی۔ اس وجہ سے آپ ﷺ نے خصوصی ارشادات وہدایات فرمائیں۔

مسلمان کا مسلمان سے تعلق مضبوط عمارت کی مانند ہے

عن ابی موسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال المؤمن للمؤمن بنیان یشد بعضہ بعضاً ثم شبک بین اصابعہ۔ (جامع بخاری)

''حضرت ابوموسیٰ اشعری ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ ایک مسلمان کا دوسرے مسلمان سے تعلق ایک مضبوط عمارت کی طرح ہے۔ اس کا ایک حصہ دوسرے کو مضبوط کرتا ہے۔ پھر آپ نے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا (کہ مسلمانوں کو اس طرح باہم وابستہ اور پیوستہ ہونا چاہیے۔)''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس طرح عمارت کی اینٹیں باہم مل کر مضبوط قلعہ بن جاتی ہیں۔ اسی طرح امت مسلمہ ایک قلعہ ہے اور ہر مسلمان اس کی ایک ایک اینٹ ہے۔ ان میں باہم وہی تعلق وارتباط ہونا چاہیے جو قلعہ کی ایک اینٹ کو دوسرے اینٹ سے ہوتا ہے۔

پھر آپ نے اپنے ایک ہاتھ کی انگلیاں دوسرے ہاتھ کی انگلیوں میں ڈال کر دکھایا کہ مسلمانوں کے مختلف افراد اور طبقوں کو باہم پیوستہ ہو کر اس طرح امت واحدہ بن جانا چاہئے جس طرح الگ الگ دو ہاتھوں کی یہ انگلیاں ایک دوسرے سے پیوستہ ہو کر ایک حلقہ اور گویا ایک وجود بن گئیں۔

سب مسلمان شخص واحد کی طرح ہیں

عن النعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المومنون کرجل

واحـد ان اشتـكى عينه، اشتكى كله وان شتكى راسه اشتكى كله. (صحيح مسلم)

''حضرت نعمان بن بشیرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا سب مسلمان شخص واحد (کے مختلف اعضاء) کی طرح ہیں۔ اگر اس کی آنکھ دکھے تو اس کا سارا جسم دکھ محسوس کرتا ہے اور اسی طرح اگر اس کے سر میں تکلیف ہو تو بھی سارا جسم تکلیف میں شریک ہوتا ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ پوری امت مسلمہ گویا ایک جسم وجان والا وجود ہے اور اس کے افراد اس کے اعضاء ہیں۔ کسی کے ایک عضو میں اگر تکلیف ہو تو اس کے سارے اعضاء تکلیف محسوس کرتے ہیں۔ اسی طرح پوری ملت اسلامیہ کو ہر مسلمان فرد کی تکلیف محسوس کرنی چاہیے اور ایک دوسرے کی خوشی وغم میں شریک ہونا چاہیے۔ ایک دوسرے کے جان ومال، عزت وآبرو کی حفاظت کرنی چاہیے۔

مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے

عن ابن عمر رضی اللّٰه تعالٰی عنهما ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم قال المسلم اخو المسلم لایظلمه ولایسلمه ومن كان فی حاجة اخیه كان اللّٰه فی حاجته ومن فرج عن مسلم كربة فرج اللّٰه عنه

کربة من کربات یوم القیامة ومن ستر مسلما ستره
اللّٰه یوم القیامة. (جامع بخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (اس لئے) نہ تو خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا نشانہ ظلم بننے کے لئے اس کو بے یارومددگار چھوڑے۔ (یعنی دوسروں کے ظلم سے بچانے کے لئے اس کی مدد کرے) اور جو کسی مسلمان کو کسی تکلیف اور مصیبت سے نجات دلائے گا اللہ تعالیٰ اس کو قیامت کے دن کی مصیبت وپریشانی سے نجات عطا فرمائے گا اور جو کسی مسلمان کی پردہ داری کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن اس کی پردہ داری کرے گا۔''

مطلب یہ ہے کہ جیسے ہم اپنی اور اپنے بھائی کی جان ومال، عزت وآبرو کے محافظ ہیں۔ اس طرح مسلمان بھائی کی ہر چیز کے بھی محافظ ہیں اور اس کے دنیوی امور میں معاون بھی ہیں۔ مسلمان مختلف الجھنوں میں الجھ گئے تو آپس کے تعلقات، آپس کی محبتیں الفتیں سب ختم ہوگئیں۔ ایک وقت وہ بھی تھا کہ مسلمان دوسرے مسلمان کو اپنے اوپر فوقیت دیتا تھا۔ جیسے کہ صحابہ کرام کا پیاس سے شہید ہونا کہ ایک کو چاہت ہوئی پانی کی تو پانی جب اس کے قریب پانی لایا گیا جو پاس پڑے ہوئے تھے، انہوں نے آواز دی پانی، یہ صاحب کہنے لگے پہلے میرے بھائی کو پانی پلاؤ بعد میں میں پیوؤں گا۔ اس طرح تیسرے نے آواز دی کہ پانی تو

دوسرے نے کہا میرے بھائی کو پانی پلاؤ مجھے بعد میں دینا۔ اس طرح چوتھے پانچویں یعنی سب کے سب ایسی ہی پیاس کی حالت میں دنیا سے تشریف لے گئے، لیکن اس روایت ایثار کو قائم کر گئے۔

حضور ا کے ارشادات وہدایات مقدم ہیں اور ہماری مقصدِ حیات ہیں۔ انہی ہدایات کی روشنی میں اپنی زندگیوں کو گزارنا ہے، اوروں کو اسی کی تعلیم دینا ہے اور پورے معاشرے کو اس طرف پلٹانا ہے تاکہ معاشرے کا ایک ایک فرد ان ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں اپنی زندگی کو سنوار سکے اور دنیا وآخرت بہتر بنا سکے۔

مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام ہے

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم المسلم اخو المسلم لايظلمه ولايخذ له ولايحقره التقوىٰ ههنا. ويشير الى صدره ثلث مرارت بحسب امرء من الشر ان يحقر اخاه المسلم كل المسلم على المسلم حرام دمه وماله وعرضه. (جامع مسلم)

'' حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہا نے ارشاد فرمایا: ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ (لہٰذا) نہ خود اس پر ظلم وزیادتی کرے نہ دوسروں کا مظلوم بننے کے لئے اس کو بے یار ومددگار چھوڑے۔ نہ اس کی تحقیر کرے (حدیث

کے راوی حضرت ابو ہریرہؓ کہتے ہیں کہ اس موقع پر رسول
اللہ ﷺ نے اپنے سینہ مبارک کی طرف تین دفعہ اشارہ کرکے
فرمایا) تقویٰ یہاں ہوتا ہے کسی آدمی کے لئے یہی برائی کافی
ہے کہ وہ اپنے کسی مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر
کرے۔ مسلمان کی ہر چیز دوسرے مسلمان کے لئے حرام
ہے۔ (یعنی اس پر دست درازی حرام ہے) اس کا خون بھی
اس کا مال بھی اور اس کی آبرو بھی۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے یہ ہدایت فرمانے کے ساتھ کہ کوئی مسلمان دوسرے مسلمان کو حقیر و ذلیل نہ سمجھے اور اس کی تحقیر نہ کرے اپنے سینہ مبارک کی طرف تین دفعہ اشارہ کرکے جو یہ فرمایا:

التقوی ھھنا.

"تقویٰ یہاں سینہ کے اندر اور باطن میں ہوتا ہے۔"

اس کا مقصد و مطلب سمجھنے کے لئے یہ جان لینا چاہیے کہ اللہ تعالیٰ کے یہاں بڑائی چھوٹائی عظمت و حقارت اور عزت و ذلت کا دارومدار تقویٰ پر ہے۔ قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقَاکُمْ. (حجرات: ۱۳)

"اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ معزز اور قابل اکرام وہ ہے جس میں
تقویٰ زیادہ ہے۔"

اور تقویٰ درحقیقت خدا کے خوف اور محاسبہ آخرت کی فکر کا نام ہے۔ اور ظاہر ہے کہ وہ دل کے اندر کی اور باطن کی ایک کیفیت ہے اور ایسی چیز نہیں ہے کہ جسے کوئی دوسرا آدمی آنکھوں سے دیکھ کر معلوم کر سکے کہ اس آدمی میں تقویٰ ہے کہ نہیں۔ اس لئے کسی بھی صاحب ایمان کو حق نہیں کہ وہ دوسرے ایمان والے کو حقیر سمجھے اور اس کی تحقیر کرے۔ کیا خبر جس کو تم اپنی ظاہری معلومات یا قرائن سے قابل تحقیر سمجھتے ہو اس کے باطن میں تقویٰ ہو اور وہ اللہ کے نزدیک مکرم ہو۔ اس لئے کسی مسلم کے لئے روا نہیں کہ وہ دوسرے مسلم کی تحقیر کرے۔

آگے آپ نے فرمایا کہ کسی آدمی کے برے ہونے کے لئے تنہا یہی ایک بات کافی ہے کہ وہ اللہ کے کسی مسلم بندے کو حقیر سمجھے اور تحقیر کرے۔ اللہ ہم سب مسلمانوں کو آپس میں محبت والفت عزت واکرام سے رہنے کی توفیق عطا فرمائے۔

اسلامی رشتے کے چند خاص حقوق

یوں تو ہر رشتے کے متعلق حقوق ہیں۔ جنہیں حضور ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کی روشنی میں ادا کرنا ہے۔ لیکن جو حقوق مسلمان کے مسلمان پر ہیں، انہیں بھی آپ ﷺ نے بیان فرما کر ہم پر بہت بڑا احسان فرمایا ہے۔

مثلاً مسلمان کی مدد ونصرت کے لئے تیار رہنا، اس کی عزت وآبرو کی حفاظت کرنا اور اس کے جان ومال کی بھی حفاظت کرنا۔ اس کے کاموں میں ہاتھ بٹانا، اسے سلام کرنا، اس کی بیمار پرسی کرنا، بلکہ تیمارداری کرنا، اس کے غم اور خوشی میں شریک ہونا یعنی ہر موقع پر اس کے شانہ بشانہ رہنا۔

حتیٰ کہ اس کے بچوں کے لئے دینی تعلیم کا بھی بندوبست کرنا تاکہ کسی مسلمان کے بچے شریعت وسنت سے بے خبر نہ ہوں اور اپنی زندگیوں کو حضور ﷺ کی ہدایت کے مطابق گزاریں۔ آپ ﷺ نے ان خاص حقوق کو یوں بیان فرمایا:

عن ابی هریرة ص قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم حق المسلم علی المسلم خمس رد السلام وعیادة المریض واتباع الجنائز واجابة الدعوة وتشمیت العاطس. (جامع بخاری)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور ﷺ نے فرمایا: ایک مسلم کے دوسرے مسلم پر پانچ حق ہیں۔ سلام کا جواب دینا، بیمار کی عیادت کرنا، جنازے کے ساتھ جانا، دعوت قبول کرنا اور چھینک آنے پر یرحمک اللہ کہنا۔ (یعنی اس کے لئے دعاء رحمت کرنا)''۔

فائدہ:

مطلب یہ کہ روزہ مرہ کی عملی زندگی میں یہ پانچ باتیں ایسی ہیں جن سے دو مسلمانوں کا باہمی تعلق ظاہر ہوتا ہے اور نشوونما بھی پایا جاتا ہے۔ اس لئے ان کا خاص طور سے اہتمام کیا جائے۔

آج یہ باتیں عوام کیا، خواص میں بھی کم پائیں جاتی ہیں۔ لیکن آپ ﷺ نے اہتمام کرنے کا حکم دیا ہے تو اب ہمیں اپنی زندگیوں میں نظر دوڑا کر دیکھنا ہے کہ کیا ہم نے آپ ﷺ کی ہدایات کو اپنی زندگیوں میں رواج دیا ہے یا نہیں؟ بلکہ ضرورت

یہ ہے کہ خواص خود اپنی زندگیوں میں رواج دیکھ کر عوام کے لئے راہ ہموار کریں۔ تا کہ عوام کی گاڑی اس صاف ستھری اور پختہ سڑک پر چل سکے۔

اگر خواص اس بات کی پرواہ نہیں کریں گے تو اس پختہ سڑک میں شگاف آئے گا، دراڑیں پڑیں گی تو عوام کی گاڑی میں خود خواص کی گاڑی کا چلنا بھی مشکل ہو جائے گا۔ اللہ ان کی قبروں پر رحمت برسائے جنہوں نے اپنا خون و پسینہ ملا کر اس پختہ و مضبوط سڑک کی تعمیر کی۔ دن رات ایک کر کے محنت کی۔ اب اس کی زیست وحفاظت ہمارے ذمہ ہے کہ اس کی دیکھ بھال کریں۔ اگر کہیں سے بھی کوئی پل ٹوٹا ہوا نظر آجائے تو خود آگے بڑھ کر اس کی تعمیر کریں۔ دوسروں کے انتظار میں نہ رہیں کہ لوگ میرے پاس آجائیں۔ پوری ایک جماعت ہو پھر میں کام کروں، ایسا نہیں ہے بلکہ جو کام کرنے والے ہوتے ہیں وہ کبھی بھی دوسروں کا انتظار نہیں کرتے بلکہ یہ دیکھا گیا ہے کہ دینی کام شروع ایک نے کیا پھر آگے چل کر جماعت کی شکل اختیار کی اور اپنے پروگرام کو تشکیل دیا۔

دین کی فہم عظیم دولت

یہ باتیں ہمیں تب سمجھ میں آئیں گی جب ہم دین کا کام اپنا کام سمجھیں گے، اور حضور ﷺ کی ہدایات وتعلیمات کے مطابق کریں گے اور حضور ﷺ کی ہر سنت کو اپنی زندگیوں میں بلکہ پورے معاشرے میں رواج دیں گے۔ اگر ایک سنت بھی ہماری زندگیوں میں نہیں ہوگی تو کامیابی مشکل ہے۔

اس مثال سے اس کو سمجھنا آسان ہوگا جیسے کہ ایک گاڑی ہے۔ بیس لاکھ

روپیہ کی۔ اگر آپ اس سے ایک بیس روپیہ کی چیز نکال دیں تو یہ بیس لاکھ کی گاڑی بے کار ہے۔ یعنی آپ اس کا وال صرف نکال دیں تو بیس لاکھ کی گاڑی بیکار ہوگئی۔ صرف ایک چھوٹی سی چیز نکال دینے سے۔ اسی طرح اگر ہماری زندگیوں سے حضور ﷺ کی ایک سنت بھی نکلی ہوئی ہوگی تو پورے معاشرے کی گاڑی بیکار نظر آئے گی۔

اللہ کرے یہ باتیں ہمارے دل و دماغ میں بیٹھ جائیں اور ہمیں دین کی سمجھ آجائے۔ یہ بڑی دولت ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

> ''جس شخص کو اللہ تعالیٰ خیر سے نوازنا چاہتے ہیں اسے اپنے دین کی سمجھ عطا فرماتے ہیں۔''

یہ سب سے بڑی نعمت ہے۔ اگر یہ سمجھ میں آجائے تو دین کا ہر کام ہمارے لئے آسان ہو جائے۔ اس بے سمجھی کی وجہ سے جو حالات ہمارے سامنے ہیں سب اس سے واقف ہیں۔ اور آج سے پہلے جو حالات تھے وہ بھی سب کے سامنے کتابوں کی شکل میں موجود ہیں۔

بانی دعوت و تبلیغ کی درد بھری شکایت

حضرت مولانا الیاس رحمۃ اللہ علیہ (تبلیغ جماعت کے بانی) فرمایا کرتے تھے کہ جو دین نقوش میں ہے، اسے نفوس میں لانا ہے اور کتابوں سے، انہیں صدور میں لانا ہے۔

حقیقت یہ ہے کہ آج دین کتابوں کی شکل میں گنجانوں میں بند پڑا ہے اور

صحابہ کرامؓ کا وجود ہی دین کا نمونہ تھا۔ انہیں دیکھتے ہی دین کا مفہوم سمجھ میں آجاتا تھا۔ ان کا اٹھنا، بیٹھنا، کھانا پینا، اوڑھنا، بچھونا، شادی بیاہ، خوشی وغمی سب کے سب سنت وشریعت کے عین مطابق تھے۔ جس کی وجہ سے آپس میں الفت، محبت، ہمدردی تھی۔ ایسی صفات حاصل کرنے کے لئے اللہ والوں کی صحبت میں جانا اور اس کی تعلیمات وہدایات کو سننا اور ان پر عمل کرنا کسی نے خوب کہا ہے:۔

تمنا درد دل کی ہے تو کر خدمت فقیروں کی
نہیں ملتا یہ گوہر بادشاہوں کے خزینوں میں
سرخرو ہوتا ہے انسان ٹھوکریں کھانے کے بعد
رنگ لاتی ہے حنا پتھر سے پس جانے کے بعد

یہ نعمت عظمیٰ بادشاہوں کے خزانوں سے نہیں ملتی ہے بلکہ اللہ والوں کی خدمت میں ان کے جوتے سیدھے کرنے سے حاصل ہوتی ہے۔ اور اللہ کے دین کی خاطر اپنے آپ کو پیسنا پڑے گا۔ پسے بغیر سرمہ بھی آنکھ میں لگانے کے قابل نہیں ہوتا۔ پس جانے کے بعد اس قابل ہوتا ہے کہ اسے آنکھوں میں لگایا جائے۔ اس کے بغیر آج کل خصوصاً اس ماحول میں اصلاح نفس بہت مشکل ہے۔ یہ نفس ہی تو ہے جو حضرت انسان کی ابدی راحت وسکون والی زندگی کو ایک چھوٹی سی خواہش پوری کرنے کے لئے تباہ کردیتی ہے۔ اور تعجب کی بات یہ ہے کہ اللہ رب العزت نفس اور شیطان کو انسان کا اصل دشمن دکھا رہے ہیں۔ لیکن پھر بھی ان کی خواہشات کو پورا کرنے میں انسان ہمہ وقت لگا ہوا ہے۔

حضرت امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ نے فرمایا:

''تعجب ہے اس شخص پر جو کہ بیماری کے خوف سے اپنی محبوب غذا چھوڑ دیتے ہیں لیکن خوفِ خدا کی وجہ سے گناہ نہیں چھوڑتے۔''

واقعی بہت بڑا ظلم ہے کہ ڈاکٹر کے کہنے پر تو بندہ اپنی محبوب غذا چھوڑ دیتا ہے۔ اس خوف سے کہ مرض بڑھ جائے گا جس کی وجہ سے موت واقع ہوگی۔ لیکن حقیقی ڈاکٹر (اللہ رب العزت) نے جو پرہیز بتایا ہے ابدی ہلاکت والے مرض سے بچنے کی کوئی تدبیر نہیں سوچتے۔

ایک مسلمان دوسرے مسلمان کے لئے آئینہ ہے

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم المومن مرآة المومن والمومن اخو المومن يكفر عنه ضيعته ويحوطه من ورآئه. (جامع ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے فرمایا ایک مومن دوسرے مومن کا آئینہ ہے اور ایک مومن دوسرے مومن کا بھائی ہے اس کے ضرر کو اس سے دفع کرتا ہے اور اس کے پیچھے اس کی پاسبانی و نگرانی کرتا ہے۔''

فائدہ:

آئینہ کا کام ہے کہ وہ دیکھنے والے کو اس کے چہرے کا ہر داغ و دھبہ اور بدنما

نشان دکھا دیتا ہے اور صرف اسی کو دکھاتا ہے، دوسروں کو نہیں دکھاتا ہے۔

ایک مومن کا دوسرے کے لئے آئینہ ہونے کا مطلب بھی یہی ہے کہ اس کو چاہیے کہ دوسرے بھائی میں جو نامناسب اور قابل اصلاح بات دیکھے وہ پورے خلوص خیر خواہی کے ساتھ اس کو اس پر مطلع کر دے۔ دوسروں میں اس کی تشہیر نہ کرے۔

آگے ارشاد فرمایا کہ:

> ''ہر مسلمان دوسرے مسلمان کا بھائی ہے۔ اس دینی اخوت کے ناطے سے اس کی یہ ذمہ داری ہے کہ اگر اس پر کوئی آفت اور تباہی آنے والی ہو تو وہ مقدور بھر اس کو روکنے اور اس کی زد سے اس کو بچانے کی کوشش کرے اور جس طرح اپنی کسی عزیز ترین چیز کی ہر طرف سے نگرانی کی جاتی ہے، اسی طرح اپنے دینی وایمانی بھائی کی نگرانی کرے۔''

افسوس ہے کہ ہدایت محمدی صلی اللہ علیہ وسلم کے اس اہم باب کو امت نے بالکل ہی فراموش کر دیا ہے۔

بلاشبہ یہ ہمارے ان اجتماعی گناہوں میں سے ہے جن کی پاداش میں ہم صدیوں سے اللہ تعالیٰ کی نصرت ورحمت سے محروم ہیں۔ ہر طرف ٹھوکریں کھا رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہمیں صحیح معنوں میں شریعت وسنت کی مکمل اتباع کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

نصیحت وخیر خواہی

عن ابی ھریرة ص قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الدین النصیحة ثلاث مرار قالوا یا رسول اللّٰہ! لمن قال للّٰہ ولکتابه ولائمة المسلمین وعامتھم.

(جامع ترمذی: ج/۲،ص/۱۴)

''حضرت ابوہریرہ ص سے روایت ہے کہ رسول اللہ نے تین بار دہرا کر فرمایا کہ دین اخلاص وخیر خواہی کا نام ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا یارسول اللہ! کس کی خیر خواہی؟ فرمایا اللہ تعالیٰ کی، اس کی کتاب کی، مسلمانوں کے حکام کی اور عام مسلمانوں کی۔''

فائدہ:

''نصیحت'' عربی زبان میں بڑا جامع لفظ ہے جس کا ترجمہ اردو میں کسی مفرد لفظ سے کرنا مشکل ہے۔ اس کا مفہوم خلوص اور خیر خواہی کے الفاظ سے ادا کیا جاتا ہے یعنی جس کے ساتھ جو معاملہ ہو، خلوص اور خیر خواہی پر مبنی ہو، اس میں کھوٹ اور ملاوٹ کا شائبہ نہ ہو۔

اخلاص وخیر خواہی کے مراتب درجات

۱......امام نوویؒ شرح مسلم میں فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ اخلاص اور خیر خواہی کا حاصل یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ پہ ایمان لانا، اس سے شرک کی نفی کرنا، اس کی

صفات میں کجروی اختیار نہ کرنا، اس کو تمام صفاتِ کمال وجلال کے ساتھ ماننا، اس کو تمام نقائص سے پاک اور منزہ سمجھنا، اس کی طاعت وبندگی بجالانا، اس کی نافرمانی سے پرہیز کرنا، کسی سے صرف اللہ کی خاطر محبت اور اور بغض رکھنا، اس کے فرمانبرداروں سے دوستی اور اس کے نافرمانوں سے دشمنی رکھنا، اس کے ساتھ کفر کرنے والوں کے مقابلہ میں جہاد کرنا، اللہ کی نعمتوں کا اقرار کرنا اور ان پر شکر بجالانا، تمام امور میں اس سے اخلاص کا معاملہ کرنا، تمام اوصافِ مذکورہ کی دعوت اور ترغیب دینا اور تمام لوگوں سے نرم رویہ رکھنا۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ خلوص وخیر خواہی کا معاملہ کرنا درحقیقت خود بندے کا اپنی ذات سے خیر خواہی کرنا ہے ورنہ اللہ تعالیٰ کسی خیر خواہ کی خیر خواہی سے غنی ہیں۔

۲...... کتاب اللہ کے ساتھ خلوص وخیر خواہی کا مطلب ہے اس بات پر ایمان رکھنا کہ یہ اللہ تعالیٰ شانہ کا نازل فرمودہ کلام ہے، مخلوق کا کوئی کلام اس کے مشابہ نہیں، مخلوق میں کوئی اس کی مثل لانے پر قادر نہیں، قرآن کریم کی تعظیم کرنا، خوب اچھی طرح اس کی تلاوت کرنا، تلاوت کے وقت خشوع اختیار کرنا، تلاوت میں حروف والفاظ کو صحیح صحیح ادا کرنا، تحریف کرنے والوں کی غلط تاویلات اور طعنہ کرنے والوں کے طعنہ کا جواب دے کر قرآن کریم کی مدافعت کرنا، قرآن کے تمام مضامین پر ایمان رکھنا، اس کے احکام کو قبول کرنا، اس کے علوم وامثال کو سمجھنا، اس کے مواعظ سے نصیحت حاصل کرنا، اس کے عجیب مضامین اور پہلوؤں پر غور

کرنا، اس کے حکم پر عمل کرنا، اس کے متشابہ کو تسلیم کرنا، اس کے عموم وخصوص اور ناسخ ومنسوخ کی تفتیش کرنا، اس کے علوم کا پھیلانا اور اس کی دعوت دینا۔

۳......رسول اللہ ﷺ کے ساتھ اخلاص وخیر خواہی کے معنی یہ ہیں کہ آنخضرت ﷺ کی رسالت ونبوت کی تصدیق کی جائے، اور جو کچھ آپ ﷺ حق تعالیٰ شانہ کی جانب سے لائے ہیں اس پر ایمان لایا جائے، آپ ﷺ کے امر ونہی کی اطاعت کی جائے، آپ ﷺ کی حیات میں بھی اور بعد از وفات بھی آپ ﷺ کی نصرت ومدد کی جائے، آپ ﷺ کے دوستوں سے دوستی اور آپ ﷺ کے دشمنوں سے دشمنی رکھی جائے، آپ کی تعظیم وتوقیر کی جائے، آپ ﷺ کے طریقہ وسنت کو زندہ کیا جائے، آپ کی دعوت کو پھیلایا جائے اور آپ کی شریعت کی نشر واشاعت کی جائے، اس پر کئے گئے اعتراضات کی نفی کی جائے، علوم شرعیہ کی تحصیل کو شعار بنایا جائے، ان میں تفقہ حاصل کیا جائے، ان کی دعوت وترغیب دی جائے، ان کی تعلیم وتعلم میں شفقت ولطف سے کام لیا جائے، ان کی عظمت وجلالت کو ملحوظ رکھا جائے، ان کی قرأت کے وقت ان کا ادب بجالایا جائے اور بغیر علم کے ان میں گفتگو کرنے سے رکا جائے، علوم شرعیہ کے حاملین کا علم کی نسبت سے احترام کیا جائے، آنخضرت ﷺ کے اخلاق وآداب کو اپنایا جائے، آپ ﷺ کے اہل بیت اور صحابہ رضوان اللہ علیہم سے محبت رکھی جائے، جو شخص آنخضرت ﷺ کی سنت کے مقابلہ میں کوئی بدعت ایجاد کرے یا آپ ﷺ کے صحابہ کرام

رضوان اللہ علیہم اجمعین پر نکتہ چینی کرے اس سے کنارہ کشی کی جائے اور اس نوعیت کے دیگر امور۔

۴......ائمۃ المسلمین (مسلمانوں کے حکام) کی خیر خواہی یہ ہے کہ حق میں ان کی معاونت واطاعت کی جائے، ان کو حق کا مشورہ دیا جائے، لطف ونرمی کے ساتھ ان کو تنبیہ اور یاد دہانی کرائی جائے، مسلمانوں کے جن حقوق سے وہ غافل ہوں یا ان کے علم میں نہ آئے ہوں، ان امور کی ان کو اطلاع دی جائے، ان کے خلاف بغاوت نہ کی جائے اور لوگوں کے قلوب کو ان کی اطاعت کی طرف مائل کیا جائے۔

امام خطابیؒ فرماتے ہیں کہ ان کی خیر خواہی میں یہ بھی داخل ہے کہ ان کے پیچھے نماز پڑھی جائے، ان کی قیادت میں جہاد کیا جائے، ان کے پاس صدقات جمع کرائے جائیں اور اگر ان کی جانب سے ظلم و بے انصافی کا مظاہرہ ہو تب بھی ان کے مقابلہ میں تلوار سونت کر نہ نکلا جائے، ان کی جھوٹی تعریفیں اور خوشامدیں کر کے ان کا دماغ خراب نہ کیا جائے اور ان کے لئے صلاح وفلاح کی دعاء کی جائے۔

علامہ خطابیؒ فرماتے ہیں کہ یہ تمام تقریر اس صورت میں ہے جبکہ ائمۃ المسلمین سے خلفاء وحکام مراد لئے جائیں، یہی معنی زیادہ مشہور ہے اور یہ بھی ہوسکتا ہے کہ اس سے ائمہ دین اور علمائے دین مراد لئے جائیں، اس صورت میں ان کی خیر خواہی کے معنی یہ ہوں گے کہ ان کی روایت کو قبول کیا جائے، احکام شرعیہ میں ان کی پیروی اور تقلید کی جائے اور ان کے ساتھ حسن ظن رکھا جائے۔

۵......عام مسلمانوں کی خیر خواہی یہ ہے کہ دنیا وآخرت کے مصالح میں ان کی راہنمائی کی جائے، ان کی ایذاء رسانی سے بچا جائے، پس دین ودنیا کی جس چیز سے وہ ناواقف ہوں، اس کی ان کو تعلیم دی جائے اور اس میں قول وفعل کے ذریعہ ان کی اعانت کی جائے، ان کے عیوب کی پردہ پوشی کی جائے، ان کی حاجتوں اور ضرورتوں کو پورا کیا جائے، ان سے نقصان دہ چیزوں کو دفع کیا جائے، ان کے منافع کی تحصیل میں کوشش کی جائے، نرمی، اخلاص اور شفقت کے ساتھ ان کو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کیا جائے، بڑوں کی عزت کی جائے، چھوٹوں پر شفقت کی جائے، عمومی نصیحت کے ذریعہ ان کی نگہداشت کی جائے، ان سے کینہ اور حسد نہ کیا جائے، ان کے لئے خیر کی انہی باتوں کو پسند کیا جائے جن کو اپنے لئے پسند کرتا ہے، اور ان کے لئے ان تمام چیزوں کو ناپسند کرے جن کو اپنے حق میں ناپسند کرتا ہے، ان کے مال وآبرو کی حفاظت کی جائے، خیر خواہی کی جو انواع اوپر بیان ہوئی ہیں ان کو ان کے اختیار کرنے کی ترغیب دی جائے اور طاعات وعبادات میں ان کی ہمت افزائی کی جائے۔

مسلمانوں کی خیر خواہی کی تاکید واہمیت

عن جرير بن عبدالله رضى الله تعالىٰ عنه قال بايعت النبى صلى الله عليه وسلم على اقام الصلوٰة وايتاء الزكوٰة والنصح لكل مسلم. (جامع ترمذی: ج/۲، ص/۱۴)

''حضرت جریر بن عبداللہؓ سے روایت ہے کہ میں نے نبی

کریم ﷺ سے نماز قائم کرنے، زکوٰۃ ادا کرنے اور ہر مسلمان
کی خیر خواہی کرنے پر بیعت کی تھی۔''

فائدہ:

صحیح مسلم: ج ۱/ ص ۵۵، کی ایک روایت میں اس حدیث کے یہ الفاظ نقل کئے گئے ہیں۔

بايعت النبي صلى الله عليه وسلم على السمع والطاعة فلقنني فيما استطعت والنصح لكل مسلم.

''میں نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر یہ بیعت کی تھی کہ سمع وطاعت بجالاؤں گا، آنحضرت ﷺ نے مجھے اس کے ساتھ یہ الفاظ تلقین فرمائے کہ ''جس قدر میری استطاعت میں ہوگا۔'' اور ہر مسلمان کی خواہی کروں گا۔''

اس روایت سے آنحضرت ﷺ کی کمال شفقت کا اظہار ہوتا ہے کہ بعض اوقات سمع وطاعت بجالانا آدمی کی حد استطاعت سے خارج ہوتا ہے۔

خیر خواہی کی لازوال مثال

اس حدیث کے ذیل میں امام نوویؒ نے طبرانی کی اس حدیث سے حضرت جریرؓ کا عجیب واقعہ نقل کیا ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ انہوں نے اپنے غلام کو گھوڑا خرید کر لانے کا حکم فرمایا، وہ تین سو میں ایک گھوڑا خرید لایا اور گھوڑا فروخت کرنے والا بھی قیمت وصول کرنے کے لئے ساتھ آیا۔ حضرت جریرؓ نے گھوڑے کو دیکھا تو

مالک سے فرمایا کہ میاں! تمہارا گھوڑا تین سو کا نہیں، اس کے چار سو لیتے ہو؟ اس نے کہا، آپ کی خوشی، پھر فرمایا نہیں بلکہ گھوڑے کی قیمت چار سو سے زیادہ ہے، کیا تم اس کے پانچ سو لینا پسند کرو گے؟ مالک نے کہا آپ کی خوشی، اسی طرح ایک ایک سو کا اضافہ کرتے رہے، بالآخر آٹھ سو میں گھوڑا خرید لیا۔ کسی نے عرض کیا کہ حضور! خریدار تو چیز کی قیمت کم کرایا کرتا ہے یہ آپ نے الٹی بات کی کہ گھوڑے کی قیمت تین سو سے آٹھ سو تک پہنچادی، فرمایا: میں نے آنحضرت ﷺ کے ہاتھ پر بیعت کی تھی ہر مسلمان کی خیر خواہی کیا کروں گا، اگر یہ گھوڑا میرے پاس ہوتا تو آٹھ سے کم میں فروخت نہ کرتا، میں نے آنحضرت ﷺ سے عہد کیا تھا اس کا تقاضہ ہے کہ میں اس مسلمان کی خیر خواہی کرتے ہوئے اس سے کم قیمت میں نہ خریدوں۔

اس سے حضرات صحابہ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی جلالت وعظمت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ وہ آنحضرت ﷺ کے فرمودات کی کیسی تعمیل کرتے تھے اور اس سلسلہ میں اپنے دنیوی مفادات کی قطعاً پروانہیں کرتے تھے۔

ہدیہ، تحفہ محبت، الفت اور تعلقات میں خوشگواری کا نسخہ کیمیاء

عن عائشة رضی الله عنها عن النبی صلی الله علیه وسلم قال تهادوا فان الهدیة تذهب الضغائن. (جامع ترمذی)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا رسول اللہ ﷺ سے روایت کرتی ہیں کہ آپ نے فرمایا آپس میں ہدیے تحفے بھیجا کرو،

ہدیے تحفے دلوں کے کینے ختم کر دیتے ہیں۔''

فائدہ:

تمدنی زندگی میں لین دین کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اپنی کوئی چیز ہدیہ اور تحفہ کے طور پر کسی کو پیش کر دی جائے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے ارشادات میں اس کی بڑی ترغیب دی ہے۔ اس کی یہ حکمت بھی بتائی ہے کہ اس سے دلوں میں محبت و الفت اور تعلقات میں خوشگواری پیدا ہوتی ہے جو اس دنیا میں بڑی نعمت اور بہت سی آفتوں سے حفاظت اور عافیت وسکون حاصل ہونے کا وسیلہ ہے۔

ہدیہ وہ عطیہ ہے جو دوسرے کا دل خوش کرنے اور اس کے ساتھ اپنا تعلق خاطر ظاہر کرنے کے لئے دیا جائے اور اس کے ذریعے رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ یہ عطیہ اور تحفہ اگر اپنے کسی چھوٹے کو دیا جائے تو اس کے ساتھ اپنی شفقت کا اظہار ہے اگر کسی دوست کو دیا جائے تو یہ ازدیاد محبت کا وسیلہ ہے۔ اگر کسی ایسے شخص کو دیا جائے جس کی حالت کمزور ہے تو یہ اس کی خدمت کے ذریعے اس کی تطییب خاطر کا ذریعہ ہے اور اگر اپنے کسی بزرگ اور محترم کو پیش کیا جائے تو ان کا اکرام ہے اور نذرانہ ہے۔

اگر کسی کو ضرورت مند سمجھ کر اللہ کے واسطے اور ثواب کی نیت سے دیا جائے تو یہ ہدیہ نہ ہوگا صدقہ ہوگا۔ ہدیہ جب ہی ہوگا جبکہ اس کے ذریعے اپنی محبت اور اپنے تعلق خاطر کا اظہار مقصود ہو اور اس کے ذریعے رضائے الٰہی مطلوب ہو۔ ہدیہ اگر اخلاص کے ساتھ دیا جائے تو اس کا ثواب صدقہ سے کم نہیں بلکہ بعض اوقات زیادہ

ہوگا۔ ہدیہ اور صدقہ کے اس فرق کا نتیجہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ ہدیہ شکریہ اور دعا کے ساتھ قبول فرماتے اور اس کو خود بھی استعمال فرماتے تھے اور صدقہ کو بھی اگر چہ شکریہ کے ساتھ قبول فرماتے اور اس پر دعائیں بھی دیتے لیکن خود استعمال نہیں فرماتے تھے دوسروں ہی کو مرحمت فرما دیتے تھے۔

افسوس ہے کہ امت میں باہم مخلصانہ ہدیوں کے لین دین کا رواج بہت ہی کم ہوگیا ہے۔ بعض خاص حلقوں میں بس اپنے بزرگوں، عالموں، مرشدوں کو ہدیہ پیش کرنے کا تو کچھ رواج ہے لیکن اپنے عزیزوں، قریبوں، پڑوسیوں وغیرہ کے ہاں ہدیہ بھیجنے کا رواج بہت ہی کم ہے حالانکہ قلوب میں محبت و الفت اور تعلقات میں خوشگواری اور زندگی میں چین و سکون پیدا کرنے اور اسی کے ساتھ رضائے الٰہی حاصل کرنے کے لئے یہ رسول اللہ ﷺ کا بتایا ہوا نسخہ کیمیاء تھا۔

ہدیہ، تحفہ کو معمولی نہ سمجھیں

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال تهادوا فان الهدية تذهب وحر الصدر و لاتحقرن جارة لجارتها و لو شق فرسن شاة.

(جامع ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ ص رسول اللہ ا سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے ارشاد فرمایا کہ آپس میں ہدیے تحفے دیا کرو، یہ سینوں کی کدورت و رنجش دور کردیتا ہے اور ایک پڑوسن دوسری

پڑوسن کے ہدیہ کے لئے بکری کے کُھر کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر
اور کمتر نہ سمجھے۔"

فائدہ:

ہدیے تحفے دینے سے باہمی رنجشوں اور کدورتوں کا دور ہونا' دلوں میں جوڑ' تعلقات میں خوشگواری پیدا ہونا بدیہی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ اس زریں ہدایت پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ حضرت ابو ہریرہ ؓ کی حدیث میں جو یہ اضافہ ہے کہ ایک پڑوسن دوسری پڑوسن کے لئے بکری کے کُھر کے ٹکڑے کے ہدیہ کو بھی حقیر نہ سمجھے۔ اس سے حضور ﷺ کا مقصد بظاہر یہ ہے کہ ہدیہ دینے کے لئے یہ ضروری نہیں کہ بہت بڑھیا ہی چیز ہو اگر اس کی پابندی اور اس کا اہتمام کیا جائے گا تو ہدیہ دینے کی نوبت بہت کم آئے گی۔ اس لئے بالفرض اگر گھر میں بکری کے پائے پکے ہیں تو پڑوسن کو بھیجنے کے لئے اس کے ایک ٹکڑے کو بھی حقیر نہ سمجھا جائے وہی بھیج دیا جائے۔

واضح رہے کہ یہ ہدایت اس حالت میں ہے جب اطمینان ہو کہ پڑوسن خوشی کے ساتھ قبول کرے گی اور اس کو اپنی توہین و تذلیل نہ سمجھے گی۔ رسول ﷺ کے زمانے میں ماحول ایسا ہی تھا۔

تحفوں کا تبادلہ مسنون ہے

عن عائشة قالت كان النبى صلى الله عليه و سلم يقبل

الھدیة و یثیب علیھا۔ (صحیح بخاری)

''حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان فرماتی ہیں کہ رسول اللہ کا معمول و دستور تھا کہ آپ ہدیہ وتحفہ قبول فرماتے تھے اور اس کے جواب میں خود بھی عطا فرماتے تھے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ حضور ﷺ کو جب کوئی محبّ و مخلص ہدیہ پیش کرتا تو آپ خوشی سے قبول فرماتے تھے اور اللہ تعالیٰ کے ارشاد:

ھل جزاء الاحسان الا الاحسان۔

کے مطابق اس ہدیہ دینے والے کو خود بھی ہدیے اور تحفے سے نوازتے تھے (خواہ اسی وقت عنایت فرماتے یا دوسرے وقت) آپ ﷺ نے امت کو بھی اس طرز عمل کی ہدایت فرمائی ہے اور بلاشبہ مکارم اخلاق کا تقاضا یہی ہے لیکن افسوس ہے کہ امت میں بلکہ خواص امت میں بھی اس کریمانہ سنت کا اہتمام بہت کم نظر آتا ہے۔

ہدیہ کے بدلے دعا

عن جابر عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال من اعطی عطاء فوجد فلیجزبه و من لم یجد فلیثن فان من اثنی فقد شکر و من کتم فقد کفر و من تحلی بما لم یعط

کان کلا بس ثوبی زور.

(جامع ترمذی)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ جس شخص کو ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر اس کے پاس بدلہ میں دینے کے لئے کچھ موجود ہو تو وہ اس کو دے دے اور جس کے پاس بدلہ میں تحفہ دینے کے لئے کچھ نہ ہو تو وہ (بطور شکریہ کے) اس کی تعریف کرے اور اس کے حق میں کلمۂ خیر کہے جس نے ایسا کیا اس نے شکریہ کا حق ادا کر دیا اور جس نے ایسا نہیں کیا اور احسان کے معاملے کو چھپایا تو اس نے ناشکری کی اور جو کوئی اپنے کو آراستہ دکھائے اس صفت سے جو اس کو عطا نہیں ہوئی تو وہ اس آدمی کی طرح ہے جو دھوکے فریب کے دو کپڑے پہنے۔''

فائدہ:

اس حدیث میں رسول اللہ ﷺ نے ہدایت فرمائی ہے کہ جس کو کسی محبّ کی طرف سے ہدیہ تحفہ دیا جائے تو اگر ہدیہ پانے والا اس حال میں ہو کہ اس کے جواب اور صلہ میں ہدیہ تحفہ دے سکے تو ایسا ہی کرے اور اگر اس کی قدرت نہ ہو تو اس کے حق میں کلمہ خیر کہے اور اس کے اس احسان کا دوسروں کے سامنے بھی تذکرہ کرے۔ اللہ تعالیٰ کے ہاں اس کو بھی شکر سمجھا جائے گا اور جو شخص ہدیہ تحفہ پانے کے بعد اس کا اخفا کرے زبان سے ذکر تک نہ کرے ''جزاک اللہ'' جیسا کلمہ بھی نہ کہے تو وہ کفران

نعمت اور ناشکری کا مرتکب ہوگا۔

بہروپیوں سے ہوشیار

حدیث کے آخری جملے ”ومن تحلی الخ “ کا مطلب بظاہر یہ ہے کہ جو شخص اپنی زبان یا طرز عمل یا خاص قسم کے لباس وغیرہ کے ذریعے اپنے اندر وہ کمال (مثلاً عالمیت یامشیخیت) ظاہر کرے جو اس میں نہیں ہے تو وہ اس دھوکہ باز اور فریبی بہروپیے کی طرح ہے جو لوگوں کو دھوکہ دینے کے لئے باعزت اور باوقار لوگوں کا سا لباس پہنے۔

بعض شارحین حدیث نے لکھا ہے کہ عرب میں کوئی شخص تھا جو نہایت گھٹیا اور ذلیل درجہ کا آدمی تھا لیکن وہ باعزت اور باوقار لوگوں کے جیسا نفیس اور شاندار کپڑے پہنتا تھا تاکہ اس کو معززین میں سے سمجھا جائے اور اس کی گواہی پر اعتبار کیا جائے حالانکہ وہ جھوٹی گواہیاں دیتا تھا۔ اسی کو ”لابس ثوبی زور “ کہا گیا ہے۔

ہدیہ تحفہ سے متعلق مذکورہ بالا ہدایت کے ساتھ اس آخری جملہ وفرمان سے حضور ﷺ کا مقصد غالباً یہ ہے کہ کوئی شخص جس میں وہ کمالات اور وہ اوصاف نہ ہوں جن کی وجہ سے لوگ ہدیہ وغیرہ پیش کرنا سعادت سمجھتے ہیں۔ ایسا شخص اگر لوگوں کے ہدیے تحفے حاصل کرنے کے لئے اپنی باتوں اور اپنے لباس اور اپنے طرز زندگی سے وہ کمالات اور اوصاف اپنے لئے ظاہر کرے تو یہ فریب اور بہروپیا پن ہوگا اور یہ آدمی اس ”لابس ثوبی زور “ کی طرح مکار اور دھوکے باز ہوگا۔ (واللہ اعلم)

محسن کا شکریہ گزاری

عن ابی هريرة قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من لم يشكر الناس لم يشكر الله. (جامع ترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس نے احسان کرنے والے بندہ کا شکریہ ادا نہیں کیا اس نے اللہ کا بھی شکر ادا نہیں کیا۔''

فائدہ:

بظاہر حدیث کا مطلب یہ ہے کہ چونکہ اللہ تعالیٰ کا یہ حکم ہے کہ جس بندے کے ہاتھ سے کوئی ہدیہ تحفہ کوئی نعمت ملے یا وہ کسی طرح کا بھی احسان کرے تو اس کا شکریہ ادا کیا جائے اور اس کے لئے کلمہ خیر کہا جائے تو جس نے ایسا نہیں کیا اس نے خدا کی بھی ناشکری اور نافرمانی کی۔ بعض شارحین نے اس حدیث کا یہ مطلب بھی بیان کیا ہے کہ جو احسان کرنے والے بندوں کا شکر گزار نہ ہوگا وہ ناشکری کی اس عادت کی وجہ سے اللہ کا بھی شکر گزار نہ ہوگا۔

محسن کی قدر شناسی کیجئے

عن اسامة بن زيد قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم من صنع اليه معروف فقال لفاعله جزاك الله خيراً فقد

ابلغ فی الثناء. (جامع ترمذی)

''حضرت اسامہ بن زید ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جس آدمی پر کسی نے کوئی احسان کیا اور اس نے اس محسن کے لئے یہ کہہ کے دعا کی کہ ''جزاک اللہ خیراً'' (اللہ تعالیٰ تم کو اس کا بہتر بدلہ اور صلہ عطا فرمائے) تو اس نے (اس دعائیہ کلمہ ہی کے ذریعے) اس کی پوری تعریف بھی کردی۔''

فائدہ:

''جزاک اللہ خیراً'' بظاہر صرف دعائیہ کلمہ ہے لیکن اللہ کا بندہ جب کسی احسان کرنے والے کے لئے ان الفاظ میں دعا کرتا ہے تو گویا وہ اس کا اظہار و اعتراف کرتا ہے کہ میں اس کا بدلہ دینے سے عاجز ہوں بس میرا کریم پروردگار ہی تم کو اس کا اچھا بدلہ دے سکتا ہے۔ میں اسی سے عرض و استدعا کرتا ہوں کہ تمہارے اس احسان کا وہ اپنی شان عالی کے مطابق بہتر بدلہ عطا فرمائے۔ اس طرح اس دعائیہ کلمہ میں اس احسان کرنے والے کی تعریف اور اس کے احسان کی قدرشناسی بھی مضمر ہے۔

صحابہ ﷺ کی اخوت ومحبت

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال لما قدم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم المدینۃ اتاہ المھاجرون فقالوا یارسول اللہ مار اینا قوما ابذل من کثیر ولا احسن مواساۃ من قلیل من قوم نزلنا بین اظھرھم لقد کفونا المونۃ واشرکونا فی

المهنة حتى لقد خفنا ان يذهبوا بالاجر كله فقال لا ما دعوتم الله لهم واثنيتم عليهم. (جامع ترمذی)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ جب رسول ﷺ ہجرت کر کے مدینہ تشریف لائے (اور مہاجرین نے انصار کی میزبانی اور ان کے ایثار کا تجربہ کیا) تو ایک دن مہاجرین نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کیا کہ ہم نے کہیں ایسے لوگ نہیں دیکھے جیسے یہ لوگ ہیں جن کے ہاں آ کے ہم اترے ہیں (یعنی انصار مدینہ) اگر مال کی فراوانی ہو تو اس کو (فراخ حوصلگی اور دریا دلی سے ہماری میزبانی پر) خوب خرچ کرنے والے اور (کسی کے پاس) تھوڑا ہو تو اس سے بھی ہماری غم خواری اور مدد کرنے والے انہوں نے محنت مشقت کی ساری ذمہ داری ہماری طرف سے بھی اپنے ذمہ لے لی ہے اور منفعت میں ہم کو شریک کر لیا ہے (ان کے اس غیر معمولی ایثار سے) ہم کو اندیشہ ہے کہ سارا اجر و ثواب انہی کے حصہ میں آ جائے (اور آخرت میں ہم خالی ہاتھ رہ جائیں) آپ ﷺ نے فرمایا نہیں ایسا نہیں ہوگا جب تک اس احسان کے عوض تم ان کے حق میں دعا کرتے رہو گے اور ان کے لئے کلمہ خیر کہتے رہو گے۔''

فائدہ:

جب رسول اللہ ﷺ مکہ معظمہ سے ہجرت فرما کے مدینہ پاک تشریف لے

گئے اور آپ کے ساتھ مہاجرین کی بھی اچھی خاصی جمعیت تھی جو آپ ﷺ سے پہلے یا آپ ﷺ کے بعد اپنے اپنے گھر چھوڑ کے مدینہ طیبہ آئے تو جیسا کہ معلوم ہے ابتدائی ایام میں ان سب کو مدینہ طیبہ کے انصار نے للہ فی اللہ اپنا مہمان بنالیا۔ کھیتی باڑی اور دوسرے کاموں میں خود محنت کرتے اور جو کچھ حاصل ہوتا اس میں مہاجرین کو شریک کر لیتے۔ ان انصار میں اچھے دولت مند بھی تھے اور نادار غرباء بھی لیکن اپنی اپنی حیثیت کے مطابق مہاجرین کی خدمت میں سب حصہ لیتے جو دولت مند تھے وہ پوری دریا دلی سے مہاجرین پر اپنی دولت بے دریغ خرچ کرتے اور جو غرباء تھے وہ بھی اپنا پیٹ کاٹ کے ان کی خدمت اور مہمانداری کرتے تھے۔ اس صورت حال سے مہاجرین کے دلوں میں یہ خیال آیا کہ کہیں ایسا نہ ہو کہ انصار کے اس غیر معمولی ایثار و احسان کی وجہ سے ہماری ہجرت اور عبادات وغیرہ کا ثواب بھی ہمارے انہی محسن میزبانوں کے حصے میں آجائے اور ہم خسارہ میں رہیں۔

انہوں نے حضور ﷺ کی خدمت میں اپنا یہ خدشہ عرض کیا تو آپ ﷺ نے اطمینان دلایا کہ ایسا نہ ہوگا۔ شرط یہ ہے کہ تم ان کے اس احسان کے عوض ان کے لئے اللہ تعالیٰ سے دعائیں اور دل و زبان سے ان کے احسان کا اعتراف اور شکر گزاری کرتے رہو۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اتنے ہی عمل کو ان کے احسان کے بدلے اور شکریے کے طور پر قبول فرمالے گا اور تمہاری طرف سے ان کے اس احسان و ایثار کا پورا بدلہ اپنے خزانہ کرم سے عطا فرمائے گا۔

وآخر دعوانا ان الحمدللہ رب العالمین

بدامنی اور خون ریزی اسلام کی روشنی میں

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

انسانی جان کی قدر و قیمت

''عمرو بن احوص ؓ فرماتے ہیں
کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں
سے پوچھا یہ کونسا دن ہے؟ تو جواب ملا، حج اکبر کا دن،
فرمایا: تمہاری جان و مال اور عزتیں آپس میں ایسے ہی
حرام ہیں جیسے اس ان کی حرمت اس مہینے میں۔''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ نحمدہ علیٰ ما انعم وعلّمنا مالم نعلم والصّلوٰۃ علیٰ افضل الرسل واکرم. وعلی آلہ وصحبہ وبارک وسلم. اما بعد!

حفاظتِ جان اور اس کی قدر و قیمت اسلام میں

امن وسلامتی کے چند بنیادی اجزا یہ ہیں:

(۱...... جان محفوظ ہو۔

(۲...... عزت وآبرو پر کوئی ہاتھ ڈالنے کی جرأت نہ کرے۔

(۳...... جائیداد وملکیت اور دولت میں کوئی بلا اجازت تصرف نہ کرے۔

(۴...... عقل درست رہے اور اخلاق پاکیزہ ہوں۔

جن لوگوں نے اسلام کا مطالعہ گہری نظر سے کیا ہے، وہ جانتے ہیں کہ اسلام نے ان تمام چیزوں کی پوری رعایت کی ہے۔ دنیا میں سب سے زیادہ قابلِ حفاظت اور لائقِ اہمیت انسانی جان ہے، غریب ہو یا امیر، سلطان ہو یا گدا، بچہ ہو یا جوان، مرد ہو یا عورت، شہر کا رہنے والا ہو یا دیہات کا باشندہ، تعلیم یافتہ ہو یا جاہل، پھر وہ اونچے خاندان کا چشم وچراغ ہو، یا محتاج دست نگر گھرانے

کا، مسلم ہو یا غیر مسلم، تندرست ہو یا بیمار و ناکارہ۔ ہر ایک کو ایک وفادار شہری کی حیثیت سے حق حاصل ہے، کہ وہ ملک میں آزادی کے ساتھ رہے۔ آسودہ زندگی گذارے۔ اپنے خیال وعقیدے میں اس کو آزادی ہو، کوئی پابندی نہ ہو، اور ہر خطرہ واندیشہ سے اس کا دل مطمئن ہو۔

اسلام سے پہلے قتل وخونریزی عام تھی، اس سے بھی بہت زیادہ جو حالت آج پاکستان میں ہے، ہمارے اس ملک میں مذہب اور ردِ عمل کے نام پر قتل وخونریزی کا بازار گرم ہے، اور وہاں خاندان اور وطن کے نام پر سب کچھ ہو رہا تھا۔ اسلام سے پہلے دنیا کے جو حالات تھے، اُس سے قطع نظر انسانی جانوں کے سلسلہ میں عرب کا جو حال تھا یہاں اس کا تذکرہ ضروری ہے۔

قتل وخونریزی کی گرم بازاری

عرب میں بچیاں زندہ درگور کردی جاتی تھیں، بچے فاقہ کے خطرہ سے قتل کردیئے جاتے تھے اور یہی نہیں بلکہ ذرا سی بات پر خاندان کا خاندان کٹ مرتا تھا، پیغمبر اسلام ﷺ نے پوری قوت سے ان کے ان جذبات کی روک تھام کی۔

انسانوں میں قتل وخونریزی بڑی کثرت سے ہوتی رہی ہے، اور قرآن سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتنہ وفساد اور خونریزی شاید انسان کا محبوب مشغلہ ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام کی خلافت ارضی کے اعلان کے وقت فرشتوں نے عرض کیا تھا:۔

اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ. (سورہ بقرہ: ۳۰)

''کیا آپ پیدا کریں گے زمین پر ایسے لوگوں کو جو فساد کریں گے اور

خونریزیاں کریں گے۔"

پھر حضرت عیسیٰ علیہ السلام اور آنحضرت ﷺ کی درمیانی مدت میں انسانی دنیا پونے چھ سو برس انبیاء کرام سے محروم رہی جو انسانوں کے جذبات کو صحیح رخ پر لگاتے اور ان میں اعتدال پیدا کرتے، اس لئے انسانوں میں اور بھی بہت زیادہ بے اعتدالی آگئی۔

اسلام سے پہلے خونخواری

اگر اختصار کے ساتھ ہم ان حالات کی طرف اشارہ بھی کریں تو کہنا پڑے گا کہ پوری دنیا شر ور وفتن کی آماجگاہ بنی ہوئی تھی، امن وامان ناپید تھا، صلح وآشتی کا نام ونشان مٹ چکا تھا، یکجہتی ویگانگت کو لوگ بھول چکے تھے، اور ان کی جگہ فتنہ وفساد کی گرم بازاری تھی، قتل وخوں ریزی کا عام چرچا تھا اور رہزنی ووحشت نے امن وسکون کو خاکستر کر رکھا تھا جو قوی تھے کمزوروں کو قتل کرڈالتے تھے، اور ناممکن تھا کہ کوئی سرمایہ لے کر تنہا ایک جگہ سے دوسری جگہ بے خطر چلا جائے۔

خود غرضی ونفس پرستی کا یہ حال تھا کہ نہ باپ اپنے معصوم بچوں پر ترس کھاتا اور نہ مائیں اپنی ننھی منھی بچیوں سے محبت اور پیار کرتی تھیں، نہ ایک پڑوسی دوسرے پڑوسی کا احترام کرتا تھا، بلکہ ایک انسان دوسرے انسان سے محبت واخوت کا سلوک فراموش کر چکا تھا۔

قرآن پاک نے ان کے ان عیوب کی طرف بڑا بلیغ اشارہ کیا ہے اور ساتھ ہی امن وامان کے بنیادی پتھر کی نشاندہی بھی کی ہے۔

وَ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَاءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖ اِخْوَانًا.

(سورہ آل عمران: ۱۱)

''اورتم پر جو اللہ کا انعام ہے اس کو یاد کرو جب کہ تم آپس میں ایک دوسرے کے دشمن تھے، اس نے تمہارے درمیان الفت ومحبت پیدا کردی، تم خدا کے انعام سے آپس میں بھائی بھائی ہو گئے۔''

قرآن کری نے سنگ دل ماں اور بے رحم باپ کے ظلم کی طرف اشارہ کرتے ہوئے اعلان کیا۔

وَ اِذَا الْمَوْءُدَةُ سُئِلَتْ بِاَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ. (سورہ التکویر: ۱)

''اور (اس وقت کو یاد کرو) جب زندہ گاڑی ہوئی لڑکی سے پوچھا جائیگا کہ وہ کس جرم میں زندہ درگور کی گئی تھی۔''

بچوں کا قتلِ ناحق

جہاں بچوں کے قتل سے رب العالمین نے منع فرمایا ہے، وہیں سے یہ بات بھی ثابت ہوتی ہے کہ اہل مکہ فقر وفاقہ کو حیلہ بنا کر قتل ناحق کا خون اپنی گردن پر اٹھاتے تھے۔ قرآن میں مشرکین کی اس رسم قبیح کا صراحۃ بیان ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ شیاطین نے ان کی عقلوں پر قبضہ کر رکھا تھا۔ ارشاد ربانی ہے:۔

وَ كَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآءُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَ لِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ. (سورہ الانعام: ۱۲)

”اوراسی طرح اکثر مشرکوں کی نگاہ میں ان کے مقرر کردہ معبودوں نے ان کی اولاد کا قتل کرنا بھلا کر کے دکھایا تا کہ وہ ان مشرکوں کو ہلاک کریں اوران کے دین کوان پر مشتبہ کردیں“۔

علامہ ابن کثیرؒ لکھتے ہیں:۔

کذالک زینوا لهم قتل اولادهم خشیة الاملاق و وأد البنات خشیة العار. (تفسیر ابن کثیر: ج/۲،ص/۱۸۹)

”ایسا ہی شیاطین نے ان مشرکوں کی نگاہ میں فقروفاقہ کے اندیشہ سے اولاد کا قتل اور ننگ وعار کے (موہوم) خطرے سے بچیوں کا زندہ درگور کرنا محبوب مشغلہ بنا رکھا تھا“

نسل کشی کا رواج، ظلم کا راج

شیطان نے انسانوں کی عقل پر پردہ ڈال رکھا تھا جس کا نتیجہ یہ تھا کہ یہ بیوقوفی اور حماقت میں مبتلا تھے، اوراپنے ہاتھوں اپنے آپ کو تباہ کرر ہے تھے، سوچئے انسان اپنی نسل کو ترقی دیتا ہے، ساری مصیبتیں جھیل کر بال بچوں کی پرورش کرتا ہے، مگران کا حال یہ تھا کہ یہ خوداپنے ہاتھوں اپنی نسل کشی کے فرائض انجام دے رہے تھے، قرآن نے ان کی اس حماقت کا بھی تذکرہ کیا ہے، ارشاد ہے:۔

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ قَدْ ضَلُّوْا وَ مَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ. (الانعام:۱۶)

''بے شک وہ لوگ گھاٹے میں ہیں جنہوں نے ناسمجھی میں بغیر جانے بوجھے اپنی اولاد کو قتل کیا اور اللہ پر جھوٹ باندھ کر ان چیزوں کو حرام ٹھہرایا جو اللہ نے ان کو روزی دی تھی۔ بے شک وہ بہک گئے اور راہ پر نہ آئے۔''

بچیوں کا قتل تو عام تھا کہ یہ بیچاریاں باعث ننگ وعار سمجھی جاتی تھیں، لیکن حد یہ ہے کہ بچوں کے قتل پر بھی جری تھے، جس میں ننگ وعار کی کوئی بات نہ تھی۔ محض فقر کا خطرہ تھا، اور خطرہ بھی کیا بلکہ یوں کہیے صرف شیطانی وسوسہ۔

اِنَّھُمْ کَانُوْا یقتلون اولادھم کما سولت لھم الشیاطین ذالک فکانوا یئدون البنات. وربما قتلوا بعض الذکور خشیة الا فتقار. (ابن کثیر: ج/۲، ص/۱۸۸)

''یہ مشرکین اپنی اولاد کو قتل کر دیا کرتے تھے جس کا شیطانوں نے ان کو سبق پڑھا رکھا تھا، بچیوں کو زندہ درگور کر دینے کا رواج تو تھا ہی، حد یہ ہے کہ بسا اوقات محتاجی کے اندیشہ سے بعض اپنے لڑکوں کو موت کے گھاٹ اتار دیا کرتے تھے۔''

اسلام کا اصلاحی قانون

اسلام نے ان لوگوں کو سختی کے ساتھ بچوں کے قتل سے روکا اور فقر وفاقہ کا جو شیطانی وسوسہ ان پر مسلط تھا، اسے دور کیا، ان کو یقین دلایا کہ ساری مخلوق کا رزق، رب العالمین کے ذمہ ہے اور ہر ایک کی روزی کا سامان وہی کرتا ہے۔

وَ مَا مِنْ دَابَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰہِ رِزْقُھَا. (ھود: آیت/۱)

''اور زمیں پر کوئی ذی روح چلنے پھرنے والا ایسا نہیں جس کی روزی اللہ کے ذمہ نہ ہو۔''

بچوں کے قتل کی وجوہات اور سد باب

رب العالمین نے قتل اولاد سے صراحت کے ساتھ منع کیا۔ اور بتایا کہ وہ خدشہ غلط ہے جس کی وجہ سے ماں باپ اپنی اولاد پر ستم ڈھاتے اور جان سے مار ڈالتے ہیں۔

ارشاد ربانی ہے:۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ مِنْ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ.

(الانعام: آیت/ ۱۹)

''اور تنگدستی کے سبب سے اپنی اولاد کو قتل نہ کیا کرو، ہم ہی تم کو بھی روزی دیتے ہیں اور ان کو بھی۔''

انسان کی خام عقلی ملاحظہ کیجئے کہ اس نے اپنے کو رزاق سمجھ رکھا تھا حالانکہ وہ خود بھی اس سلسلہ میں ہمیشہ محتاجِ محض رہا ہے، آخر ایک دن وہ بھی بچہ تھا اور دوسروں کی پرورش میں، پھر کیوں نہ سوچتا کہ وہ کس طرح اپنے پاؤں پر کھڑا ہوا، پروردگار عالم کا احسان ہے کہ اس نے انسانوں کو اپنے خاص انداز میں جھنجوڑا اور یقین دلایا کہ جس طرح ہم نے تم کو روزی دی اور اس درجہ تک پہنچایا، اسی طرح تمہارے بچوں کی پرورش و پرداخت اور رزق کا بھی سامان ہوگا۔ تم اس فکر میں اپنے کو نہ ڈالو اور امن و امان کے خلاف جس فتنہ و فساد کی مشق بہم پہنچا رہے ہو اسے فوراً بند کردو۔ پھر سوچو تو

سہی کہ محض ایک شبہ کی وجہ سے جو شیطانی پیداوار ہے، بچوں کا قتل کون سی دانشمندی ہے۔ چنانچہ دوسری جگہ اسی مسئلہ کو اس طرح بیان فرمایا:

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْأً كَبِيْرًا ۔ (بنی اسرائیل: آیت ۳۱)

''اور اپنی اولاد کو محتاجی کے خوف سے قتل نہ کیا کرو، ہم ہی ان کو بھی روزی دیتے ہیں اور تم کو بھی، بیشک اولاد کا قتل کرنا بڑا بھاری گناہ ہے۔''

عرب میں قتل اولاد کی بنیادی وجہیں دو تھیں۔ ایک افلاس یعنی جو کوئی مفلس ہوتا وہ بچہ کو قتل کر دیتا کہ ہم تو خود پریشاں حالی سے زندگی گذارتے ہیں اس کی پرورش کس طرح ہو پائے گی۔

دوسرے افلاس کا خطرہ یعنی وہ شخص بھی بچوں کو قتل کر دیا کرتا تھا، جو خود کھاتا پیتا ہوتا، مگر اس کو محض یہ اندیشہ ہوتا کہ کہیں بچوں کے بڑھ جانے سے فقر و فاقہ کی نوبت نہ آ جائے جیسا کہ ہمارے اس زمانہ میں بھی عام طور پر روشن خیال حضرات سوچنے لگے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان دونوں وسوسوں سے سختی کے ساتھ منع کیا۔

قتل و خونریزی اور اسلامی تعلیمات

اسلام نے قتل اور خونریزی کو اولاً ترغیب و ترہیب کے ذریعہ بند کرنے کی کوشش کی اور لوگوں کے دلوں میں خون ناحق کی برائی بٹھائی، پھر ان مفاسد پر روشنی ڈالی جو خونِ ناحق سے پیدا ہوتے ہیں، ساتھ ہی امن و امان سے اس کا جو گہرا رشتہ ہے اسے اجاگر کیا تاکہ انسان گناہ سے اپنے آپ کو بچائے، قتل کی حرمت کے سلسلہ

میں ارشاد ربانی ہے:۔

وَ لَا تَقْتُلُوْا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰہُ اِلَّا بِالْحَقِّ.

(بنی اسرائیل: آیت/۴)

”جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ نے حرام کیا ہے اس کو قتل نہ کرو۔ مگر ہاں حق شرعی کے ساتھ۔“

آگے اس کا بیان ہے کہ مقتول کے وارث شرعاً قصاص کا اختیار رکھتے ہیں، مگر چونکہ بعثتِ نبوی ﷺ سے پہلے ردعمل کے نام پر بدلہ سود در سود لیا جاتا تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے مقتول کے وارث کو اس طرح کی زیادتی سے روکا۔ کیونکہ اگر یہ اعتدال نہ ہو تو قصاص کا منشاء ہی فوت ہو جائے گا۔ مقتول کے وارث غم وغصہ میں عموماً اعتدال سے تجاوز کر کے قاتل کے علاوہ دوسروں کو بھی پھنسانے کی کوشش کرتے ہیں۔ کبھی ایک کی جگہ کئی کے قتل کا منصوبہ بناتے اور کبھی قاتل کے ہاتھ پاؤں کاٹ ڈالتے تھے، اس لئے ان پر قید وبند لگانی ضروری تھی، چنانچہ ارشاد الٰہی ہے:۔

وَ مَنْ قُتِلَ مَظْلُوْمًا فَقَدْ جَعَلْنَا لِوَلِیِّہٖ سُلْطَانًا فَلَا یُسْرِفْ فِی الْقَتْلِ اِنَّہٗ کَانَ مَنْصُوْرًا. (بنی اسرائیل: آیت/۴)

”اور جو شخص ظلم سے مارا جائے، ہم نے اس کے وارث کو غلبہ دیا ہے تو اس کو چاہئے کہ وہ قتل میں (یعنی بدلہ لینے میں) زیادتی نہ کرے، بلاشبہ اس کی مدد کی گئی ہے۔“

حضرت تھانوی رحمۃ اللہ علیہ اپنے تفسیری ترجمہ میں تحریر فرماتے ہیں:

”اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے قواعد شرعیہ کی رو سے حرام

فرمایا ہے، اس کو قتل مت کرو، ہاں مگر حق پر قتل کرنا درست ہے، یعنی جب وجوب یا اباحتِ قتل کا کوئی سبب شرعی پایا جائے اور اس وقت وہ ''حرم اللہ'' میں داخل نہیں، اور جو شخص ناحق قتل کیا جائے تو ہم نے اس کے وارثِ حقیقی یا حکمی کو قصاص لینے کا شرعاً اختیار دیا ہے سو اس کو قتل کے بارے میں حدِ شرع سے تجاوز نہ کرنا چاہئے، یعنی قاتل کے علاوہ کسی اور کو قتل نہ کرے، کیونکہ وہ شخص زیادتی نہ کرنے کی صورت میں تو شرعاً طرف داری کے قابل ہے، اور زیادتی کرنے سے فریق ثانی طرفداری کے قابل ہو جائیگا، اس لئے زیادتی کر کے مظلومیت سے خارج نہ ہونا چاہئے۔''

نیک بندے خونریزی نہیں کرتے

اللہ تعالیٰ نے جہاں اپنے نیک بندوں کے اوصاف گنائے ہیں، وہاں ان کے اوصاف میں یہ بھی شمار کیا ہے کہ وہ قتلِ ناحق سے بچتے ہیں۔

وَ الَّذِیْنَ لَایَدْعُوْنَ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ وَ لَایَقْتُلُوْنَ النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ لَایَزْنُوْنَ وَ مَنْ یَّفْعَلْ ذٰلِكَ یَلْقَ اَثَامًا یُّضٰعَفْ لَهُ الْعَذَابُ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ وَیَخْلُدْ فِیْهٖ مُهَانًا.

(الفرقان: آیت ر ٦)

''اور (اللہ کے بندے مؤمن وہ ہیں) جو کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی اور معبود کی پرستش نہیں کرتے اور جس شخص کے قتل کرنے کو اللہ تعالیٰ نے حرام فرمایا ہے، اس کو قتل نہیں کرتے مگر حق شرعی کے ساتھ، اور وہ زنا نہیں کرتے، اور جو شخص یہ کام کریگا وہ گناہ میں پڑے گا (اور) سزا سے

سابقہ پڑیگا قیامت کے دن اس کا عذاب بڑھتا چلا جائیگا اور اس عذاب میں ہمیشہ ہمیشہ ذلیل وخوار ہوکر رہے گا۔"

جس کا مطلب یہ ہوا کہ اللہ کے محبوب بندے جس طرح شرک وکفر سے بیزار ہوتے ہیں، قتل ناحق سے بھی الگ تھلگ رہتے ہیں، اور ناحق خون بہانا ایمان کے منافی سمجھتے ہیں۔

قتل ناحق کی حرمت

قرآن نے جہاں حرام کاموں کی تفصیل بیان کی ہے، وہاں ان حرام کاموں میں قتل ناحق کو بھی شمار کیا ہے۔ رب العزت کا ارشاد ہے:۔

وَلَاتَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِیْ حَرَّمَ اللّٰهُ اِلَّا بِالْحَقِّ ذٰلِکُمْ وَصّٰکُمْ بِهٖ لَعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ (الانعام: آیت/۱۹)

"اور کسی ایسے شخص کو قتل نہ کرو، جس کے قتل کو اللہ نے حرام کیا ہو، مگر کسی حق شرعی کی ساتھ یہ وہ باتیں ہیں جن کا خدا نے تم کو تاکیدی حکم دیا ہے تاکہ تم سمجھ سے کام لو۔"

خون مسلم کی حرمت احادیث مبارکہ کی روشنی میں

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لایحل دم إمرئٍ مسلم یشہد ان لا الہ الا اللّٰہ و إنّی رسول اللّٰہ الا باحدیٰ ثلاث والنفس بالنفس والثیب الزانی والمفارق لدینہ والتارک للجماعۃ۔ (متفق علیہ)

''حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ جو مسلمان اس بات کی شہادت دے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور بے شک میں اللہ تعالیٰ کا رسول ہوں۔اس کا خون بہانا جائز نہیں مگر یہ کہ ان تین باتوں میں سے کوئی بات پیش آجائے۔(۱) وہ کسی کو قصداً قتل کرے، خون کے بدلے خون (یعنی قصاص لیا جائے) (۲) شادی شدہ (مسلمان آزاد، مکلّف) کا زنا کرنا (اس کو سنگسار کیا جائے گا)۔(۳) اپنے دین سے نکلنے اور جماعت کو چھوڑ نے والا (یعنی جو مسلمان مشرک و مرتد ہو جائے وہ واجب القتل ہے)۔

قتل کے شرعی وجوہ

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا خون بہانا قطعاً جائز نہیں الا یہ کہ ان تینوں چیزوں میں سے کوئی ایک چیز پیش آجائے۔

اوّل یہ کہ اگر کوئی شخص اپنے مسلمان بھائی کو ناحق قتل کردے تو خون کا بدلہ خون کے اصول کے تحت اس قاتل کو قتل کیا جاسکتا ہے یہ تو ولی مقتول کا حق ہے اگر وہ معاف کرنا چاہے تو معاف کرے اگر قصاص کا مطالبہ ہے تو حکومت قصاص لے گی۔

دوم یہ کہ شادی شدہ مرد یا عورت زنا کا ارتکاب کرے بشرطیکہ آزاد مسلمان مکلّف ہو تو جرم ثابت ہونے پر اس کو سنگسار کیا جائے گا۔

سوم یہ کہ جو مسلمان مرتد ہو جائے یعنی دین اسلام سے نکل کر کفر و شرک کو اختیار کرلے تو اس کو ارتداد کے جرم میں قتل کیا جائے گا۔(اگر کوئی عورت مشرک ہو تو اس کو قید کیا جائے گا)۔(مظاہر حق جدید: ج ۳، ص ۵۱۲)

قیامت کے روز سب سے پہلے خون کا سوال ہوگا

عن عبداللّٰہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم اوّل ما یقضی بین الناس یوم القیامۃ فی الدماء. (متفق علیہ)

”جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے دن سب سے پہلے جس چیز کے بارے میں فیصلہ کیا جائے گا وہ خون ہے۔“

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے دن بندوں کے حقوق میں سے جس مقدمہ کا سب سے پہلے فیصلہ کیا جائے گا وہ انسان کے خون کا مقدمہ ہوگا اور اللہ تعالیٰ کے حقوق میں سے جس چیز کے بارے میں سب سے پہلے سوال ہوگا وہ نماز ہوگی۔
بہر حال کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا اتنا بڑا گناہ ہے کہ قیامت کے روز سب سے پہلے اسی مقدمہ کا فیصلہ ہوگا کہ مظلوم مقتول کو ظالم قاتل سے ظلم کا بدلہ دلایا جائے گا اس سے اندازہ ہوگیا کہ قاتل دنیوی سزا کے علاوہ آخرت میں بہت بڑے عذاب میں گرفتار ہوگا۔

ناحق خون بہانا غضب الٰہی کو دعوت دینا ہے

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم لن یزال المؤمن فی فسحۃ من دینہ ما لم یصب دماً حراماً. (رواہ البخاری)

"جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جب تک کوئی مسلمان خون حرام (یعنی ناحق قتل) کا مرتکب نہ ہو وہ ہمیشہ اپنے دین کی وسعت وکشادگی میں رہتا ہے۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ یوں تو ہر برائی انسان کی دینی واخلاقی زندگی کے لئے زوال کا باعث ہے اور غضب خداوندی کا موجب ہوتی ہے لیکن یہاں بطور خاص ناحق خون بہانے کے بدترین فعل کو واضح کیا گیا ہے۔ کہ جب تک انسان کا ہاتھ ناحق خون بہانے سے صاف ہوتا ہے تو اس کو اللہ تعالیٰ کی بخشش ورحمت کی پوری امید ہوتی ہے۔

لیکن جب کوئی انسان خونِ ناحق سے اپنا ہاتھ رنگ لیتا ہے تو اس پر تنگی مسلط ہو جاتی ہے اور وہ ان لوگوں کے زمرہ میں شامل ہو جاتا ہے جو رحمتِ خداوندی سے ناامید ومحروم ہیں۔ (مظاہر حق جدید: ج ۳، ص ۵۱۲)

قتل مسلم جرم عظیم ہے

عن عبادة بن صامت رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله علیه وسلم قال : کل ذنب عسی الله ان یغفره الا من مات مشرکاً أو قتل مؤمنا متعمداً. (رواه البزار ورجاله ثقات (مجمع الزوائد: ج ۷، ص ۲۹۶)

"جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ ہر گناہ کے بارے میں امید ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو معاف فرمادیں گے مگر وہ شخص جو مشرک ہو کر مرا ہو یا وہ شخص جس نے کسی مسلمان کو قصداً قتل کیا ہو۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ مشرک کے لئے مغفرت نہیں ہے اس میں تو سب کا اتفاق ہے، قتل عمد کے بعد اگر قاتل بغیر توبہ کے مرے تو اس کو طویل زمانہ تک جہنم میں رہنا ہوگا یا کوئی قتل مؤمن کا حلال سمجھ کر اس جرم کا ارتکاب کرے تو اس کی مغفرت نہیں ہوگی۔ اگر اس جرم کے بعد سچی توبہ کرلے تو پھر اس کی مغفرت کی امید کی جاسکتی ہے۔

قتل مسلم کسی حال میں حلال نہیں

عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰہ علیه وسلم قال إن اللّٰہ عزوجل لم یحل فی الفتنة شیئاً حرمه قبل ذالک، مَالِأَحدکم یأتی اخاه فیسلم علیه ثم یجی بعد ذالک فیقتله. (رواہ الطبرانی)

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ تبارک وتعالیٰ فتنہ وفساد کے زمانہ میں بھی کوئی ایسا کام حلال نہیں فرماتے جو پہلے سے حرام ہو۔ کیا وجہ ہے کہ تم میں سے کوئی اپنے مسلمان بھائی کے پاس آتا ہے اسے سلام کرتا ہے پھر دوسری دفعہ آکر اسی مسلمان کو قتل کردیتا ہے۔؟''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کو ناحق قتل کرنا جو حرام ہے وہ فتنہ فساد کے موقع پر اسی طرح حرام رہتا ہے جس طرح پہلے حرام تھا یہ بہت ہی عجیب بات ہے کہ وہ

مسلمان بھائی جسے عام ملاقات کے وقت سلام کیا کرتے ہو (یعنی سلام کے ذریعہ اس کی سلامتی کی دعاء کرتے ہو) اسی کو دوسرے وقت میں کافر کی طرح قتل کرتے ہو۔

عصبیت کے تحت خونریزی کرنے والوں کا انجام

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی اللّٰه علیه وسلم انه قال من قاتل تحت راية عمية يغضب بعصبية او يدعوا الى عصبية أو ينصر عصبية فقتل فقتله جاهلية ومن خرج علی امتی يضرب بَرها وفا جرها لايتحاشیٰ من مؤمنٍ ولايفی لذی عهد عهده فليس منی ولست منه.

(مسلم: ج/ ۲، ص/ ۱۲۸)

”جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا جو شخص اندھے جھنڈے کے نیچے لڑے اس طرح کہ عصبیت کی وجہ سے غصہ کا اظہار کرے یا عصبیت (قومیت) کی طرف لوگوں کو بلائے یا قومیت (عصبیت) کی بنیاد پر کسی کی مدد کرے پھر وہ مارا جائے تو اس کی موت جاہلیت کی موت ہوگی اور جو میری امت کے خلاف تلوار اٹھائے نیک وبد ہر ایک کو قتل کرے۔ نہ مؤمن کے ایمان کا لحاظ کرے (کہ اس کو قتل نہ کرے) نہ کسی عہد والے کے عہد کو پورا کرے۔ اس کا مجھ (یعنی میری جماعت) سے کوئی تعلق ہے نہ میرا اس سے کوئی تعلق ہے۔“

فائدہ:

حضور ﷺ کے مذکورہ ارشاد کا مطلب یہ ہے کہ جس کے اندر یہ صفات ہوں کہ قومیت، لسانیت کی طرف دعوت دے اسی بنیاد پر باوجود ظلم کے ایک دوسرے کی مدد کرے اسی قومیت ہی کے جذبہ سے دوسرے مسلمانوں کا خون بہائے تو وہ مسلمانوں کی جماعت سے خارج ہے کیونکہ اس کے اعمال مسلمانوں والے اعمال نہیں ہیں۔

اس دور فتنہ وفساد میں جو لوگ قومیت کے داعی ہیں ان کو سوچنا چاہئے کہ ان کا تعلق اسلام اور مسلمانوں سے باقی ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ قومی عصبیت میں اندھے ہو کر ایمان ہی سے ہاتھ دھو بیٹھے جو بہت بڑی تباہی ہے۔

عصبیت کس کو کہتے ہیں؟

وعن واثله بن الاسقع رضی الله تعالیٰ عنه قال قلت یا رسول اللّٰہ! ما العصبیة؟ قال ان تعین قومک علی الظلم.

(رواہ ابوداؤد)

''حضرت واثلہ بن اسقع ﷛ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! عصبیت کیا چیز ہے؟ تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا عصبیت یہ ہے کہ تم ظلم پر اپنی قوم وجماعت کی حمایت کرو۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ ناحق اپنی قوم و جماعت کی حمایت یہ عصبیت اور جاہلیت ہے حق معاملہ میں اپنی قوم و جماعت کی حمایت اور رعایت کی جائے تو یہ اچھی چیز ہے اس میں کوئی قباحت نہیں بلکہ اس کا حکم ہے۔

چنانچہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم میں بہترین شخص وہ ہے جو اپنی قوم و جماعت کے لوگوں پر ظلم و زیادتی کو دور کرے جب تک اس کی وجہ سے ظلم کے گناہ کا خود مرتکب نہ ہو۔ (ابوداؤد)

یعنی کسی ظالمانہ کارروائی کو روکنے کے لئے ایسا اقدام کرنا جو ضرورت سے زائد ہو، ظلم سے وہ مدافعت خود ظلم و تعدی بن جائے۔ ایسا نہ کرے۔

قتل ناحق اور فتنہ وفساد کے بانی و سرپرست کا حال

عن ابن سعيد الخدری رضی الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم إن الله جز النار سبعين جزءً تسعة وستون للآمر وجزء للقاتل وحسبه.

(رواه الطبرانی مجمع الزوائد: ج/۷، ص/۲۹۹)

''جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ نے جہنم کی آگ کو ستر حصوں میں تقسیم فرمایا ہے۔ ان میں انہتر حصے قتلِ ناحق کا حکم دینے والے کے لئے ہیں اور ایک حصہ قتل کا ارتکاب کرنے والے کے لئے۔ یہی اس کے لئے کافی ہے۔''

فائدہ:

اس ارشاد مبارک سے ان لوگوں کی آنکھیں کھل جانی چاہئے جو اپنی ذاتی اغراض کی خاطر مسلمانوں میں خون ریزی کرواتے ہیں اور لاشوں کی سیاست کرتے ہیں، ہمیشہ فتنہ فساد برپا کر کے سینکڑوں مسلمانوں کے جسم وجان کے تلف ہونے کا سبب بنتے ہیں۔

ان کا کیا حشر ہوگا جہنم کی دہکتی ہوئی آگ انہیں کس طرح اپنی لپیٹ میں لے گی۔ قتل کرنے والے کو جو سزا ملے گی قتل کرانے والے کو اس سے انہتر گنا زیادہ سزا ملے گی۔

مقتول انصاف کے کٹہرے میں

عن جندب قال حدثني فلان أن رسول الله صلى الله عليه و سلم قال : يجيء المقتول بقاتله يوم القيامة فيقول يٰرب سل هذا فيم قتلني قال شعبة واحسبه قال على ما قتله فيقول على ملك فلان قال فقال جندب فاتقها. رواه أحمد والطبراني ورجاله رجال الصحيح.

(مجمع الزوائد: ج/۷، ص/۲۹۴)

”جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قیامت کے روز مقتول اپنے قاتل کو گھسیٹ کر اللہ تعالیٰ کے دربار میں حاضر کرے گا اور عرض کرے گا باری تعالیٰ آپ اس مجرم سے پوچھئے کس جرم میں مجھے قتل کیا تھا (اللہ تعالیٰ علم کے

باوجود قاتل کو لوگوں کے سامنے رسوا کرنے کے لئے) سوال کریں گے کس جرم میں (اپنے مسلمان بھائی کو) قتل کیا تھا وہ جواب دیگا ملک حاصل کرنے کے لئے۔ راوی کہتے ہیں اس وقت سے بچو۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ قیامت کے روز مقتول کا ہاتھ ہوگا قاتل کا گریبان (اس طرح میدانِ محشر میں مجرم کو انصاف کے کٹھرے میں کھڑا ہونا پڑیگا اور اپنے جرم کا جواب دینا پڑے گا۔ جس مال و دولت ملک و سلطنت کی خاطر دوسرے مسلمان کا کشت و خون کرتے ہیں۔ میدانِ محشر میں ان میں سے کوئی چیز کام نہیں آئے گی نہ مال کام آئے گا نہ ملک و سلطنت بلکہ یہی ساری چیزیں جن کو ناحق کما کر جمع کیا تھا وہاں وبال جان بن جائے گی کیا کوئی ہے عبرت کی نگاہیں رکھنے والا؟

مسلمان کو گالی دینا فسق اور ناحق قتل کفر ہے

قال النبی صلی اللّٰہ علیہ وسلم سباب المسلم فسوق وقتالہ کفر. (بخاری:رقم/۱۹۵۵)

''جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا مسلمان کو (ناحق) گالی دینا فسق ہے۔ اور (ناحق) قتل کرنا کفر ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ مسلمان اتنا محترم و معظم ہے کہ اس کو ناحق گالی دینا فسق کی علامت ہے جو شخص فسق و فجور میں مبتلا ہوگا وہی یہ کام کرسکتا ہے پھر مسلمانوں کے

آپس کی خون ریزی تو کفر کی علامت ہے۔ یہ کام ایام جاہلیت کے کفار کا ہے کہ ان کی نظر میں انسانی جانوں کی کوئی قدر و قیمت نہیں تھی اسلام کے بعد مسلمانوں کا ایک دوسرے کو ناحق قتل کرنا اسی زمانہ جاہلیت و کفر کی طرف پھر لوٹ کر جانا ہے اسی وجہ سے حضور ﷺ نے صراحت کے ساتھ منع فرمایا کہ میرے بعد آپس میں خون ریزی کر کے کفر کی طرف مت لوٹنا۔

اس لئے اہل ایمان کو اپنے اعمال کا جائزہ لینا چاہئے کبھی قومیت و لسانیت کو ہوا دیکر کبھی علاقائیت کے بت کھڑے کر کے کبھی حقوق کے نام پر جو قتل وقتال وخون ریزی ہوتی ہے اس کا اسلام سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ مسلمان ہو کر کفریہ اعمال کا ارتکاب بہت بڑے خسارے کی بات ہے۔

مسلمان کی آپس کی خونریزی کفر ہے

عن ابن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنهما انه سمع النبی صلی الله علیه وسلم یقول لاترجعوا بعدی کفارا یضرب بعضکم رقاب بعض. (بخاری وترمذی: ص/۳۲۰)

”حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔“

مطلب یہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے اس ارشاد مبارک میں مسلمانوں کے آپس کی خون ریزی کو کفر قرار دیا ہے۔ خون ریزی میں شرکت کرنے والے اور اس کی تائید وحمایت کرنے والوں کو اپنا انجام سوچنا چاہئے۔

فتنوں سے ہوشیار

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال رسول الله صلی الله علیه وسلم بادروا بالاعمال فتنا كقطع الليل المظلم يصبح الرجل مؤمنا ويمسی كافراً ويمسی مؤمنا ويصبح كافراً يبيع دينه بعرض من الدنيا. (رواه مسلم)

''جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اعمال صالحہ میں جلدی کرو اس سے پہلے کہ وہ فتنے ظاہر ہو جائیں جو تاریک رات کے ٹکڑوں کے مانند ہونگے (اوران فتنوں کا اثر یہ ہوگا کہ) آدمی صبح کو ایمان کی حالت میں اٹھے گا اور شام کو کافر بن جائے گا اور شام کو مؤمن صبح کو کفر کی حالت میں اٹھے گا نیز اپنے دین ومذہب کو دنیا کی تھوڑی سی متاع کے عوض بیچ ڈالے گا۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اچھے کام اور نیک عمل کرنے میں جلدی کرنی چاہئے اور جس قدر بھی اعمال کئے جاسکتے ہوں کرلئے جائیں کیونکہ یہ کوئی نہیں جانتا کہ آنے والا وقت کیا فتنے لے کر آئے اور پھر اعمال صالحہ اختیار کرنے کا موقع بھی مل سکے یا نہیں۔

سب سے بڑا فتنہ دینی فتنہ ہے کہ آدمی کا دین برباد ہو جائے۔ یہ بہت ہی خطرناک بات ہے یہی وجہ ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے دینی فتنہ سے خصوصیت کے ساتھ پناہ مانگی ہے۔

اللهم لاتجعل مصيبتنا فی ديننا.

''اے اللہ ہمیں دینی فتنہ میں مبتلا نہ فرما (کیونکہ جب دین کو نقصان پہنچے گا تو اس سے آخرت برباد ہوگی۔'')

خونریزی کا فتنہ ایک پیشنگوئی

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم والذی نفسی بيده لاتذهب الدنيا حتی يأتی علی الناس يوم لايدری القاتل فيما قتل ولا المقتول فيما قتل فقيل كيف يكون ذالك قال الهرج. القاتل والمقتول فی النار. (رواه صحيح المسلم)

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ قسم ہے اس ذات کی جس کے ہاتھ میں میری جان ہے۔ پوری دنیا اس وقت تک فنا نہ ہوگی جب تک لوگوں پر ایسا دن (یعنی بدامنی وانتشار اور فتنہ وفساد کی شدتِ انتہا سے بھرا ہوا وہ دور) نہ آجائے جس میں نہ قاتل کو یہ معلوم ہوگا کہ اس نے مقتول کو کیوں قتل کیا اور نہ مقتول (یا اس کے ورثاء ومتعلقین) کو یہ معلوم ہوگا کہ اس کو کیوں قتل کیا گیا، پوچھا گیا یہ کیونکر ہوگا (یعنی قاتل ومقتول دونوں کو قتل کا سبب معلوم نہ ہوگا) آپ ﷺ نے فرمایا: ''ہرج کے سبب'' (یعنی قتل و غارت گری کے سبب) نیز قاتل ومقتول دونوں دوزخ میں جائیں گے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ فتنہ اس قدر عام ہوگا کہ اچھے برے کی تمیز مٹ جائے گی حق وباطل باہم خلط ملط ہوجائیں گے اور دل ودماغ سے انسانی خون کی حرمت کا احساس مٹ جائے گا، نیتِ کا فتور اس قدر عام ہوجائے گا کہ بظاہر مقتول مظلوم نظر آئے گا لیکن وہ بھی اپنے اندر ظلم وطغیان کا فتنہ چھپایا ہوا ہوگا چونکہ وہ خود بھی قاتل کو قتل کرنا چاہتا تھا اس کو تباہ وبرباد کرنے کی خواہش رکھتا تھا اس لئے وہ بھی جہنم میں جائے گا۔

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم ستکون فتنة تستنظف العرب قتلاھا فی النار اللسان فیھا أشد من وقع السیف. (رواہ الترمذی وابن ماجہ)

’’جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ عنقریب ایک فتنہ ظاہر ہونے والا ہے جو پورے عرب کو اپنی لپیٹ میں لے لیگا (اور اس کے برے اثرات ہر ایک تک پہنچیں گے) اس فتنہ میں قتل ہوجانے والے لوگ بھی دوزخ میں جائیں گے نیز اس فتنہ کے وقت زبان کھولنا (یعنی کسی کو برا بھلا کہنا اور عیب جوئی ونکتہ چینی کرنا یا زبانی حمایت کرنا) تلوار مارنے سے بھی زیادہ سخت مضر ہوگا۔‘‘

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ عرب میں فتنہ اس طرح ظاہر ہوگا کہ محض جاہ واقتدار اور

دولت وسلطنت حاصل کرنے کے لئے ایک دوسرے کے خلاف صف آرا ہوں گے کوئی دینی مقصد نہیں ہوگا، محض ذاتی اغراض وخواہشات اور دیگر غیر دینی اسباب وعوامل کے تحت اندھا دھند آپس میں خون ریزی کریں گے اور ایک دوسرے کو جانی ومالی نقصان پہنچائیں گے۔ جو شخص اس قتل وقتال میں شریک ہو اور قتل ہو جائے اس کے بارے میں آپ ﷺ نے واضح طور پر فرمادیا کہ وہ جہنم میں جائے گا اس لئے خوب احتیاط کی ضرورت ہے خاص طور پر آپ ﷺ نے ایسے موقع پر زبان کی حفاظت کا حکم فرمایا ہے، کیونکہ بعض دفعہ بلا تحقیق معمولی بات زبان سے سرزد ہوتی ہے اور افواہ پورے شہر میں بلکہ پورے ملک میں پھیل جاتی ہے، اس سے خوب خون خرابہ ہوتا ہے اس لئے زبان کی حفاظت کی بہت سخت تاکید ہے۔

باقی ایسے فتنہ کے وقت کوئی شخص اس میں کسی طرح بھی شریک نہ ہو اور ظلماً قتل ہو جائے تو قاتل تو جہنمی ہوگا لیکن مقتول شہید ہوگا۔ وہ جہنمی نہیں ہوگا۔

قومیت ولسانیت پر حمیت اور خون ناحق

عن جبير بن مطعم أن رسول الله صلى الله عليه وسلم قال ليس منا من دعا الى عصبية وليس منا من مات على عصبية.

(رواه ابوداؤد)

"جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا وہ شخص ہم میں سے (یعنی ہمارے اہل ملت یا ہمارے اہل طریقہ میں سے نہیں ہے) جو لوگوں کو عصبیت کی

دعوت دے۔ (یعنی لوگوں کو کسی ناحق معاملہ میں حمایت کرنے پر آمادہ کرے) نہ وہ شخص ہم میں سے ہے جو عصبیت کے سبب جنگ کرے اسی عصبیت کی حالت میں مرجائے۔''

مطلب یہ ہے کہ عصبیت میں مبتلا ہونا یعنی اس شخص یا قوم کی مدد کرنا جو بالکل باطل پر ہو ہر حال میں مذموم اور ممنوع ہے کیونکہ اس میں موت کفر پر آنے کا بھی خطرہ ہے۔

عن جابر بن عبد الله رضی الله تعالیٰ عنه قال کسع رجل من المهاجرين رجلا من الأنصار فاجتمع قوم ذا وقوم ذا فقال هؤلاء یا للمهاجرين وقال هولاء یا للانصار فبلغ ذالک النبی ا فقال: دعوها فانها منتنة قال: ثم قال: آلا ما بال دعوی الجاهلية الا ما بال دعوی الجاهلية.

(مسند احمد: ج/۳، ص/۳۲۸)

''حضرت جابر بن عبداللہ ﷺ سے روایت ہے کہ ایک مہاجر صحابی ﷺ نے کسی بات پر ناراض ہوکر ایک انصاری صحابی ﷺ کو لات ماردی اس پر دونوں جماعتوں کے لوگ جمع ہوگئے، مہاجر نے مہاجرین کی جماعت کو اور انصاری نے انصار کی جماعت کو مدد کے لئے پکارا۔ جب نبی کریم ﷺ کو اس واقعہ کی خبر پہنچی تو (موقع پر پہنچ کر) ارشاد فرمایا کہ اس قسم کی باتوں کو چھوڑ دو، کیونکہ یہ بدبودار ہے۔ پھر ارشاد فرمایا کہ سن لو (قومیت کی بنیاد پر مدد کے لئے پکارنا یا مدد کے لئے جمع ہونا) یہ جاہلیت

کا نعرہ ہے، سن لو یہ جاہلیت کا نعرہ ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ اسلام سے قبل صرف لسانیت وقومیت کی بنیاد پر ایک دوسرے کی مدد کی جاتی تھی، حق و باطل کا لحاظ نہیں ہوتا تھا، اس میں باطل پر کسی کی مدد کرنا حرام ہے، اس کو جاہلیت کا نعرہ قرار دینے کا مطلب یہی ہے کہ کفریہ نعرہ ہے ایک مسلمان ایسا کام ہرگز نہیں کرسکتا۔

عصبیت کی موت مرنے والے جہنمی

عن ابی موسیٰ الاشعری رضی اللہ تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم اذا التقی المسلمان بسیفیهما فالقاتل والمقتول فی النار. قالوا: یا رسول اللّٰه هذا القاتل فما بال المقتول؟ قال: انه اراد قتل صاحبه.

(بخاری: ج/۱، ص/، ۱۰۴۸، ابن ماجه: ص/۲۹۴)

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب ''مسلمان (آپس میں قتل وقتال کے لئے) تلوار لیکر ایک دوسرے کے مقابلہ میں آجاتے ہیں تو دونوں ہی جہنمی ہیں (یعنی دونوں جہنم کے مستحق ہوگئے) عرض کیا گیا یا رسول اللہ! قاتل کا جہنمی ہونا تو سمجھ میں آیا ہے (کہ اس نے ایک مسلمان کو ناحق قتل کیا) مقتول کا کیا قصور ہے (کہ اسے بھی جہنم میں ڈالا جائے گا) تو ارشاد فرمایا کہ وہ بھی اپنے مدمقابل کو قتل کرنے کا ارادہ کئے ہوئے تھا اگر اس کا بس چلتا تو وہ بھی قتل کردیتا۔ مطلب یہ ہے کہ مسلمانوں کی آپس کی خون ریزی اتنا بڑا جرم ہے کہ اگر اپنا خون

بھی اس غلط راستہ پر بہہ جائے وہ بھی جہنم میں دخول کا سبب بنے گا۔

شہادت کا صحیح مفہوم

ان لوگوں کے لئے درس عبرت ہے جو عصبیت قومیت اور اپنی جماعت کی ناحق حمایت کرتے ہوئے موت کے گھاٹ اتر جاتے ہیں پھر پیچھے والے انہیں (نعوذ باللہ) شہید قرار دیتے ہیں۔ یہ رتبہ شہادت کی انتہائی توہین ہے۔ اس لئے کہ اسلام میں شہادت ایک بہت بڑا مرتبہ ہے جو خالص اللہ تعالیٰ کی دین کی سربلندی کے لئے جان قربان کرنے والوں کو ملتا ہے حقیقی شہادت انہیں کو ملتی ہے اگرچہ احادیث میں اور بہت سے مرنے والوں کو بھی حکماً شہید قرار دیا گیا ہے تاہم عصبیت کی موت مرنے والے کو شہید قرار دینا بہت خطرناک بات ہے اس لئے جناب نبی کریم ﷺ ایسے مرنے والوں کے متعلق اعلان فرمارہے ان کا ہماری جماعت سے کوئی تعلق نہیں اس کے برخلاف ہم انہیں بزعم خویش شہادت کے عظیم مرتبہ پر فائز کردیں گویا شہادت اپنے گھر کی لونڈی ہے جسے چاہیں دے دیں۔ اس سے خوب احتیاط کرنے کی ضرورت ہے بلکہ نیک اور صالح لوگوں کو قومی عصبیت کی خاطر لڑتے ہوئے مرنے والوں کے جنازہ میں بھی شرکت نہیں کرنی چاہیے تاکہ عبرت ہو۔

انسانی جان کی قدر و قیمت

عن عمرو بن الاحوص رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول

اللّٰہ صلی اللہ علیہ وسلم فی حجۃ الوداع للناس ای یوم ھذا قالوا یوم حج الاکبر قال فان دماء کم واموالکم واعراضکم بینکم حرام کحرمۃ یومکم ھذا. (راوہ ترمذی)

''عمرو بن احوص رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے حجۃ الوداع کے موقع پر لوگوں سے پوچھا یہ کونسا دن ہے تو اب ملا، حج اکبر کا دن، فرمایا: تمہاری جان و مال اور عزتیں آپس میں ایسے ہی حرام ہیں جیسے اس ان کی حرمت اس مہینے میں۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ سرکار دو جہاں ﷺ نے اپنے آخری خطبہ میں قیامت تک آنے والے انسانوں کو یہ وصیت فرمائی ہے کہ جس طرح بیت اللہ، اشہر حرم اور یوم عرفہ محترم ہے ان کی بے احترامی حرام ہے ان کو نقصان پہنچانا حرام ہے تو مسلمانوں کی عزت و آبرو، جان و مال بھی ایسا محترم ہے ناحق ان کو نقصان پہنچانا حرام ہے۔

عن عبداللّٰہ ابن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنھما قال وکان رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم یطوف بالکعبۃ ویقول ما اطیبک واطیب ریحک ما اعظمک واعظم حرمتک والذی نفس محمد بیدہ لحرمۃ المؤمن اعظم عنداللّٰہ حرمۃ منک مالہ ودمہ وان نظن بہ الا خیرا. (ابن ماجہ: ج/ ۲۹۰)

''حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ تعالیٰ عنہما کا بیان ہے کہ جناب نبی

کریم ﷺ خانہ کعبہ کا طواف فرمارہے تھے اور زبان نبوت سے یہ الفاظ ادا ہورہے تھے ''تو کتنا عمدہ ہے اور تیری خوشبو کتنی پاکیزہ ہے؟؟ تو کتنا ہی معظم ہے؟ تیری عظمت وحرمت کتنی بڑی ہے؟ قسم ہے اس ذات کی جس کی قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، مؤمن کی عزت وآبرو، جان ومال کی قدر ومنزلت اللہ تعالیٰ کے نزدیک تجھ سے زیادہ ہے اس لئے ہم کو مؤمن کے ساتھ اچھا ہی خیال رکھنا چاہئے۔''

مسلمان کی جان، مال، آبرو کی حرمت

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه قال ان رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم قال: كل المسلم علی المسلم حرام دمه وماله وعرضه. (ابن ماجه: ص/۲۹۰)

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ مسلمانوں کی جان ومال اور عزت وآبرو دوسرے مسلمانوں پر حرام ہے۔''

مطلب یہ ہے کہ مسلمان جس علاقہ کا بھی رہنے والا ہو اور جو بھی زبان بولتا ہو جس رنگ ونسل کا بھی ہو چونکہ وہ کلمہ گو ہے اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک قابل احترام ہے اس کی جان ومال عزت وآبرو کو نقصان پہنچانا کسی کے لئے حلال نہیں۔

خونریزی میں شریک لوگوں کا انجام

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال: لو اجتمع اهل السماء والارض علی قتل مؤمن لكبهم اللّٰه فی

النار. رواه الطبرانی فی الاوسط وفیه ابوحمزة الاعور وهو متروک وبقیه رجاله رجال الصحیح. (مجمع الزوائد: ج/۷، ص/۲۹۷)

''جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر تمام آسمان اور زمین والے کسی ایک مؤمن کے قتل میں شریک ہوں تو اللہ تعالیٰ (اس کی سزاء میں) سب کو اوندھے منہ جہنم میں ڈالدیں گے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ کسی مسلمان کا ناحق خون بہانا اتنا عظیم گناہ ہے کہ اگر اس جرم کے ارتکاب میں تمام آسمان اور زمین والے شریک ہو جائیں اور سب مل کر ایک مسلمان کا ناحق خون بہائیں تو اللہ تعالیٰ اس کی سزا میں سب کو جہنم میں داخل کریں گے۔ غور کرنے کا مقام ہے کہ یہ کتنا عظیم گناہ ہے۔

اللہ تعالیٰ تمام مسلمانوں کو دین کی سمجھ عطا فرمائے اور ہر قسم کے فتنہ وفساد سے حفاظت فرمائے۔ خصوصاً خون ریزی، قتل وغارتگری سے حفاظت فرمائے۔ (آمین)

لوٹ کھسوٹ اور چھینا جھپٹی کی حرمت

اگر کسی کی کوئی چیز قیمت دے کر لی جائے تو شریعت اور عرف میں اس کو بیع وشراء (خرید وفروخت) کہا جاتا ہے اور اگر اجرت اور کرایہ ومعاوضہ دے کر کسی کی چیز استعمال کی جائے تو شریعت اور عرف میں وہ اجارہ ہے۔ اور اگر بغیر کسی معاوضہ اور کرایہ کے کسی کی چیز وقتی طور پر استعمال کے لئے لی جائے اور استعمال کے بعد

واپس کردی جائے تو وہ عاریت ہے۔ یہ سب صورتیں جائز اور صحیح ہیں۔

کبھی دوسرے کی چیز لے لینے کی ایک شکل یہ بھی ہے کہ اس کی مرضی کے بغیر زبردستی اور ظالمانہ طور پر اس کی مملوکہ چیز لے لی جائے، شریعت کی زبان میں اس کو غصب کہا جاتا ہے اور یہ حرام اور سخت ترین گناہ ہے۔ اس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ فرمائیں۔

عن عبداللّٰہ بن عمر رضی اللّٰہ تعالیٰ عنھما قال قال رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم من اخذ من الارض شیئا بغیر حقه خسفبه یوم القیمة الی سبع ارضین. (رواہ البخاری)

''حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس شخص نے کسی دوسرے کی کچھ بھی زمین ناحق لے لی تو قیامت کے دن وہ اس زمین کی وجہ سے اور اس کی سزا میں زمین کے ساتویں طبق تک دھنسایا جائے گا۔''

فائدہ:

یہ مضمون رسول اللہ ﷺ سے ایک دو لفظوں کے فرق کے ساتھ متعدد صحابہ کرام ؓ کے ذریعے مروی ہے۔ حضور ﷺ کے اس ارشاد کا حاصل یہ ہے کہ اگر کسی شخص نے کسی دوسرے کی زمین کا چھوٹے سے چھوٹا ٹکڑا بھی ناحق غصب کیا۔ (ایک روایت میں ہے کہ اگر صرف بالشت بھر بھی غصب کیا) تو قیامت کے دن اس گناہ کی سزا میں وہ زمین میں دھنسایا جائے گا اور آخری حد تک گویا تحت

الثریٰ تک دھنستا جائے گا۔

عبرت آموز واقعہ

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں ایک بڑا عبرت آموز واقعہ زمین کے غصب ہی کے بارے میں روایت کیا گیا ہے جس کا تعلق اس حدیث سے ہے اور وہ یہ کہ ایک عورت نے حضرت امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے دور خلافت میں حضرت سعید بن زید رضی اللہ عنہ کے خلاف (جو عشرہ مبشرہ میں سے ہیں) مدینہ کے اس وقت کے حاکم مروان کی عدالت میں دعویٰ کیا کہ انہوں نے میری فلاں زمین دبالی ہے۔

حضرت سعید رضی اللہ عنہ کو اس جھوٹے الزام سے بڑا صدمہ پہنچا۔ انہوں نے مروان سے کہا کہ میں اس عورت کی زمین دباؤں گا اور غصب کروں گا؟ میں نے تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اس بارے میں یہ سخت وعید سنی ہے۔ (یہ بات حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے دل کے کچھ ایسے اثر کے ساتھ اور ایسے انداز سے کہی کہ خود مروان بہت متاثر ہوا) اور اس نے کہا کہ اب میں آپ سے کوئی دلیل اور ثبوت نہیں مانگتا۔

اس کے بعد حضرت سعید رضی اللہ عنہ نے (دکھے ہوئے دل سے) بددعا کی کہ اے اللہ! اگر تو جانتا ہے کہ اس عورت نے مجھ پر یہ جھوٹا الزام لگایا ہے تو اس کو آنکھوں کی روشنی سے محروم کردے اور اس کی زمین ہی کو اس کی قبر بنادے۔ (واقعہ کے راوی حضرت عروہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ) پھر ایسا ہی ہوا۔ میں نے خود اس عورت کو دیکھا وہ آخر عمر میں نابینا ہوگئی اور خود کہا کرتی تھی کہ سعید بن زید کی بددعا سے میرا یہ حال ہوا ہے اور پھر ایسا ہوا کہ وہ ایک دن اپنی زمین ہی میں

چلی جارہی تھی کہ ایک گڑھے میں گر پڑی اور بس وہ گڑھا ہی اس کی قبر بن گیا۔
(صحیح بخاری وصحیح مسلم)

لوٹ مار پر شدید وعید

عن عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم انہ قال من انتھب نھبۃ فلیس منا. (جامع ترمذی)

''حضرت عمران بن حصین ﷛ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے کسی کی کوئی چیز چھین لی اور لوٹ لی وہ ہم میں سے نہیں ہے۔''

فائدہ:

اگر دل میں ایمان کا کوئی ذرہ ہوتو یہ وعید انتہائی سخت وعید ہے کہ کسی کی چیز کا چھیننے والا غصب کرنے والا، رسول اللہ ﷺ کی جماعت اور آپ کے لوگوں میں سے نہیں ہے جس کو آپ نے اپنے سے الگ اور دور کردیا وہ بڑا محروم اور بدبخت ہے۔

لوٹی ہوئی چیز واپس لوٹانے کا حکم

عن السائب بن زید عن ابیہ عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال لایاخذ احدکم عصا اخیہ لاعباً او جاداً فمن اخذ عصا اخیہ فلیردھا الیہ.

(جامع ترمذی)

''حضرت سائب بن زید اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا تم میں سے کوئی اپنے دوسرے بھائی کی لکڑی اور

چھڑی بھی نہ لے، نہ ہنسی مذاق میں اور نہ لینے کے ارادہ سے۔ پس اگر
لیوے تو اس کو واپس لوٹائے۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کسی بھائی کی لکڑی اور چھڑی کی طرح کی حقیر اور معمولی
چیز بھی بغیر اس کی مرضی اور اجازت کے نہ لی جائے۔
ہنسی مذاق میں بھی نہ لی جائے اور اگر غفلت یا غلطی سے لے لی گئی ہو تو
واپس ضرور لوٹائی جائے۔ یہ نہ سمجھا جائے کہ ایسی معمولی چیز کا واپس کرنا کوئی
ضروری نہیں ہے۔

عن ابی حرة الرقاشی عن عمه قال قال رسول الله صلی الله
علیه وسلم الا لاتظلموا الا لایحل مال امرء الا بطیب نفس
منه. (شعب الایمان بیهقی)

"ابوحرہ رقاشی اپنے چچا سے روایت کرتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا: خبردار کسی پر ظلم وزیادتی نہ کرو! خبردار کسی کی ملکیت کی کوئی چیز
اس کی دلی رضامندی کے بغیر لینا حلال اور جائز نہیں ہے۔"

بلا اجازت کسی کی چیز میں تصرف کرنا

عن جابر أن النبی صلى الله علیه وسلم مرّو أصحابه بامرأة
فذبحت لهم شاة واتخذت له طعاما فاخذ لقمة فلم یستطع
ان یسیغها فقال هذه شاة ذبحت بغیر اذن اهلها فقالت

المراۃ یارسول اللہ انا لانحتشم من آل معاذ ناخذ منھم ویاخذون منا. (مسند احمد)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ اور آپ کے چند اصحاب ورفقاء کا گزر ایک خاتون کی طرف سے ہوا اس نے آپ ﷺ سے کھانا تناول فرمانے کی درخواست کی۔ آپ ﷺ نے قبول فرمالیا تو اس نے ایک بکری ذبح کی اور کھانا تیار کیا (اور آپ ﷺ اور آپ ﷺ کے رفقاء کے سامنے حاضر کردیا) آپ نے اس میں سے ایک لقمہ لیا مگر اس کو آپ ﷺ حلق سے نہیں اتار سکے تو آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ (واقعہ یہ معلوم ہوتا ہے) کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کرلی گئی ہے۔ اس خاتون نے عرض کیا کہ ہم لوگ (اپنے پڑوسی) معاذ کے گھر والوں سے کوئی تکلف نہیں کرتے ہم ان کی چیز لے لیتے ہیں اور اسی طرح وہ ہماری چیز لے لیتے ہیں۔''

فائدہ:

جیسا کہ دعوت کرنے والی خاتون کے جواب سے معلوم ہوا، واقعہ یہی تھا کہ وہ بکری جو ذبح کی گئی تھی، پڑوس کے ایک گھرانے آل معاذ کی تھی اور باہمی اعتماد وتعلق اور رواج وچلن کی وجہ سے ان سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی اور بکری ذبح کرکے اور کھانا تیار کرکے حضور ﷺ اور آپ کے رفقاء کے سامنے پیش کردیا گیا لیکن آپ ﷺ نے جب پہلا ہی لقمہ اس میں سے لیا تو آپ کی طبیعت مبارک

نے اس کو قبول نہیں کیا اور وہ حلق سے اتر ہی نہیں سکا اور آپ پر یہ منکشف کر دیا گیا کہ یہ بکری اصل مالک کی اجازت کے بغیر ذبح کر لی گئی ہے۔

جس طرح اللہ تعالیٰ نے کھانے پینے کی چیزوں کے بارے میں عام انسانوں کو ایک ذوق اور احساس دیا ہے جس کا نتیجہ یہ ہے کہ کڑوی کسیلی چیزوں کا کھانا اور حلق سے اتارنا مشکل ہوتا ہے۔ اسی طرح وہ اپنے بعض خاص بندوں کو جن کی وہ ناجائز غذاؤں سے حفاظت فرمانا چاہتا ہے۔ ایسا ذوق عطا فرما دیتا ہے کہ ناجائز غذا نہ ان سے کھائی جا سکتی ہے اور نہ حلق سے اتاری جا سکتی ہے۔

مذکورہ بالا واقعہ میں رسول اللہ ﷺ کا لقمہ منہ میں لے لینے کے باوجود نہ کھا سکنا، اللہ تعالیٰ کی اسی خاص عنایت کا ظہور تھا۔ امت کے بعض اولیاء اللہ سے بھی اس طرح کے واقعات منقول ہیں۔ ذالک فضل اللّٰہ یؤتیه ما یشاء.

اس واقعہ میں یہ بات خاص طور سے قابل غور ہے کہ بکری نہ چرائی گئی تھی، نہ غصب کی گئی تھی بلکہ باہمی اعتماد تعلق اور رواج وچلن کی وجہ سے اجازت لینے کی ضرورت نہیں سمجھی گئی تھی اور ذبح کر لی گئی تھی۔ اس کے باوجود اس میں ایسی خباثت اور خرابی پیدا ہو گئی کہ حضور ﷺ اس کو نہیں کھا سکے اور حلق سے نہیں اتار سکے۔ اس میں سبق ہے کہ دوسروں کی چیز بغیر اجازت لے لینے اور استعمال کرنے کے بارے میں کس قدر احتیاط کرنی چاہیے۔

چغلی کے ذریعے ایذاء رسانی کی ممانعت اور شناعت

وعن اسماء بنت یزید رضی اللّٰہ تعالیٰ عنہا ان النبی صلی

اللہ علیہ وسلم قال خیار عباد اللّٰہ الذین اذا رؤوا ذکر اللّٰہ و شرار عباد اللّٰہ المشآء ون با لنمیمة المفرقون بین الاحبة الباغون البراء العنت. (رواہ احمد والبیھقی فی شعب الایمان)

''حضرت اسماء بنت یزید رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ حضور اقدس انے ارشاد فرمایا کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ کے اچھے بندے وہ ہیں کہ جب انہیں دیکھا جائے تو اللہ تعالیٰ یاد آجائے۔ اور اللہ کے بُرے بندے وہ ہیں جو چغلی لے کر چلتے پھرتے ہیں (اور چغلی کی وجہ سے) محبت کرنے والوں میں جدائی ڈالنے والے ہوتے ہیں (اور) جو لوگ برائی سے بیزار ہیں ان کے لئے فساد کی تلاش میں رہتے ہیں۔''

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں چغلی کی مذمت فرمائی اور جو لوگ چغلی کھا کر اہل محبت اور اہل تعلق میں جدائی پیدا کرنے کا سامان پیدا کردیتے ہیں۔ اور جو لوگ شر اور فساد سے بری ہیں ان کے درمیان فساد اور بربادی کا ذریعہ بنتے ہیں۔ درحقیقت چغلی کھانا بدترین چیز ہے۔ جو چغلی کھاتا ہے اسے کچھ نفع نہیں ہوتا بلکہ اس کے گناہ بڑھتے چلے جاتے ہیں اور اس کی بری حرکت اور شرارت سے اچھے خاصے اہل محبت اور اہل وفاء میں جنگ ہوجاتی ہے، دلوں میں بغض اور نفرت کے شعلے بھڑک کر لڑائیاں شروع ہوجاتی ہیں۔ اور افراد کی لڑائیاں خاندانوں کو لے بیٹھتی ہیں۔ چغل خور ذرا سا شگوفہ چھوڑتا ہے اور یہاں کی بات وہاں پہنچا کر جنگ وجدال کی آگ کو

سلگاتا ہے، لوگوں میں لڑائی ہوتی دیکھتا ہے تو خوش ہوتا ہے گویا اس نے بہت بڑا کام کیا لیکن وہ یہ نہیں جانتا کہ دوسروں کے لئے جو لڑائی کی آگ سلگائی اس سے اپنی قبر میں انگارے بھی بھر دیئے۔

عذابِ قبر کے دو بڑے سبب

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ کا دو قبروں پر گذر ہوا۔ آپ نے فرمایا کہ بلاشبہ ان دونوں کو عذاب ہو رہا ہے اور کسی بڑی چیز کے بارے میں عذاب نہیں ہے۔ (کہ جس کے چھوڑنے میں کوئی مشکل اٹھانی پڑتی اگرچہ گناہ میں وہ بڑی چیز ہے) اس کے بعد فرمایا کہ ان میں سے ایک پیشاب کرتے وقت پردہ نہیں کرتا تھا۔ اور ایک روایت میں ہے کہ پیشاب سے نہیں بچتا تھا۔ اور دوسرا شخص چغلی لے کر چلتا تھا۔ (یعنی فساد کے لئے اِدھر کی بات اُدھر اور اُدھر کی بات اِدھر لے جاتا تھا۔)

اس حدیث کے پیش نظر علماء نے بتایا ہے کہ پیشاب سے نہ بچنا (یعنی استنجا نہ کرنا اور بدن پر پیشاب کے چھینٹے آنے سے نہ بچنا اور پیشاب کے وقت پردہ نہ کرنا) اور چغلی کھانا، عذاب قبر لانے کا بہت بڑا سبب ہے۔ ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ:

لایدخل الجنة قتات.

''جو شخص کسی کی بات سن کر اس میں ملاوٹ کر کے لگائی بجھائی کرے اور اِدھر کی اُدھر پہنچائے، جنت میں داخل نہ ہوگا۔''

اور ایک حدیث میں قتات کی جگہ نمام آیا ہے۔ نمام چغلخور کو کہتے ہیں اور

بعض علماء نے قتات اور نمام میں یہ فرق بتایا ہے کہ نمام وہ ہے جو بات کرنے والوں کے ساتھ موجود ہو پھر (وہاں سے اٹھ کر) چغلی کھائے۔ اور قتات وہ ہے جو چپکے سے بات سن لے جس کا بات کرنے والوں کو پتہ بھی نہ ہو اس کے بعد چغلی کھائے۔ جب کسی مجلس میں موجود ہو خواہ اس مجلس میں ایک دو آدمی ہی ہوں وہاں اگر کسی کی غیبت ہو رہی ہو تو منع کر دے اور نہ روک سکے تو وہاں سے اٹھ جائے اور مجلس میں جو باتیں ہوں ان کو مجلس سے باہر کسی جگہ نقل نہ کرے۔ حضور اقدس ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجلسیں امانت کے ساتھ ہیں (کسی مجلس میں جو بات کان میں پڑے اس کو اِدھر اُدھر نقل کرنا امانت داری کے خلاف ہے اور گناہ ہے) ہاں اگر کسی مجلس میں کسی جان کو قتل کرنے کا مشورہ ہو رہا ہو یا زنا کاری کا مشورہ ہو رہا ہو یا ناحق کسی کا مال لینے کا مشورہ ہو رہا ہو تو یہ بات نقل کر دے۔ (ابوداؤد)

ایک حدیث میں ارشاد ہے کہ جب کوئی شخص کوئی بات کہے پھر اِدھر اُدھر دیکھنے لگے کہ کسی نے سنا تو نہیں تو اس کا یہ دیکھنا اس بات کی دلیل ہے کہ وہ بات کسی سے نہ کہے، بہت سے لوگ یہاں کی بات وہاں پہنچا دیتے ہیں۔ جو غلط فہمی اور لڑائی کا ذریعہ بن جاتی ہے اور یہ شخص چغلخوروں میں شمار ہو جاتا ہے اور خود اپنا برا کرتا ہے۔

دورنگی، دوغلا پن فساد کی بنیاد

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم تجدون شر الناس یوم القیمة ذا الوجهین

الذی یاتی ھؤلآء بوجہٖ وھؤلآء بوجہٖ. (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا: قیامت کے دن لوگوں میں سب سے زیادہ بدترین آدمی اس شخص کو پاؤ گے جو (دنیا میں) دو چہرے والا ہے، ان لوگوں کے پاس ایک منہ سے آتا اور ان لوگوں کے پاس دوسرا منہ لے کر جاتا ہے۔''

فائدہ:

حضرت عمار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دنیا میں جس کے دو چہرے تھے قیامت کے دن اس کی آگ کی دو زبانیں ہوں گی۔

دو چہرے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ درحقیقت پیدائشی طور پر اس کے دو منہ تھے بلکہ چونکہ ہر فریق سے اس طرح بات کرتا تھا جیسے خاص اسی کا ہمدرد ہے اور دوغلہ پن اختیار کرتا تھا۔ اس لئے ایسے شخص کو دو منہ والا فرمایا گویا کہ فریق اوّل سے جو بات کی وہ اس منہ سے کی، اور دوسرے فریق کے ساتھ دوسرا منہ لے کر کلام کیا۔ ایسے شخص کے ایک ہی چہرہ کو دو چہرے قرار دیا گیا۔ غیرت مند آدمی اپنی زبان سے جب ایک بات کہہ دیتا ہے تو اس کے خلاف دوسری بات اسی زبان سے کہتے ہوئے شرم کرتا ہے، اور بے ضمیر اور بے غیرت آدمی ایک چہرہ کو دو چہروں کی جگہ استعمال کرتا ہے۔ بات کو الٹا پلٹی کی وجہ سے چونکہ اس زبان نے دو شخصوں کا کردار ادا کیا اس لئے قیامت کے دن اس حرکتِ بد کی سزا یہ مقرر کی گئی کہ ایسے شخص کے منہ میں آگ کی دو زبانیں پیدا کر دی جائیں

گی جن کے ذریعہ جلتا بھنتا رہے گا اور اس کا یہ خاص عذاب دیکھ کر لوگ سمجھ لیں گے کہ یہ شخص دومنہ والا اور دوغلہ تھا۔ اعاذنا اللّٰہ من ذلک.

بعض مردوں اور عورتوں کی یہ عادت ہوتی ہے کہ جن دو شخصوں یا دو خاندانوں یا دو جماعتوں کے درمیان اَن بَن ہوان کے ساتھ ملنے جلنے کا ایسا طور طریق اختیار کرتے ہیں کہ ہر فریق کے خاص اور ہمدرد بنتے ہیں اور ہر ایک کے سامنے یہ ظاہر کرتے ہیں کہ تم صحیح راہ پر ہو اور ہم تمہاری طرف ہیں۔ ہر فریق ان کو ہمدرد سمجھ کر اپنی سب باتیں اُگل دیتا ہے۔ پھر ہر طرف کی باتیں اِدھر اُدھر پہنچاتے ہیں جس سے دونوں فریق کے درمیان لڑائی کے شعلے بھڑک اُٹھتے ہیں اور دو غلے لوگ کھڑے دیکھا کرتے ہیں۔ ایسے لوگوں کے شر سے اللہ بچائے۔ آمین

مصیبت زدہ پر اظہارِ مسرت کا انجام بد

عن واثلة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی الله علیه وسلم لاتظهر الشماتة لاخیک فیرحمه اللّٰه ویبتلیک.

(رواه الترمذی وقال هذا حدیث حسن غریب)

''حضرت واثلہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اپنے بھائی کی مصیبت پر خوشی ظاہر نہ کر (ممکن ہے) اس کے بعد اللہ اس پر رحم فرمادے اور تجھے مبتلا فرمادے۔''

فائدہ:

اس حدیث میں ایک اہم مضمون ارشاد فرمایا ہے اور وہ یہ ہے کہ جب

کسی مسلمان کو مرد ہو یا عورت کسی طرح کے دکھ تکلیف یا نقصان وخسارے وغیرہ میں مبتلا دیکھو تو اس پر کبھی خوشی کا اظہار نہ کرو، کیونکہ یہ کوئی ضروری نہیں ہے کہ تم ہمیشہ مصیبت سے محفوظ رہو گے یہ بہت ممکن ہے کہ تم نے جس کی مصیبت پر خوشی کا اظہار کیا ہے۔ اللہ پاک اس کو اس مصیبت سے نجات دیدے اور تم کو اس مصیبت میں مبتلا کر دے اور یہ محض ایک فرضی بات نہیں ہے بلکہ عموماً دیکھنے میں آتا ہے اور اکثر ایسا ہوتا رہتا ہے کہ جب کسی کی مصیبت یا دکھ تکلیف پر کسی نے خوشی کا اظہار کیا یا کسی کے اعضاء کا مذاق بنایا کسی طرح کوئی نقل اتاری تو خوشی کا اظہار کرنے والا، مذاق اڑانے والا اور نقل اتارنے والا، خود اسی مصیبت میں اور عیب اور برائی میں مبتلا ہو جاتا ہے جو دوسرے میں تھا اگر کسی شخص میں کوئی عیب ہے دینی یا دنیاوی تو اس پر خوشی کرنا ممنوع ہے ہاں اگر اخلاص کے ساتھ نصیحت کے طور پر خیر خواہی کے ساتھ نصیحت کرے تو یہ اچھی چیز ہے لیکن حق گوئی کا بہانہ کر کے یا نہی عن المنکر کا نام رکھ کر طعنہ دینا اور عیب لگانا درست نہیں ہے۔ مخلص کی بات ہمدردانہ ہوتی ہے اور نصیحت کا طرز اور ہی ہوتا ہے۔ تنہائی میں سمجھایا جاتا ہے، رسوا کرنا مقصود نہیں ہوتا اور جہاں نفس کی آمیزش ہو اس کا طرز اور لب ولہجہ دل کو چیرتا چلا جاتا ہے۔ کسی کو عیب دار بنانے کے لئے عیب کا ذکر کرنا جائز نہیں ہے اس کا نتیجہ بھی برا ہوتا ہے۔ فرمایا رسول اللہ ﷺ نے جس نے اپنے بھائی کو کسی گناہ کا عیب لگایا تو اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک اس گناہ کو خود نہ کر لے گا۔ (ترمذی)

پڑوسیوں کو زبان سے تکلیف دینے والی عورت کا انجام

عن ابی هریرة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رجل یا رسول اللّٰه! ان فلانة تذکر من کثرة صلاتها وصیامها وصدقتها غیر انها تؤذی جیرانها بلسانها قال هی فی النار قال یا رسول اللّٰه ! ان فلانة تذکر من قلة صیامها و صدقتها وصلوٰتها و انها تصدق لآوار من الاقط ولاتؤذی بلسانها جیرانها قال هی فی الجنة.

(رواه احمد والبیهقی)

''حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ! بلاشبہ فلاں عورت ایسی ہے کہ اس کی نماز اور روزہ اور صدقہ کی کثرت کا (لوگوں میں) تذکرہ رہتا ہے۔لیکن اس کے ساتھ یہ بات بھی ہے کہ وہ اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذا دیتی ہے یہ سن کر حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ یہ عورت دوزخ میں (جانے والی) ہے پھر اس شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ ﷺ بیشک فلاں عورت کے بارے میں لوگوں کا تذکرہ رہتا ہے کہ (نفل) روزے اور (نفل) صدقہ اور (نفل) نماز کم ادا کرتی ہے اور پنیر کے کچھ ٹکڑے صدقہ کر دیتی ہے اور اپنے پڑوسیوں کو اپنی زبان سے ایذاء نہیں دیتی، یہ سن کر آنحضرت فخر عالم ﷺ نے فرمایا کہ وہ جنت میں (جانے والی) ہے۔''

فائدہ:

انسان کو اپنے گھر والوں کے بعد سب سے زیادہ اور تقریباً روزانہ اپنے پڑوسیوں سے واسطہ پڑتا ہے۔ پڑوسیوں کے بچے گھر میں آجاتے ہیں بچوں میں لڑائی بھی ہو جاتی ہے۔ ان کی بکری اور مرغی بھی گھر میں آجاتی ہے۔ ان چیزوں سے ناگواری ہوتی ہے اور ناگواری بڑھتے بڑھتے بغض اور کینہ اور قطع تعلقات تک نوبت پہنچ جاتی ہے اور پھر ہر فریق ایک دوسرے پر زیادتی کرنے لگتا ہے اور غیبتوں اور تہمتوں تک کے انبار لگ جاتے ہیں۔

ایسا بھی ہوتا ہے کہ بعض مرد اور بعض عورتیں تیز مزاج اور تیز زبان ہوتے ہیں۔ اپنی بدزبانی سے پڑوسیوں کے دل چھلنی کرتے رہتے ہیں اور لڑائی کا سامان پیدا کر دیتے ہیں، عورتوں کی بدزبانی اور تیز کلامی تو بعض مرتبہ اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ پورا محلہ ان سے بیزار رہتا ہے اسی طرح کی ایک عورت کے بارے میں حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا گیا کہ بڑی نمازی ہے۔ خوب صدقہ کرتی ہے، نفل روزے بھی کثرت سے رکھتی ہے لیکن اس سب کے باوجود اس میں ایک بات ہے کہ بدزبانی سے پڑوسیوں کو تکلیف دیتی ہے۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ وہ دوزخی ہے۔ دیکھو پڑوسیوں کے ستانے کے سامنے نماز روزہ کی کثرت سے بھی کام نہ چلا۔ اس کے برخلاف ایک دوسری عورت کا ذکر کیا گیا جو فرض نماز پڑھ لیتی تھی۔ فرض روزہ رکھ لیتی تھی زکوٰۃ فرض ہوئی تو وہ بھی ادا

کر دیتی تھی، نفلی صدقہ کی طرف اس کو خاص توجہ نہ تھی۔ ہاں کچھ نفلی نمازیں اور نفلی روزوں کے ساتھ تھوڑا سا صدقہ پنیر کے ٹکڑوں کا کر دیتی تھی۔ لیکن پڑوسی اس کی زبان سے محفوظ تھے۔ جب اس کا تذکرہ حضور اقدس ﷺ کے سامنے کیا گیا تو آپ ﷺ نے اس کو جنتی فرمایا۔ پڑوسی کے ساتھ اچھے اخلاق اور خوبی کے معاملات کے ساتھ زندگی گذارنے کی شریعت اسلامیہ میں بہت زیادہ ترغیب دی گئی ہے اس سے جو تکلیف پہنچے اس پر صبر کرے اور اپنی طرف سے اس کو کسی قسم کی کوئی تکلیف نہ پہنچائے اور اس کی مشکلات ومصائب میں کام آئے جہاں تک ممکن ہو اس کی مدد کرے اس کے گھر کے سامنے کوڑا کچرا نہ ڈالے۔

اس کے بچوں کے ساتھ شفقت کا برتاؤ کرے اور اس سے تکلیف پہنچ جائے تو صبر کرے ان باتوں کا لکھنا اور بول دینا اور سن لینا تو آسان ہے لیکن عمل کرنے کے لئے بڑی ہمت اور حوصلہ کی ضرورت ہے اگر کسی طرح کا کوئی سلوک نہ کر سکے تو کم سے کم اتنا ضرور کرے کہ اس کو کوئی تکلیف نہ پہنچے اور آگے پیچھے اس کی خیر خواہی کرے۔ حضور اقدس ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جبرئیلؑ مجھے برابر پڑوسی کے ساتھ حسن سلوک کرنے کی وصیت کرتے رہے، یہاں تک کہ میں نے یہ گمان کیا کہ یہ پڑوسی کو وارث بنا کر چھوڑیں گے۔ (بخاری ومسلم)

پڑوسی کو تکلیف پہنچانا تو کجا اس کے ساتھ اس طرح زندگی گذارے کہ اس کو کسی قسم کا کوئی خطرہ اور کھٹکا اس بات کا نہ ہو کہ فلاں پڑوسی سے مجھے تکلیف پہنچے گی۔

ایک مرتبہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا: اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں، اللہ کی قسم وہ مومن نہیں۔ عرض کیا گیا یا رسول اللہ ﷺ کس کے بارے میں ارشاد فرمارہے ہیں؟ فرمایا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (بخاری و مسلم)

اور ایک روایت میں یوں ہے کہ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ شخص جنت میں داخل نہ ہوگا جس کا پڑوسی اس کی شرارتوں سے بے خوف نہ ہو۔ (مسلم)

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے حضور اقدس ﷺ سے عرض کیا کہ یا رسول اللہ ﷺ! میں اپنے بارے میں کیسے جانوں کہ میں اچھا ہوں یا برا ہوں۔ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا کہ جب تو اپنے پڑوسیوں سے سنے کہ وہ تیرے بارے میں کہہ رہے ہیں کہ تو اچھے کام کرنے والا ہے تو، تو اچھا ہے اور اگر وہ کہیں تو برے کام کرنے والا ہے تو تو برا ہے۔ (ابن ماجہ)

یہ اس لئے فرمایا کہ انسان کے اچھے برے اخلاق سب سے زیادہ اور سب سے پہلے پڑوسیوں کے سامنے آتے ہیں۔ اور ان کی گواہی اس لئے زیادہ معتبر ہے کہ ان کو بارہا دیکھنے کا اور تجربہ کرنے کا موقعہ پیش آتا ہے۔

ظلم، بخل اور حق تلفی خونریزی کے اسباب ہیں

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم اتقوا الظلم فإن الظلم ظلمات یوم القیامة واتقوا

الشح فإن الشح أهلك من كان قبلكم حملهم على أن سفكوا دمائهم واستحلوا محارمهم. (رواہ مسلم)

''حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تم لوگ ظلم کرنے سے بچو کیونکہ ظلم قیامت کے دن اندھیرے بن کر سامنے آئے گا اور بخل (کنجوسی) سے بچو، کیونکہ بخل نے تم سے پہلے لوگوں کو ہلاک کر دیا۔ ان کو اس پر آمادہ کیا کہ خون بہائیں اور حرام کاموں کا ارتکاب کریں۔''

اس حدیث میں ظلم اور بخل دو چیزوں سے منع فرمایا اور ان کے انجام بد سے باخبر فرمایا۔ اول ظلم کے بارے میں ارشاد فرمایا کہ وہ ظلمات بن کر سامنے آئے گا یعنی جس طرح اچھے اعمال قیامت کے دن روشنی کا ذریعہ ہوں گے اسی طرح ظلم اندھیری اور تاریکی کا سبب بنے گا۔ جیسے اندھیرے میں انسان راہ نہیں پاتا، اسی طرح ظلم کرنے والے میدانِ قیامت میں نجات کا راستہ نہ پائیں گے جب تک مظلوموں کے حقوق ادا نہ کر دیں۔

بعض حضرات نے ''ظلمات'' کا ترجمہ یہ کیا ہے کہ ظلم، قیامت کے دن سختیاں اور مصائب بن کر سامنے آئے گا۔ یہ ترجمہ بھی ٹھیک ہے اور نتیجہ اس کا بھی وہی ہے جو اوپر ذکر ہوا۔

دوم بخل یعنی کنجوسی سے منع فرمایا اور ارشاد فرمایا کہ اس کی وجہ سے پہلی

امتیں ہلاک ہوگئیں۔ کنجوسی کی وجہ سے ان لوگوں نے آپس میں خون ریزیاں کیں اور اللہ تعالیٰ نے جن کاموں کو حرام قرار دیا تھا ان کی خلاف ورزی کر کے حرام کاموں کے مرتکب ہوئے۔

بات یہ ہے کہ کنجوسی، مال کی محبت کی وجہ سے ہوتی ہے اور مال کی محبت میں انسان اتنا آگے بڑھ جاتا ہے کہ اس کی وجہ سے کشت وخون تک سے باز نہیں آتا اور بڑی لاپرواہی سے گناہ کرتا چلا جاتا ہے۔

پھر یہ چیزیں، ہلاکت اور بربادی کا سبب بنتی ہیں، جہاں جہاں مال خرچ کرنا فرض یا واجب ہے وہاں خرچ نہ کرنا بدترین کنجوسی ہے اور گناہ کبیرہ ہے اور مستحبات میں خرچ نہ کرنا ثواب سے محرومی ہے۔

بندوں کے حقوق تلف کرنا انجام

وعن عائشة رضی اللّٰه تعالیٰ عنها قالت قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه علیه وسلم الدواوین ثلاثة دیوان لا یغفره اللّٰه الإشراک باللّٰه یقول اللّٰه عز وجل إن اللّٰه لا یغفر أن یشرک به وديوان لا یترکه اللّٰه ظلم العباد فیما بینهم حتی یقتص بعضهم من بعض ودیوان لا یعبأ اللّٰه به ظلم العباد فیما بینهم وبین اللّٰه فذاک إلی اللّٰه إن شاء عذبه وإن شاء تجاوز عنه. (مشکوة المصابیح)

”حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول

اللہ ﷺ نے کہ (قیامت کے دن) تین قسم کے دفتر ہوں گے۔ایک دفتر تو وہ ہوگا جس میں لکھے ہوئے گناہ، اللہ تعالیٰ معاف نہ فرمائے گا اور یہ شرک کا گناہ ہوگا۔اللہ جل شانہ کا ارشاد ہے کہ بلاشبہ اللہ تعالیٰ اس کی مغفرت نہ فرمائے گا کہ اس کے ساتھ شرک کیا جائے۔اور ایک دفتر ایسا ہوگا کہ اللہ تعالیٰ (اس میں) لکھی ہوئی چیزوں کے فیصلے ضرور فرمائے گا اور فیصلے کئے بغیر نہ چھوڑے گا۔ یہ بندوں کے آپس کے مظالم ہوں گے۔اللہ تعالیٰ ایک کو دوسرے سے بدلہ دلائے گا۔اور ایک دفتر ایسا ہوگا جس میں وہ زیادتیاں (درج) ہوں گی جو اللہ تعالیٰ کے احکام کی خلاف ورزی کی وجہ سے بندوں سے سرزد ہوئی ہوں گی۔پس اس دفتر کی چیزیں، اللہ تعالیٰ کی مشیت اور ارادہ پر ہوں گی۔اللہ تعالیٰ چاہے ان کو عذاب دے اور چاہے تو ان کو معاف فرمادے۔''

فائدہ:

اس سے معلوم ہوا کہ بندوں نے آپس میں جو ایک دوسرے پر کسی طرح مالی یا جانی یا آبرو کے متعلق کوئی زیادتی کی ہوگی اس کی معافی نہ ہوگی جب تک ان کے بدلے نہ دلائے جائیں اور ان بدلوں کا لین دین نیکیوں اور بدیوں کے ذریعے ہوگا۔جیسا کہ آنے والی حدیث میں مذکور ہے۔

عن أبی هريرة رضی اللّٰه تعالیٰ عنه قال قال رسول اللّٰه صلی اللّٰه عليه وسلم من كانت له مظلمة لأخيه من عرضه أو شیء فليتحلله منه اليوم قبل أن لا يكون دينار ولا درهم إن كان له

عمل صالح أخذ منه بقدر مظلمته وإن لم يكن له حسنات أخذ من سيئات صاحبه فحمل عليه. (رواه البخاری)

''حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ ارشاد فرمایا رسول اللہ ﷺ نے کہ جس نے کسی طرح کا کوئی ظلم اپنے بھائی پر کر رکھا ہو خواہ آبروریزی کا ظلم ہو خواہ کسی دوسری طرح کا (مثلاً قرض لے کر نہ دیا ہو یا خیانت، چوری سے مال لیا ہو، یا رشوت لی ہو) سو وہ آج ہی (حق ادا کر کے یا معافی مانگ کر یا بدلہ دے کر) حلال کر لیوے اس (دن) سے پہلے جبکہ نہ دینار ہوگا نہ درہم ہوگا، پس اگر ظلم کرنے والے کے نیک اعمال ہوں گے تو ظلم کے بقدر اس سے لے لئے جائیں گے (اور مظلوم کو دے دیئے جائیں گے) اور اگر ظالم کے نیک اعمال نہ ہوئے تو مظلوم کے گناہ لے کر اس پر ڈال دیئے جائیں گے۔ (جن کی وجہ سے دوزخ کا عذاب بھگتے گا۔)''

حضرت ابو ہریرہ ﷛ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے (ایک مرتبہ حضرات صحابہ ﷡ سے دریافت) فرمایا کہ تم جانتے ہو مفلس (غریب بے پیسہ والا) کون ہے؟ صحابہ ﷡ نے عرض کیا ہم تو مفلس اسے سمجھتے ہیں جس کے پاس درہم نہ ہو اور مال اور سامان نہ ہو۔ آپ ﷺ نے فرمایا بلاشبہ میری امت میں مفلس وہ ہے جو قیامت کے دن نماز، روزے اور زکوٰۃ لے کر آئے گا اور (ساتھ ہی اس حال میں) آئے گا کہ اس نے کسی کو گالی دی ہوگی اور کسی کو تہمت لگائی ہوگی، کسی کا مال کھایا ہوگا، کسی دوسرے کا خون بہایا ہوگا اور کسی کو مال دینا ہوگا۔

لہٰذا اس کی نیکیاں کچھ اس کو دے دی جائیں گی (اور کچھ اس کو دے دی جائیں گی) پس اگر اس کی نیکیاں لوگوں کے حقوق ادا ہونے سے پہلے ختم ہوگئیں تو ان لوگوں کے گناہ اس کے سر ڈال دیئے جائیں گے۔ پھر اسے دوزخ میں ڈال دیا جائے گا۔

فائدہ:

اندازہ لگایئے ایک طرف تو ہم اپنی دنیاوی مصروفیات میں دن رات اس قدر مگن ہیں کہ اپنی آخرت کے لئے کچھ نیکیوں کا ذخیرہ کرنے کی ہمیں فرصت ہی کم ملتی ہے ۔ پھر وہ بھی کسی اور کے کھاتے میں منتقل ہوجائیں اور اپنے گناہوں کے علاوہ دوسروں کے گناہ کا بوجھ بھی ہم پر آپڑے۔ تو ہمارا تو ستیاناس اور بیڑا غرق ہوجائے گا۔

اس لئے ضرورت اِس بات کی ہے کہ ہم اپنی نیکیوں کو محفوظ بنانے کی خاطر اور دوسروں کے گناہوں کے بوجھ سے بچنے کے لئے گالم گلوچ، تہمت، حرام خوری، سفاکی اور ظلم و بربریت سے اپنا دامن آلودہ نہ ہونے دیں۔ اِس سے نہ صرف ہم خود پُرسکون رہیں گے بلکہ دنیا کو امن وآشتی کا گہوارہ بنا سکیں گے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنی حفظ وامان میں رکھے اور اپنی مرضیات پر چلنے اور نامرضیات سے بچنے کی توفیق نصیب فرمائے۔

وآخر دعوانا ان الحمد للہ رب العالمین سبحان ربک رب العزۃ عما یصفون. وسلام علی المرسلین.

والحمد اللہ رب العالمین.

اسلام
اور
عدل وانصاف

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا **حسین احمد مدنی** رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا **حماد اللہ ہالیجوی** رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب وتزئین

عاصم عبداللہ

کرمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

عَنْ عبدالله بن ابی اَوْفی رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ اللّٰه مَعَ القَاضِی مَالَمْ یجُر ، فَاِذا جار تخلّی عَنْهُ وَلَزِمَهُ الشیطان. (رواہ الترمذی)

”حضرت عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ قاضی (یعنی حاکمِ عدالت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے (یعنی اس کی مدد اور توفیق اس کی رفیق رہتی ہے) جب تک کہ وہ عدل وانصاف کا پابند رہے، پھر جب وہ (عدل وانصاف کی پابندی چھوڑ کے) بے انصافی کا رویہ اختیار کرلیتا ہے تو اللہ اس سے الگ اور بے تعلق ہوجاتا ہے (یعنی اس کی مدد اور رہنمائی اس کو حاصل نہیں رہتی) اور پھر شیطان اس کا ہمدم اور رفیق ہوجاتا ہے۔“

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمدہ علیٰ ما انعم وعلّمنا مالم نعلم
والصّلوٰۃ علیٰ افضل الرسل واکرم.
وعلیٰ آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم. اما بعد!

اسلام کا نظام عدل

لوگوں کے درمیان پیدا ہونے والے مختلف قسم کے نزاعات وخصومات کا فیصلہ کرنے اور حقداروں کو اُن کا حق دلوانے، نیز تعزیر وحد کے مستحق چوروں، ڈاکوؤں جیسے مجرموں کو سزا دینے کے لئے محکمۂ قضا یعنی نظام عدالت کا قیام بھی انسانی معاشرہ کی ایک ناگزیر ضرورت ہے۔ اور رسول اللہ ﷺ نے انسانی معاملات کے دوسرے ابواب کی طرح اس باب میں بھی اپنے طرزِ عمل اور ارشادات سے پوری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہجرت سے پہلے مکہ معظّمہ کی زندگی میں تو ظلم وستم اور قتل وغارت کے پیشِ نظر اس کا سوال ہی نہیں تھا لیکن جب آنحضرت ﷺ اور آپ کے اصحاب رضی اللہ عنہم ہجرت کر کے مدینہ منورہ آبسے اور یہاں اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہوگئی تو اُس وقت نظام عدالت بھی اپنی ابتدائی سادہ شکل میں قائم ہوگیا، خود رسول اللہ ﷺ نبی ورسول ہونے کے ساتھ قاضی اور حاکمِ عدالت بھی تھے، نزاعی معاملات

آپ کے سامنے آتے اور آپ اُن کا فیصلہ فرماتے، حدود جاری کرتے یعنی سزا کے مستوجب مجرمین کو قانونِ خداوندی کے مطابق سزائیں دلواتے۔ قرآن مجید میں براہِ راست آپ کو مخاطب کرکے ارشاد فرمایا گیا ہے۔

وَ اَنِ احْكُمْ بَيْنَهُمْ بِمَا اَنْزَلَ اللّٰه. (سورہ المائدہ، آیت/۴۹)

"(اے پیغمبر! آپ لوگوں (کے نزاعات ومعاملات) کا فیصلہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت اور اس کے قانون کے مطابق کیا کریں۔"

دوسری جگہ ارشاد فرمایا گیا:

اِنَّا اَنْزَلْنَا اِلَيْكَ الْكِتَابَ بِالْحَقِّ لِتَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ بِمَا اَرَاكَ اللّٰه. (سورہ النساء، آیت/۱۰۵)

"ہم نے نازل کی آپ کی طرف "کتاب" حق (کی ہدایت) کے ساتھ تاکہ آپ لوگوں کے باہمی معاملات کا فیصلہ کریں، اللہ کی رہنمائی کے مطابق۔"

چنانچہ رسول اللہ ﷺ نزاعات وخصومات کے فیصلے خود فرماتے تھے نیز بعض روایات سے معلوم ہوتا ہے کہ آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہی میں آپ ﷺ کے حکم سے حضرت عمر رضی اللہ عنہ بھی مدینہ طیبہ میں قاضی کی حیثیت سے مقدمات کے فیصلے فرماتے تھے اور جب یمن کا علاقہ بھی اسلامی اقتدار کے دائرہ میں آ گیا تو آپ نے حضرت علی اور حضرت معاذ رضی اللہ عنہما کو بھی وہاں قاضی بنا کر بھیجا۔

آپ نے اُن لوگوں کو جو کسی علاقہ میں عدل وانصاف کے ذمہ دار (قاضی) بنائے جائیں سخت تاکید فرمائی کہ وہ اس ذمہ داری کو اپنے امکان اور اپنی فہم وفکر کی

آخری حد تک عدل وانصاف اور خدا ترسی کے ساتھ انجام دینے کی پوری کوشش کریں، اور ایسا کرنے والوں کو آپ نے دنیا میں خدا کی مدد اور رہنمائی کی اور آخرت میں عظیم انعامات اور بلند درجات کی بشارتیں سنائیں، اور یہ بھی فرمایا کہ اگر بالفرض ایسے لوگوں سے وانستہ اجتہادی غلطی بھی ہو جائے گی تو اس پر مواخذہ نہیں ہوگا بلکہ اپنی نیک نیتی اور حق سمجھنے کی محنت وکوشش کا اُن کو اجر وثواب ملے گا۔ اور اس کے بالمقابل آپ ﷺ نے جانبداری اور بے انصافی کرنے والے حاکموں کو اللہ تعالیٰ کے قہر وغضب سے ڈرایا اور سخت وعیدیں سنائیں۔ نیز آپ نے یہ ہدایت بھی فرمائی کہ حاکم اور قاضی ایسے بندگان خدا کو بنایا جائے جو اس منصب اور عہدے کے خواہشمند نہ ہوں، اور جو لوگ اس کے طالب اور خواہشمند ہوں اُن کو ہرگز یہ منصب اور عہدہ نہ دیا جائے۔ قضا اور عدالت کے طریقہ کار کے بارے میں بھی آپ نے رہنمائی فرمائی اور اس کے لئے کچھ بنیادی اصول بھی ذکر فرمائے۔ اس سلسلہ میں مندرجہ ذیل حدیثیں ملاحظہ فرمائیں۔

عادل حاکم وقاضی کی قدر ومنزلت

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عَمْرو بن الْعاص رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ الْمُقْسِطِيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ عَلٰى مَنَابِرَ مِنْ نُوْرٍ عَنْ يَمِيْنِ الرَّحْمٰنِ وَكِلْتَا يَدَيْهِ يَمِيْنٌ ، اَلَّذِيْنَ يَعْدِلُوْنَ فِيْ حُكْمِهِمْ وَاَهْلِيْهِمْ وَمَا وُلُّوْا. (رواه مسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ (اہل حکومت اور ارباب اقتدار میں سے) عدل وانصاف کرنے والے بندے اللہ تعالیٰ کے ہاں (یعنی آخرت میں) نور کے منبروں پر ہوں گے، اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب اور اُس کے دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں۔ یہ وہ لوگ ہوں گے جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اہل وعیال اور رعایا کے معاملات میں اور اپنے اختیارات کے استعمال کے بارہ میں عدل وانصاف سے کام لیتے ہیں۔''

فائدہ:

اس حدیث میں اُن اہل حکومت اور ارباب اختیار کو جو اپنے فیصلوں میں اور اپنے اختیارات کے استعمال اور سارے معاملات میں عدل وانصاف کا اہتمام اور اس کی پابندی کریں یہ عظیم بشارت سنائی گئی ہے کہ آخرت میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے اُن کا یہ اعزاز واکرام ہوگا کہ وہ اُس کے داہنی جانب نور کے ممبروں پر بٹھائے جائیں گے۔ اس دنیا کے شاہی درباروں میں کسی کی کرسی کا تختِ شاہی کے داہنی جانب ہونا، اُس کے خاص الخاص اعزاز واکرام کی علامت سمجھا جاتا ہے۔ اس بناء پر اس حدیث کا مقصود ومدعا یہ ہوگا کہ جو بندے برسرِ حکومت اور صاحب اختیار ہونے کے ساتھ عدل وانصاف کے تقاضوں کی پوری پابندی کریں، تو آخرت میں اللہ تعالیٰ کے دربار میں اُن کا ایسا ہی خاص الخاص اعزاز واکرام ہوگا اُن کی نشست گاہیں (منبر کہیے یا کرسیاں) اللہ تعالیٰ کے داہنی جانب ہوں گی۔

ایک شبہ کا ازالہ

حدیث کے لفظ عن یمین الرحمن ''خداوند رحمٰن کے داہنی جانب'' سے شبہ ہوسکتا تھا کہ جس طرح ہم لوگوں کے داہنے ہاتھ کے ساتھ دوسرا بایاں ہاتھ ہوتا ہے (جو داہنے ہاتھ کے مقابلہ میں کمزور اور کمتر ہوتا ہے) اسی طرح خداوند رحمٰن کا بھی دوسرا بایاں ہاتھ ہوگا۔ تو رسول اللہ ﷺ نے وضاحت فرمائی کہ اُس کا کوئی ہاتھ بھی بایاں نہیں ہے، دونوں ہاتھ داہنے ہی ہیں کلتا یدیہ یمین۔ رسول اللہ ﷺ کی (اس وضاحت سے یہ معلوم ہوگیا کہ اس حدیث میں یا اس طرح کی دوسری احادیث یا قرآنی آیات میں اللہ تعالیٰ کے لئے جو ''یمین'' یا ''ید'' (ہاتھ یا داہنے ہاتھ) کے الفاظ کہیں استعمال ہوئے ہیں، اُن سے ہمارے جیسے ہاتھ مراد نہیں ہے۔ قرآن پاک میں بھی فرمایا گیا ہے۔

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ.

''کوئی چیز بھی اللہ کی مثل یا مثال نہیں ہے۔''

رہی یہ بات کہ پھر ''ید'' جیسے الفاظ سے کیا مراد ہے؟ تو اس کے بارہ میں ائمہ سلف کے اس مسلک میں زیادہ سلامتی اور احتیاط ہے کہ ہم اس کا اعتراف اور اقرار کریں کہ اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کی نوعیت اور حقیقت کی دریافت سے ہم عاجز ہیں۔

حدیث کے آخری الفاظ میں:

الذین یعدِلون فی حکمهم واهلیهم و ماوُلُوا.

یعنی بشارت ان عادل ومنصف بندوں کے لئے ہے جو اپنے عدالتی اور حکومتی فیصلوں میں انصاف کریں اور اپنے اہل وعیال اور اہل تعلق کے ساتھ بھی ان کا رویہ عادلانہ اور منصفانہ ہو، اور اگر وہ کسی کے ولی اور سرپرست ہوں یا کسی جائیداد یا ادارہ کے متولی اور ذمہ دار ہوں تو اُس کے معاملات میں بھی عدل وانصاف کے تقاضوں کی پابندی کریں۔ اس سے معلوم ہوا کہ عدل وانصاف کا حکم اور اس پر بشارت کا تعلق صرف اربابِ حکومت اور حاکمانِ عدالت ہی سے نہیں ہے بلکہ اپنے اپنے دائرہ عمل میں ہر شخص اس کا مکلّف ہے اور اس قدر ومنزلت کا حقدار ہے۔

عادل اور ظالم حاکم کا انجام

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہ صلی اللّٰہ علیہ وسلم اِنَّ اَحبَّ النّاس اِلی اللّٰہ یوم القیٰمَۃِ و اَقربھم مِنْہ مجلسًا امام عَادلٌ واِنَّ اَبْغضَ النَّاسِ الی اللّٰہ یوم القیمۃ واَشَدَّھُم عذابًا اِمَامٌ جائرٌ.

(رواہ الترمذی)

”حضرت ابوسعید خدری ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کرنے والے حاکم قیامت کے دن اللہ کو دوسرے سب لوگوں سے زیادہ محبوب اور پیارے ہوں گے اور ان کو اللہ تعالیٰ کا سب سے زیادہ قرب حاصل ہوگا۔ اور (اس کے برعکس) وہ اربابِ حکومت قیامت

کے دن اللہ کو سب سے زیادہ مبغوض اور سخت ترین عذاب میں مبتلا ہوں گے جو بے انصافی کے ساتھ حکومت کریں گے۔''

عَنْ عبداللّٰه بن ابی اَوفی رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللّٰه علیه وسلم اِنَّ اللّٰه مَعَ القَاضِی مَالَمْ یجُر ، فَاِذا جَار تخلّی عَنْهُ وَلَزمهُ الشیطان.

(رواه الترمذی)

''حضرت عبداللہ بن ابی اوفی ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ قاضی (یعنی حاکمِ عدالت) کے ساتھ اللہ تعالیٰ ہوتا ہے (یعنی اس کی مدد اور توفیق اس کی رفیق رہتی ہے) جب تک کہ وہ عدل وانصاف کا پابند رہے، پھر جب وہ (عدل وانصاف کی پابندی چھوڑ کے) بے انصافی کا رویہ اختیار کر لیتا ہے تو اللہ اس سے الگ اور بے تعلق ہو جاتا ہے (یعنی اس کی مدد اور رہنمائی اس کو حاصل نہیں رہتی) اور پھر شیطان اس کا ہمدم اور رفیق ہو جاتا ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ حاکم اور قاضی کی نیت اور کوشش جب تک یہ رہے گی کہ میں حق وانصاف ہی کے مطابق فیصلے کروں اور مجھ سے بے انصافی سرزد نہ ہو تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد اور رہنمائی ہوتی رہتی ہے۔ لیکن جب خود اس کی نیت خراب ہو جائے اور ظلم و بے انصافی کا راستہ اختیار کر لے تو اللہ تعالیٰ اس کو اپنی مدد

اور رہنمائی سے محروم فرمادیتا ہے اور پھر شیطان ہی اُس کا رفیق و رہنما بن جاتا ہے اور وہ اس کو جہنم کیطرف لے جانے والے راستہ پر چلاتا ہے۔

قاضی اور حاکم سے اگر اجتہادی غلطی ہو جائے تو.....

عن عبدالله بن عمروٍ و ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنهما قالا قال رسول الله صلى الله عليه وسلم اِذا حكم الحاكم فاجتهد فأصاب فله اَجْرَانِ وَ اِذا حكم فاجتهدَ و اَخطأَ فلهُ اَجْرٌ وَاحِدٌ.

(رواه البخاری ومسلم)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص اور حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت ہے دونوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جب حاکم (کسی معاملہ کا) فیصلہ کرنا چاہے اور (حق کے مطابق اور صحیح فیصلہ کرنے کے لئے) غور وفکر اور پوری کوشش کرے اور صحیح فیصلہ کردے تو اس کو دوہرا اجر ملے گا۔ (ایک صحیح فیصلہ کرنے کی نیت اور کوشش ومحنت کا اور دوسرا صحیح فیصلہ کرنے کا) اور اگر اس نے حقیقت کو جاننے سمجھنے اور صحیح فیصلہ کرنے کی پوری کوشش کی اور اس کے باوجود فیصلہ غلط ہوگیا۔ تو بھی اس کو ایک اجر وثواب ملے گا۔ (یعنی حق کے مطابق فیصلہ کرنے کی نیت اور محنت کا)۔''

فائدہ:

حدیث کے مطلب کی بقدر ضرورت تشریح ترجمہ کے ساتھ کردی گئی ہے ۔اس حدیث سے ایک بڑی اہم اصولی بات یہ معلوم ہوئی کہ اگر حاکم مجتہد کسی معاملہ اور مسئلہ میں حق وصواب کو جاننے سمجھنے کی امکان بھر کوشش کرے تو اگر وہ صحیح نتیجہ پر نہ پہنچ سکے تب بھی عنداللہ اجر وثواب کا مستحق ہوگا کیونکہ اس کی نیت حق وصواب کو سمجھنے کی تھی اور اس کے لئے اس نے غور وفکر اور محنت وکوشش بھی کی ۔اور وہ اسی کا مکلف تھا، لیکن ظاہر ہے کہ اس کا تعلق انہی لوگوں سے ہے جو اس کے اہل ہوں۔

نا اہلوں کو اجتہاد کی اجازت تو کوئی بھی نہیں دے سکتا۔ جس شخص نے قدیم یا جدید طب کا فن حاصل ہی نہیں کیا وہ اگر مطب کھول کر بیٹھ جائے اور بیماروں کا علاج کرنے لگے تو مجرم قرار پائے گا اور جیل خانہ کا مستحق ہوگا۔ ہماری زبان کی صحیح مثل ہے ''نیم حکیم خطرۂ جان اور نیم ملا خطرۂ ایمان'' آگے حدیث میں صراحت کے ساتھ فرمایا گیا ہے کہ جو شخص ضروری علم اور اہلیت کے بغیر فیصلے کرے وہ دوزخ کا مستحق ہے۔

جنتی اور دوزخی قاضی وحاکم

عن بريدة رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم القُضَاةُ ثلثة واحدٌ فى الجنة واثنان فى النار فامّا الّذى فى الجنة فرجُل عرف الحق

فقضیٰ به ورجل عرف الحق فجار فی الحُکم فهو فی النار ، ورجلٌ قضیٰ للناس علی جهلٍ فهو فی النار.

(رواه ابوداؤد وابن ماجه)

''حضرت بریدہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا قاضی (حاکمانِ عدالت) تین قسم کے ہیں، اُن میں سے ایک جنت کا مستحق اور دو دوزخ کے مستحق ہیں۔ جنت کا مستحق وہ حاکم عدالت ہے جس نے حق کو سمجھا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور جس حاکم نے حق کو سمجھنے کے باوجود ناحق فیصلہ کیا وہ دوزخ کا مستحق ہے اور اسی طرح وہ حاکم بھی دوزخ کا مستحق ہے جو بے علم اور ناواقف ہونے کے باوجود فیصلے کرنے کی جرأت کرتا ہے۔''

رشوت لینے اور دینے والے قضاۃ وحاکم مستحق لعنت

حاکمان عدالت کو حق وانصاف کے خلاف فیصلہ پر آمادہ کرنے والے اسباب میں ایک بڑا سبب رشوت کی طمع ہوتی ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے اور دینے کو موجبِ لعنت گناہ بتلایا ہے۔

عن عبداللّٰہ بن عمرٍو رضی الله تعالیٰ عنه قال لَعَنَ رسول اللّٰہ صلی اللّٰہ علیه وسلم الرَّاشی والمُرْتَشِی.

(رواہ ابوداؤد)

''حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص ﷜ سے روایت ہے کہ

رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی رشوت دینے والے اور رشوت لینے والے پر۔"

(حضرت عبداللہ بن عمرو کے علاوہ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ نے بھی روایت کیا ہے۔)

فائدہ:

کسی مجرم کے لئے اللہ یا اس کے رسول کی طرف سے لعنت، اس سے انتہائی ناراضگی و بیزاری کا اعلان اور نہایت سنگین سزا ہے۔ اللہ کی طرف سے کسی پر لعنت کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ خداوند رحمٰن ورحیم نے اُس مجرم کو اپنی وسیع رحمت سے محروم کردینے کا فیصلہ فرمادیا ہے۔ اور اللہ کے رسول یا فرشتوں کی طرف سے لعنت کا مطلب اس شخص سے بیزاری اور اس کے قابل لعنت ہونے کا اعلان اور اس کی رحمت سے محروم کردیئے جانے کی بددعا ہوتی ہے۔ اس بناپر حدیث کا مطلب یہ ہوا کہ رسول اللہ ﷺ نے رشوت لینے والوں اور رشوت دینے والوں سے اپنی انتہائی ناراضگی و بیزاری کا اظہار فرمایا اور اُن کے لئے بددعا فرمائی کہ اللہ ان کو اپنی رحمت سے محروم کردے۔ اللہ کی پناہ! رحمۃ للعالمین شفیع المذنبین ﷺ جس بدنصیب سے بیزاری کا اعلان فرمائیں اور اس کے لئے رحمت خداوندی سے محروم ہوجانے کی بددعا فرمائیں اُس بدبخت کا کہاں ٹھکانا!

اس حدیث کی بعض روایتوں میں ایک لفظ "والرائش" کا اضافہ بھی ہے جس کا مطلب یہ ہوگا کہ رشوت لینے اور دینے والے کے علاوہ اُس درمیانی آدمی

(دلال) پر بھی رسول اللہ ﷺ نے لعنت فرمائی جو رشوت کے لین دین کا ذریعہ اور واسطہ ہے۔

عدل پروری اور اسلامی طرزِ حکومت

سرور کونین ﷺ نے مختلف انداز سے سلطان کے عدل ومساوات پر روشنی ڈالی ہے اور اس کی اہمیت ذہن نشین کرانے کی سعی کی ہے۔ ایک مرتبہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

ان السلطان ظل اللّٰہ فی الارض یأوی الیہ کل مظلوم مِنْ عبادہٖ فاذا عدل کانَ لہ الاجر وعلی الرعیۃ الشکر واذا جار کان علیہ الوزر وعلیٰ الرعیۃ الصبر.

(مشکوۃ: کتاب الامارۃ: ص/۳۲۳)

''سلطان روئے زمین پر اللہ تعالیٰ کا سایہ ہے جس کی طرف خدا کے مظلوم بندے پناہ لیتے ہیں جب وہ انصاف کرتا ہے تو وہ مستحق اجر ہوتا ہے اور رعایا پر شکر گذاری واجب ہوتی ہے اور جب وہ ظلم وزیادتی کرتا ہے تو وہ گنہ گار ہوتا ہے اور اس وقت رعایا کو صبر سے کام لینا چاہئے۔''

اگر زمین پر حکومت حاصل ہونے کے بعد بھی امام احکام خداوندی کو نافذ نہیں کرتا بلکہ قانون خداوندی سے باغی ہو کر ظلم وستم ڈھاتا ہے تو پھر وہ ظل اللہ باقی نہیں رہتا، بلکہ ظل الشیطان (سایۂ شیطانی) بن جاتا ہے، اس کا کام

زمین پر فساد کا بیج بونا اور شیطانیت پھیلانا ہے۔ ملا علی قاری لکھتے ہیں:

ثم لاشک ان السلطان حین ظلمه انما یکون ظل الشیطان. (مرقاة المفاتیح: ج/۲،ص/۱۴۰)

''پھراس میں قطعاً کوئی شبہ نہیں ہے کہ بادشاہ جس وقت ظالم بن جاتا ہےتو وہ شیطان کا سایہ ہو جاتا ہے۔''

ظالم بادشاہ کے ظل الشیطان ہونے کی دلیل میں حضرت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی ایک روایت ہے جس میں اس سلطان کو ظل اللہ (سایہ خداوندی) قرار دیا گیا ہے جو عادل اور متواضع ہوتا ہے۔

السلطان العادل المتواضع ظل اللّٰه وروحه.

''خدا کا سایہ اور اس کی رحمت وہ بادشاہ ہے جو انصاف پسند اور متواضع ہو۔''

سرورکونین ﷺ نے اہل حکومت کو عدل ومساوات کی ترغیب دیتے ہوئے فرمایا:

ان افضل عباداللّٰه عند اللّٰه منزلة یوم القیامة امام عادل رقیق وان شر الناس عنداللّٰه منزلة یوم القیامة امام جائر خرق.

(مشکوٰۃ، کتاب الامارۃ: ص/۳۲۳)

''قیامت کے دن اللہ تعالیٰ کے نزدیک اس کے بندوں میں سے بڑے مرتبے والا انصاف پرور نرم خو خلیفہ ہوگا اور لوگوں میں سب سے بدتر، خدا کے نزدیک ظالم، تندخو، اور درشت مزاج خلیفہ ہے۔''

آنحضرت ﷺ نے اپنی امت کو تین خطروں سے آگاہ کیا، ان میں ایک خطرہ بادشاہ کے ظلم وزیادتی کو بتایا۔

حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ کا بیان ہے کہ ایک بار مجھ سے آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

''اے معاویہ! اگر کبھی تم کو کوئی ملکی اور قومی خدمت سپرد کی جائے
تو اس میں انصاف کرنا اور اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ڈرتے رہنا۔''

آپ ﷺ نے عدل گری کی ترغیب دی اور ارشاد فرمایا:

حکومت کے وہ افراد جو انصاف کرنے والے ہیں اللہ تعالیٰ ان کو اپنے پاس نور کے منبر پر بٹھائے گا۔ (یہ حدیث ماقبل میں تفصیل سے بیان جاچکی ہے)۔

ظلم وزیادتی کی شدید ممانعت

غیر منصف حکمرانوں کے سلسلہ میں آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ جہنم میں ڈال دیئے جائیں گے۔

ما من احد یکون علی شئی من امور ھذہ الامۃ فلم یعدل فیھم لا اکبہ اللہ فی النار. (اخرجہ الحاکم وصححہ)

(مجموعۃ الحدیث النجدیہ: ص ۳۰۳)

''جو شخص اس امت کے کسی کام پر مامور ہو اور وہ ان میں انصاف نہ کرے تو اللہ تعالیٰ اس شخص کو جہنم میں ڈال دے گا۔''

حکمرانوں کے ظالمانہ تصرفات کی مذمت

اسلام نے حکمراں طبقہ کو مختلف پیرایہ میں انصاف اور عدل ومساوات کی تاکید کی ہے اور چوری، خیانت اور بیت المال میں ناجائز تصرف سے منع کیا ہے اور ہدایات پر عمل نہ کرنے کی صورت میں آخرت کے عذاب کی دھمکی سنائی ہے۔

آپ ﷺ ارشاد ہے:

من استعلمناه على عمل فكتم منه مخيطا فما فوقه كان غلولا ياتي به يوم القيامة.

"جس شخص کو ہم کسی کام پر مقرر کردیں اور وہ اس میں ایک سوئی یا اس سے بھی معمولی چیز چھپا رکھے تو یہ خیانت ہے، قیامت میں وہ اسے لے کر حاضر ہوگا۔"

مسند احمد میں ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا:

احب الخلق الى الله امام عادل وابغضهم اليه امام جائر. (السياسة الشرعيه: ص/۱۱)

"مخلوق خدا میں اللہ تعالیٰ کی نظر میں عزیز تر، عدل پرور خلیفہ ہے اور مبغوض ترین ظالم بادشاہ۔"

فائدہ:

حدیث میں صراحت ہے کہ ہر وہ شخص کہ جو کسی چھوٹی بڑی جماعت کا امیر رہا ہے، قیامت میں اس طرح حاضر ہوگا کہ وہ بندھنوں میں جکڑا ہوا ہوگا، اس کے

سامنے اس کے اعمال نامے پیش ہوں گے، اب اگر عدل و مساوات پر قائم رہا ہے تو رہائی پائے گا اور اگر ظلم و ستم کی راہ پر گامزن رہا ہے تو ہلاک اور برباد ہوگا۔

ما من رجل یلی امر عشرة فما فوق ذلک الا اتاه اللّٰه عزوجل مغلولا یوم القیامة یده الی عنقه فکّه بره او اوبقه اثمه. (مشکوٰة کتاب الامارة: ص/۳۲۳)

''دس یا زیادہ آدمیوں کا جو شخص بھی حاکم ہوگا اللہ تعالیٰ اسے اپنی عدالت میں اس طرح حاضر کریں گے کہ اس کے ہاتھ اس کی گردن سے بندھے ہوں گے، اب وہاں اس کی نیکی اس کو رہائی بخشے گی یا اس کی برائی اس کو ہلاک کرے گی۔''

دوسری روایت کے الفاظ یہ ہیں:

ان یوتی به مغلولا حتی یفک عنه العدل او یوبقه الجور.

(رواه الدرامی)

''وہ قیامت کے دن بیڑیوں میں جکڑا ہوا لایا جائے گا پھر یا اس کا عدل و انصاف اسے خلاصی بخشے گا یا اس کا ستم اس کی ہلاکت کا باعث ہوگا۔''

ظلم کی حکمرانی مملکت کی تباہی

غور کیجئے کہ ان احادیث میں رحمت عالم ﷺ نے خلیفہ اور سلطان کو کس قدر تاکید کی ہے کہ وہ حق پر ثابت قدم رہیں اور جب ان پر قوم وملک کی ذمہ داری آجائے تو اس وقت ان ذمہ دارانِ امت کے کیا فرائض ہیں۔ عدل و مساوات کی

یہ ترغیب اور ظلم وزیادتی سے بچنے کی یہ تاکید بے وجہ نہیں ہے یقین کریں کہ پورے ملک میں امن وسکون، راحت وعافیت اور اتحاد ویکجہتی کی فضا اس وقت تک پیدا نہیں ہوسکتی جب تک اربابِ حکومت میں یہ اوصاف موجود نہ ہوں۔

جس ملک میں بھی اس کے افراد حکومت سے یہ اوصاف ختم ہوجائیں گے، وہ ملک فتنہ وفساد، خوف وہراس اور بدامنی کا مرکز بن جائے گا۔ انسانی جانیں دن رات کیڑے مکوڑوں کی طرح ضائع ہوں گی، شرافت ووقار کا دامن تارتار نظر آئے گا، اور ملک میں خوش حالی ناپید ہوجائے گی۔

حکومت میں کیسے لوگ لئے جائیں؟

اربابِ حکومت پر عدل پروری کی جو ذمہ داری عائد ہوتی ہے اس کا اولین تقاضا یہ ہے کہ جب کسی شعبہ حکومت میں کسی شخص کو لینا ہو تو متعلقہ شعبہ کے افسر اعلیٰ کا فرض ہے کہ وہ کسی ایسے شخص کو لے جو ہر طرح اس منصب کے لائق ہو خواہ وہ برسراقتدار خاندان سے تعلق رکھتا ہو، انسان کے بنائے ہوئے قانون کی پابندی نہ کرے، جس کی وجہ سے اہل شخص کو چھوڑنا پڑے اور نااہل کے انتخاب پر اپنے کو مجبور پائے۔ آخرت میں یہ عذر اس کو بچا نہ سکے گا کہ فلاں برسراقتدار خاندان سے نہیں تھا، اس کو ہم نہ لے سکے، اور فلاں شخص چونکہ فلاں کی سفارش رکھتا تھا، اسلئے اس کے لینے پر مجبور ہوئے۔

اس موقع پر قرابت داری کا خیال، خاندان ونسل کا پاس ولحاظ اور رشتہ اخوت ومودّت ہرگز دھوکا دینے نہ پائے، اسی طرح حرص وہوس، بیجا خوشامد

وچاپلوسی اور غلط اخلاقی دباؤ کا شکار نہ ہو۔

اسلام نے اس سلسلہ میں بھی رہنمائی کی ہے۔ پیغمبر اسلام ﷺ کا ارشاد ہے:

من ولی امر المسلمین شیئا فولی رجلا وھو یجد من
ھو اصلح للمسلمین فقد خان اللّٰہ ورسولہ.

(السیاسة الشرعیة: ص/۳)

''حکومت کا جو ذمہ دار لائق ترین شخص کو نظر انداز کر کے کسی
دوسرے کو کام سپرد کرتا ہے وہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ سے
خیانت کرتا ہے۔''

اور دوسری حدیث میں ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا:

من قلد رجلا عملا علی عصابتہ وھو یجد فی تلک
العصابة ارضی منہ فقد خان اللّٰہ ورسولہ وخان المؤمنین.

(رواہ الحاکم فی صحیحہ)

''ایک بہتر شخص کی موجودگی میں اس کو چھوڑ کر جس شخص نے کسی
اور کو جماعتی کام کا ذمہ دار بنایا اس نے اللہ تعالیٰ اس کے رسول
برحق اور مومنوں سے خیانت کی۔''

عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما راوی ہیں کہ سید الکونین ﷺ نے فرمایا:

من استعمل رجلا علی عصابة و فیھم من ھو ارضی
للّٰہ منہ، فقد خان اللّٰہ ورسولہ والمومنین.

(مجموعة الحدیث النجدیہ: ص/۳۰۳)

''جس شخص نے پسندیدہ ترین شخص کو چھوڑ کر جماعت کا کام دوسرے کے سپرد کیا، اس نے اللہ، اس کے رسول اور مسلمانوں سے خیانت کی۔''

ان حدیثوں میں صراحت کے ساتھ مذکور ہے کہ جب کسی عہدہ پر کسی کو مقرر کرنا ہو تو متعلقہ افراد کا فرض اولین ہے کہ وہ اس شخص کا انتخاب کریں، جو صحیح معنی میں اس عہدہ کا مستحق ہے اور وہ اپنے فرائض پوری دیانت داری اور محنت سے حسن وخوبی کے ساتھ انجام دے سکے، اور وہ اس طرح کے لوگوں میں سب سے افضل ہو۔

ہر شعبہ کے لئے اس کے لائق آدمی کی تلاش وجستجو ہونی چاہئے۔ اگر ذمہ داروں نے اس سلسلہ میں اپنی طرف سے کوئی کوتاہی یا غفلت برتی تو وہ اسلام کے قانون میں مجرم ہوں گے، اور خیانت جیسے جرم کے مرتکب۔

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا عدل وانصاف قائم رکھنے کا اہتمام

صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ان ہدایات نبوی کی جس طرح پیروی کی وہ تاریخ کا سنہرا باب ہے۔ رحمت عالم ﷺ کے یار غار نے جن کا لقب ہی خلیفہ رسول تجویز ہوا تھا۔ جب خلافت کی باگ ڈور سنبھالی تو آپ نے عمال اور حکام کے انتخاب میں ہدایات نبوی کا پورا لحاظ رکھا اور ہر شعبہ میں ان لوگوں کو جگہ دی جو ہر طرح اس مفوضہ خدمت کے اہل اور لائق تھے اور حقیقت یہ ہے کہ اس جگہ کے لئے اس سے اچھا دوسرا آدمی نہیں ہوسکتا تھا۔

سیدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے اپنے تمام عمال وحکام کو تاکید کر رکھی تھی کہ

حکومت کے کام میں جب کسی آدمی کی ضرورت ہو تو وہ ایسا آدمی منتخب کریں جو ہر پہلو سے اس خدمت کے مناسب ہو، کینہ پروری اور اقربا نوازی کی گرفت میں ہرگز نہ آئیں۔

چنانچہ یزید بن سفیان رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو شام کی گورنری جب تفویض کی تو ساتھ ہی ان کو یہ ہدایت بھی فرمائی:

یا یزید ان لک قرابة عسیت ان تؤثرهم بالامارة وذلک اکبر ما اخاف علیک.

(مجموعة الحدیث: ص/۳۰۳)

''یزید دیکھو! وہاں تمہاری قرابت داری ہے، کہیں ایسا نہ ہو کہ حکومت کے صیغوں میں قرابت داری اثر انداز ہونے لگے (اور تم رشتہ داروں کو لینے لگو) اور مجھے اسی کا تم سے سب سے زیادہ خطرہ ہے۔''

صاف گوئی اور لب لہجہ دیکھیں کہ حکومت کے باب میں جو بات کہنی ہے، کیسی بیباکی سے فرما رہے ہیں اور آپ کا انداز بیان اس سلسلہ میں کس قدر موثر اور چونکا دینے والا ہے۔

اس پر اکتفا نہیں فرمایا بلکہ آگے یہ بھی ذہن نشین کیا کہ میں اس لئے صفائی سے یہ کہہ رہا ہوں کہ رسول اکرم ﷺ نے فرمایا ہے کہ:

من ولی من امر المسلمین شیئا فامر علیهم احدا محاباة فعلیه لعنة الله والملائکة والناس اجمعین لا

يقبل الله منه صرفا ولا عدلا حتى يدخله جهنم.

(اخرجه احمد والحاكم وصححه) (مجموعة الحديث النجدية: ص ۳۰۴)

''جو شخص کسی خدمت کا نگران اعلیٰ بنایا جائے اور وہ دوسروں کو چھوڑ کر پبلک کام کے لئے خلاف انصاف ایک مخصوص شخص متعین کرلے تو اس پر اللہ تعالیٰ اور فرشتے اور تمام لوگوں کی لعنت ہو، اللہ تعالیٰ نہ تو اس کی طرف سے کوئی فدیہ قبول فرمائیں گے اور نہ کوئی سفارش، یہاں تک کہ اس کو جہنم میں ڈال دیں گے۔''

نظام عدالت کیسا ہونا چاہیے؟

ارض وسماء کے رب اور قیوم کائنات نے دنیا میں رہنے والے انسانوں کے لئے زندگی بسر کرنے کے بے شمار طریقے وضع کئے ہیں، جن سے مقصد یہ ہے کہ کائنات میں بسنے والی نوع انسانیت کو صحیح طریقے سے طرزِ زندگی آجائے اور خداوندِ قدوس کی طرف سے بتائے ہوئے اصول وقوانین اور اعمال حسنہ کر کے اس کی خوشنودی حاصل کرے تاکہ دنیا میں ایک مثالی انسان بن کر فلاحِ آخرت کا ثمرہ تیار کرے۔ منجملہ آداب اور اعمال میں سے ایک عظیم اور فقید المثال عمل بلکہ یوں کہیں کہ دنیا میں بقاء انسانیت کا سرچشمہ امر عدالت ہے۔

دورِ نبوی ﷺ سے لیکر اب تک جس دور میں بھی نظامِ عدالت اپنی آب وتاب کے ساتھ قائم رہا وہ جگمگاتا رہا۔ خوشیاں بکھیرتا رہا، لیکن بدقسمتی سے جن جن ممالک کی باگ ڈور ان کے نااہلوں، شریروں اور قوم کے ذلیل ترین انسانوں کے ہاتھ میں آگئی ان اقوام عالم نے ناکامی، رسوائی اور مظلوم

انسانوں پر ظلم کے علاوہ اور کچھ بھی نہیں پایا، آج تقریباً پوری دنیا سے نظامِ عدالت رخصت ہو چکا ہے۔ جس کا نتیجہ روزِ روشن کی طرح عیاں ہے، خیر مایوسی آج بھی نہیں ہے، اگر عدل وانصاف والی حکومت آج بھی قائم ہو جائے تو وہی محمدی نظام امن وعدالت ضرور رنگ لائیگا۔

آج کی اس مجلس میں قرآن وحدیث کے حوالوں سے نظام عدل وانصاف کا بیان مطلوب ہے، چنانچہ قرآن مجید میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے براہِ راست رسول اکرم ﷺ کو مخاطب کر کے ارشاد فرمایا ہے۔

و ان احکم بینھم بما انزل اللّٰہ. (المائدہ: آیت/ ۴۹)

"یعنی اے پیغمبر! لوگوں (کے نزاعات ومعاملات) کا فیصلہ اللہ کی نازل کی ہوئی ہدایت اور اس کے قانون کے مطابق کیا کریں۔"

قاضیوں اور ججوں کے لئے رہنما اصول

مقدمات اور نزاعات کا فیصلہ کرنے والے قاضیوں اور حاکموں وججوں کے لئے رسول اکرم ﷺ نے جو رہنما اصول مقرر فرمایا اور جو ہدایات دیں وہ یہ ہیں کہ سب سے پہلے وہ فیصلہ قرآن سے کریں۔ لیکن اگر وہ مسئلہ قرآن میں نہیں ہے تو پھر حدیث میں تلاش کر کے اس کے مطابق فیصلہ کریں، لیکن اگر وہ مسئلہ کسی حدیث سے بھی حل نہیں ہو رہا تو پھر اپنی رائے اور قیاس کے ذریعہ اس مسئلے کا حل تلاش کیا جائے۔ لیکن یہ ذہن نشین ہو کہ اس ذہنی کاوش میں کوئی اپنا ذاتی مفاد نہ ہو۔ نہ کسی

ملزم کے خلاف سازش یا کسی کی حق تلفی اور ظلم وجبر کا شائبہ رہے۔ پھر انشاء اللہ بہترین ثمرات اوراچھے نتائج سامنے آئیں گے۔اور ملک وقوم باعزت طریقے سے ترقی کریں گے۔

نظام حکومت، خلافت وامارت

''اسلام'' انسانی زندگی کے سارے ہی شعبوں پر حاوی ہے۔ وہ عقائد وایمانیات، عبادات، اخلاق، آدابِ معاشرت اور معاملات کی طرح نظامِ حکومت کے بارے میں بھی اپنے پیروؤں کی رہنمائی کرتا ہے اور احکام وہدایات دیتا ہے، بلکہ سلطنت وحکومت کا شعبہ اس کا اہم ترین شعبہ ہے کیونکہ دوسرے بہت سے شعبوں کا وجود اس سے وابستہ اور اسی پر موقوف ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے اپنے طرزِ عمل اور ارشادات سے اس شعبہ کے بارے میں بھی امت کی پوری رہنمائی فرمائی ہے۔ ہجرت کے بعد جب مدینہ طیبہ میں مسلمانوں کی اجتماعیت کی ایک شکل پیدا ہوگئی تو غیر رسمی طور پر ایک چھوٹی سی حکومت بھی قائم ہوگئی۔ رسول اللہ ﷺ اللہ کے نبی ورسول ہونے کے ساتھ اس حکومت کے سربراہ اور فرمانروا بھی تھے، ہجرت کے بعد قریباً دس سال آپ اس دنیا میں رہے، اس مدت میں اس حکومت کا دائرہ اقتدار برابر وسیع ہوتا رہا اور تیزی سے پھیلا، یہاں تک کہ حیات مبارکہ کے آخری دور میں پورا عرب بلکہ یمن اور بحرین کے علاقے بھی اس حکومت کے زیر اقتدار آگئے۔

ان دس سالوں میں اس دور کے معیار کے مطابق وہ سب ہی کام اللہ تعالیٰ

نے رسول اللہ ﷺ کے ہاتھوں سے کرائے جو حکومت کے سربراہوں ہی کے کرنے کے ہوتے ہیں، آپ نے اعلاء کلمۃ اللہ اور اللہ کے بندوں پر اللہ ہی کی حکمرانی قائم کرنے کے لئے اس کے راستے میں رکاوٹ ڈالنے والی دشمن طاقتوں سے جہاد بھی کیا، اس سلسلہ میں فوجی مہمیں اور فوجی دستے بھی بھیجے۔ صلح کے معاہدے بھی کئے، جزیہ، خراج اور زکوٰۃ کی وصولی کا نظام بھی قائم فرمایا۔ زیر اقتدار آجانے والے علاقوں میں قاضی، والی اور عامل بھی مقرر کئے اور ان سب کاموں کے بارے میں آپ نے ہدایات بھی دیں۔

آپ کے اس دس سالہ دور حکومت اور اس موضوع سے متعلق آپ کی ہدایات میں اسلامی حکومتوں اور ان کے سربراہوں کے لئے اصولی درجہ میں پوری رہنمائی موجود ہے۔ آپ ﷺ کے بعد آپ کے تربیت یافتہ خواص اصحاب ورفقاء میں سے جو چار حضرات یکے بعد دیگرے اس حکومتی نظام کو چلانے میں آپ کے جانشین ہوئے۔ (حضرت ابوبکر صدیق، حضرت عمر فاروق، حضرت عثمان ذی النورین، حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہم) انہوں نے اپنے زمانے کے تقاضوں کا لحاظ رکھتے ہوئے امکان بھر اس کی کوشش کی کہ حکومت سے متعلق سارے معاملات میں رسول اللہ ﷺ کے طور طریقوں اور آپ کی ہدایات کی پوری پابندی اور پیروی کی جائے، ان کا یہی وہ امتیاز ہے جس کی وجہ سے ان کو ”خلفائے راشدین“ کہا جاتا ہے۔ ”خلافت راشدہ“ وہی حکومت ہے جس میں آپ کی ہدایات اور آپ ﷺ کے اسوہ حسنہ کی حتی الامکان پوری پابندی و پیروی کی گئی۔

اس تمہید کے بعد نظام حکومت وامارت سے متعلق رسول اللہ ﷺ کے چند ارشادات ملاحظہ ہوں۔ انہی سے یہ بھی معلوم ہو جائے گا کہ اسلامی حکومت اور اس کے سربراہ کی کیا خاص ذمہ داریاں ہیں اور عام مسلمانوں کا رویہ ان کے ساتھ کیسا رہنا چاہیے؟

عوام کو اطاعتِ رسول ﷺ اور کی ہدایت

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنْ اَطَاعَنِیْ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ وَمَنْ عَصَانِیْ فَقَدْ عَصَی اللّٰهَ وَمَنْ یُّطِعِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ اَطَاعَنِیْ وَمَنْ یَّعْصِ الْاَمِیْرَ فَقَدْ عَصَانِیْ وَاِنَّمَا الْاِمَامُ جُنَّةٌ یُقَاتَلُ مِنْ وَّرَائِهٖ وَیُتَّقٰی بِهٖ فَاِنْ اَمَرَ بِتَقْوَی اللّٰهِ وَعَدَلَ فَاِنَّ لَهٗ بِذَالِکَ اَجْراً وَ اِنْ قَالَ بِغَیْرِهٖ فَاِنَّ عَلَیْهِ مِنْهُ.

(رواه البخاری ومسلم)

”حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا جس نے میری اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی اور جس نے میری نافرمانی کی اس نے اللہ کی نافرمانی کی۔ اور جس نے امیر کی فرمانبرداری کی اس نے میری فرمانبرداری کی اور جس نے اس کی نافرمانی کی اس نے میری نافرمانی کی۔ اور امام (یعنی اسلامی حکومت کا سربراہ) سپر اور ڈھال ہے، قتال کیا جاتا ہے اس

کے پیچھے سے اور اس کے ذریعہ بچاؤ کیا جاتا ہے، پس اگر وہ خدا ترسی اور پرہیزگاری کا حکم کرے اور عدل وانصاف کا رویہ اختیار کرے تو اس کے لئے اس کا بڑا اجر وثواب ہے اور اگر وہ اس کے خلاف بات کرے تو اس پر اس کا وبال وعذاب پڑے گا۔"

فائدہ:

قرآن پاک میں فرمایا گیا ہے۔

مَنْ يُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهُ. (نساء: ۸۰)

"جس نے اللہ کے رسول کی فرمانبرداری کی اس نے اللہ کی فرمانبرداری کی۔"

کیونکہ اللہ کے رسول جو احکام دیتے ہیں وہ اللہ تعالیٰ ہی کی طرف سے ہوتے ہیں۔ اور خود اللہ تعالیٰ کی طرف سے ان کی فرمانبرداری کا حکم ہے اس لئے ان کے احکام کی تعمیل اللہ تعالیٰ کے احکام کی تعمیل اور ان کی نافرمانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔ پھر چونکہ اللہ ہی کے حکم سے رسول اللہ ﷺ کی ہدایت یہ ہے کہ امیر کی اطاعت کی جائے اور اس کا حکم مانا جائے (بشرطیکہ شریعت کے خلاف نہ ہو) تو امیر کی اطاعت رسول اللہ ﷺ کی اطاعت ہوگی اور اس کی نافرمانی رسول اللہ ﷺ کی نافرمانی ہوگی۔ ملحوظ رہے کہ عربی میں اور خاص کر قرآن وحدیث کی زبان میں "امیر" کے معنی حکمراں کے ہیں۔

بظاہر حضور کے اس ارشاد کا خاص مقصد امیر (حاکم وقت) کی اطاعت فی

المعروف کی اہمیت جتلانا ہے کہ اس کی فرمانبرداری اور نافرمانی اللہ کے رسول کی اور بالواسطہ خود اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری اور نافرمانی ہے۔ آگے ارشاد فرمایا گیا ہے کہ امیر بمنزلہ سپر اور ڈھال کے ہے، سپر اور ڈھال کے ذریعہ اپنی حفاظت اور دشمن کے حملہ سے بچاؤ کیا جاتا ہے، اسی طرح امام وقت (اسلامی حکومت کا سربراہ) مسلمانوں کا اور دین کا محافظ اور پاسبان ہے، یہ حفاظت اور دفاع اس کی خاص ذمہ داری ہے۔ اس سلسلہ میں جہاد وقتال کی نوبت آئے گی۔ اس لئے مسلمانوں کے لئے ضروری ہے کہ وہ اس کی وفاداری اور اطاعت کریں اس کے حکم کو مانیں، اس کے بغیر وہ دفاع اور حفاظت کا فریضہ انجام نہیں دے سکتا۔

آخر میں ان امراء (اصحاب حکومت) کو نصیحت فرمائی گئی ہے کہ وہ تقویٰ اور عدل وانصاف کو لازم پکڑیں یعنی ہمیشہ یہ بات ان کے پیش نظر رہے کہ خدا ہر وقت اور ہر حال میں ہم کو دیکھ رہا ہے اور قیامت میں اس کے حضور میں پیشی ہوگی اور امیر وحاکم کی حیثیت سے جو کچھ ہم نے یہاں کیا ہوگا اس کا بڑا سخت محاسبہ ہوگا، اس سے کبھی غافل نہ ہوں اور عدل وانصاف پر قائم رہنے کی پوری کوشش کریں۔ اگر ایسا کریں گے تو آخرت میں بڑا اجر پائیں گے اور اگر اس کے خلاف چلیں گے تو اس کا شدید عذاب ووبال بھگتنا پڑے گا۔

امیر کو تقویٰ اور عدل کی ہدایت

عَنْ مُعَاوِيَةَ رضى الله تعالىٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ

صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا مُعَاوِيَةَ اِنْ وُلِّيْتَ اَمْرًا فَاتَّقِ اللّٰهَ وَاعْدِلْ، قَالَ فَمَا زِلْتُ اَظُنُّ اَنِّيْ مُبْتَلًى بِعَمَلٍ لِقَوْلِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حَتّٰى ابْتُلِيْتُ. (رواہ احمد)

''حضرت معاویہ ؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے مجھ سے فرمایا تھا کہ اے معاویہ! اگر تم کو حاکم مقرر کیا جائے تو خوفِ خدا اور عدل وانصاف کو اپنا شعار بنانا، معاویہ کہتے ہیں کہ حضور کے اس فرمان کی وجہ سے مجھے برابر یہ خیال رہا کہ غالباً میں حکومت کے کام میں مبتلا کیا جاؤں گا۔ یہاں تک کہ منجانب اللہ اس میں مبتلا کیا گیا۔''

فائدہ:

پہلی حدیث کی طرح اصحاب حکومت کو اس حدیث کا پیغام بھی یہی ہے کہ وہ خدا ترسی اور عدل وانصاف کے ساتھ حکومت کریں۔ اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ رسول اللہ ﷺ پر غالباً یہ منکشف ہو گیا تھا کہ ایک وقت آئے گا کہ حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ صاحب امر اور حاکم ہوں گے۔ چنانچہ حضرت عمر ؓ اور حضرت عثمان ؓ کے عہد خلافت میں وہ شام کے گورنر رہے۔ اس کے بعد حضرت حسن ؓ سے صلح کے بعد ایک وقت آیا کہ وہ پوری اسلامی مملکت کے امیر وسربراہ تسلیم کر لئے گئے۔

امیر کو عوام کی خیر خواہی کی سخت تاکید

عَنْ مَعْقِلِ بْنِ يَسَار رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ سَمِعْتُ
رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ عَبْدٍ
يَسْتَرْعِيْهِ اللّٰهُ رَعِيَّةً فَلَمْ يُحِطْهَا بِنَصِيْحَةٍ اِلَّا لَمْ يَجِدْ
رَائِحَةَ الْجَنَّةِ. (رواہ البخاری ومسلم)

''حضرت معقل بن یسار رضی اللہ عنہ سے روایت ہے، کہتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے سنا فرماتے ہیں کہ جس بندہ کو اللہ کسی رعیت کا راعی (یعنی حاکم ونگراں بنائے) اور وہ اس کی خیر خواہی پوری پوری نہ کرے تو وہ حاکم جنت کی خوشبو بھی نہ پا سکے گا۔''

فائدہ:

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ امیر اور حکمراں کا فرض ہے کہ جو لوگ اس کے زیر حکومت ہیں ان کی خیر خواہی اور خیر اندیشی میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھے، اگر عوام کی خیر خواہی میں کوتاہی کرے گا تو جنت سے بلکہ اس کی خوشبو سے بھی محروم رہے گا۔

اس حدیث میں اور اس کے علاوہ بعض اور حدیثوں میں بھی امیر یعنی صاحب حکومت کو ''راعی'' اور اس کے زیر حکومت عوام کو ''رعیت'' کہا گیا ہے۔ اصل عربی زبان میں راعی کے معنی چرواہے اور نگہبان کے ہیں اور ''رعیت'' وہ ہے جس کو وہ چرائے اور جس کی حفاظت ونگہبانی اس کے ذمہ ہو۔ صرف یہ لفظ یہ بتلانے کے لئے کافی ہیں کہ اسلام میں حکومت وامارت کا کیا تصور ہے اور حکمرانوں

کی کیا ذمہ داریاں ہیں۔ فرض شناس چرواہے ان جانوروں کو جن کا چرانا اور جن کی نگرانی ونگہبانی ان کے ذمہ ہوتی ہے سرسبز چراگاہوں میں لے جاتے ہیں، درندوں اور چوروں ورہزنوں سے ان کی حفاظت کرتے ہیں اور شام کو گھر واپس لاتے ہیں، اس طرح ان کو کھلانا پلانا اور ان کی دیکھ بھال ہی اپنی ذمہ داری سمجھتے ہیں۔ ان حدیثوں نے بتلایا کہ اسلام میں یہی حیثیت خلیفہ اور حکمراں کی ہے وہ عوام کا محافظ اور رکھوالا ہے اور ان کی ضروریات کی فکر اس کی ذمہ داری ہے اور اگر وہ اس سلسلہ میں بے پروائی برتے گا تو اللہ کے نزدیک مجرم ہوگا۔

اہل حاجت کے لئے امیر کا دروازہ کھلا رہنا چاہئے

عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ اَنَّهُ قَالَ لِمُعَاوِيَةَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْ اِمَامٍ يُغْلِقُ بَابَهُ دُوْنَ ذَوِى الْحَاجَةِ وَ الْخَلَّةِ وَ الْمَسْكَنَةِ اِلَّا اَغْلَقَ اللّٰهُ اَبْوَابَ السَّمَاءِ دُوْنَ خَلَّتِهٖ وَحَاجَتِهٖ وَمَسْكَنَتِهٖ. (رواہ الترمذی)

”حضرت عمرو بن مرہ سے روایت ہے کہ انہوں نے حضرت معاویہ سے کہا کہ میں نے رسول اللہ سے سنا ہے، فرماتے ہیں کہ جو حکمراں ضرورت مندوں اور کمزور بندوں کے لئے اپنا دروازہ بند کرے گا تو اللہ تعالیٰ اس کی حاجت، اس کی ضرورت اور اس کی مسکینی کے وقت آسمان کے دروازے بند کرلے گا۔ (یعنی اس کی ضرورت کے وقت اللہ تعالیٰ کی طرف سے اس کی مدد نہیں ہوگی)۔“

فائدہ:

رسول اللہ ﷺ اور آپ کے بعد خلفائے راشدین کا بھی طریقہ یہ تھا کہ اصحاب حاجت بلا روک ٹوک پہنچ کر مل سکتے تھے اور اپنے مسئلے پیش کر سکتے تھے، ان کے لئے دروازہ بند نہیں رہتا تھا۔ لیکن جب خوارج کی طرف سے خفیہ حملوں کا سلسلہ شروع ہوا اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ عنہ ان کے ہاتھوں شہید ہوئے اور حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ پر قاتلانہ حملہ ہوا تو انہوں نے لوگوں کی آمد و رفت پر پابندی لگا دی، اسی موقع پر حدیث کے راوی حضرت عمرو بن مرہ رضی اللہ عنہ نے ان کو رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سنایا۔ اسی روایت میں آگے ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد سننے کے بعد حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ نے دروازہ پر ایک خاص آدمی مقرر کر دیا جو لوگوں کی حاجات وضروریات معلوم کر کے حضرت معاویہ رضی اللہ عنہ تک پہنچاتا تھا۔

عدل وانصاف قائم کرنے کے لیے قرآنی حکم

اسلام کی نمایاں اور امتیازی خصوصیت خدا کی زمین میں عدل وانصاف قائم کرنا تھا اور ظلم وجور سے انسانی بستی کو پاک وصاف بنانا اور امن وآشتی اور محبت واخوت کا گہوارہ بنانا تھا، چنانچہ قرآن پاک اور احادیث نبوی میں جگہ جگہ عدل قائم کرنے اور اپنے وغیروں کے ساتھ انصاف کرنے کا حکم اور تلقین پائی جاتی ہے بطور مثال چند آیتیں پیش خدمت ہیں۔

انَّ اللّٰـــہ یـامـر کـم اَنْ تـؤ دوا الامـانٰتِ الی اھلھا واذا

حکمتم بین الناس ان تحکموا بالعدل ان اللّٰہ نعما یعظکم بہ ان اللّٰہ کان سمیعا بصیرا. (نساء: ۵۸)

''بے شک تم کو اللہ تعالیٰ اس بات کا حکم دیتے ہیں کہ اہل حقوق کو ان کے حقوق پہنچا دیا کرو اور یہ کہ جب لوگوں کا تصفیہ کیا کرو تو عدل سے تصفیہ کیا کرو، بیشک اللہ تعالیٰ جس بات کی تم کو نصیحت کرتے ہیں وہ بات بہت اچھی ہے، بلاشبہ اللہ تعالیٰ خوب سنتے خوب دیکھتے ہیں۔''

ایک دوسری آیت میں ہے:۔

و اذ قلتم فاعدلوا ولو کان ذا قربیٰ. (انعام: ۱۵۲)

''اور جب تم بات کیا کرو تو انصاف رکھا کرو گو وہ شخص قرابت دار ہی ہو۔''

ایک اور جامع آیت ملاحظہ فرمایئے:۔

یا ایھا الذین اٰمنوا کونوا قوامین للّٰہ شھداء بالقسط ولایجرمنکم شنآن قوم علی الا تعدلوا اعدلوا ھو أقرب للتقوی. (مائدہ: ۸)

''اے ایمان والو! اللہ تعالیٰ کے لئے پوری پابندی کرنے والے انصاف کے ساتھ شہادت ادا کرنے والے رہو اور خاص لوگوں کی عداوت تمہارے لئے اس کا باعث نہ ہو جائے کہ تم عدل نہ کرو، عدل کیا کرو کہ وہ تقویٰ سے زیادہ قریب ہے۔''

عدل وانصاف میں اپنا بھائی اور غیر، دشمن، چھوٹا بڑا، مرد عورت اور بچہ سب یکساں اور برابر ہیں۔ رسول اللہ ﷺ نے انصاف کرنے والے انسان، حاکم اور جج کو بڑے بلند الفاظ سے یاد فرمایا ہے قیامت کے روز جب سورج سوا نیزہ پر آجائے گا اور لوگ دھوپ اور تپش سے بلبلاتے پھر رہے ہوں گے اور کسی کو سایہ نصیب نہ ہوگا، صرف سات قسم کے انسانوں کے لئے خدا کا سایہ حاصل ہوگا، ان میں انصاف اور عدل قائم کرنے والا شخص بھی شامل ہوگا۔

آیئے! اس روشنی میں حضور ﷺ اور خلیفہ راشد حضرت عمرؓ و دیگر حضرات کے عدل وانصاف کے چند عبرت خیز واقعات بھی پڑھتے چلیں:۔

حضور اکرم ﷺ عدل وانصاف

حضور اکرم ﷺ مدینہ منورہ ہجرت فرما چکے ہیں، مدینہ پر اسلام سایہ فگن ہے، احکام الٰہی رگ وپے میں سرایت کرتے جارہے ہیں، طاعت وعبادت گذاری کا ذوق وشوق ہے، اگر بھول چوک سے کوئی گناہ سرزد ہوجاتا ہے تو خودبخود سزا کے لئے دربارِ نبوی میں حاضر ہوکر کفارہ کا مطالبہ ہوتا ہے مگر اسی اثناء میں ایک ایسا واقعہ پیش آتا ہے کہ رہتی دنیا تک کے لئے روشنی کا مینار اور انصاف کا اعلیٰ نمونہ ثابت ہوتا ہے قبیلہ قریش کے ایک اعلیٰ خاندان بنو مخزوم کی ایک خاتون چوری کا ارتکاب کرتی ہیں اور موقع پر پکڑلی جاتی ہیں، انہیں سزا کے لئے پیش کردیا جاتا ہے، قریش کو سخت صدمہ اور ذلت کا احساس ہوتا ہے کسی طرح اس خاتون کو سزا سے بچانا چاہتے ہیں مگر رسول اللہ ﷺ سے سفارش کون کرے؟ یکدم انہیں خیال آتا ہے کہ حضرت

اسامہ بن زید رضی اللہ عنہ حضور اکرم ﷺ کو بہت عزیز اور پیارے ہیں اگر وہ اس سلسلہ میں بات کریں گے تو ان کی سفارش قابل قبول ہوگی۔ حضرت اسامہ رضی اللہ عنہ قریش کے کہنے سے حضور ﷺ کی خدمت میں سفارش لیکر حاضر ہوئے۔ حضور ﷺ کا چہرۂ مبارک غصہ سے سرخ ہوگیا فرمایا اسامہ تم اللہ کی مقررہ سزا کے بارے میں سفارش کرنے آئے ہو اس کے بعد منبر پر جلوہ افروز ہوئے اور فرمایا:۔

''تم سے پہلے لوگ اس لئے ہلاک ہوگئے کہ اگر ان کا کوئی معزز آدمی چوری کرتا تو اسے چھوڑ دیتے اور اگر کمزور و کمتر آدمی چوری میں پکڑا جاتا تو اسے سزا دیتے خدا کی قسم اگر فاطمہ بنت محمد ابھی چوری میں پکڑی جاتی تو میں اس کا ہاتھ کاٹنے کا حکم دیتا۔''

(بخاری و مسلم)

یہ عدل وانصاف کا اٹل اور بے لاگ ولپٹ فیصلہ ہے جو امت مسلمہ کی ہمیشہ رہنمائی کرتا رہے گا۔

مثالی حکمراں

خلیفۂ دوم حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ معمول کے مطابق باہر سے آنے والے قبیلوں، مسافروں اور پردیسیوں کی خبر گیری کے لئے رات کے گشت پر نکلے ہوئے ہیں، مدینہ منورہ کی گلی کوچوں سے گذرتے ہوئے کھجوروں کے باغات میں نکل آتے ہیں، مدینہ منورہ دو طرف سیاہ پہاڑی سلسلوں سے گھرا ہوا ہے ایک کو مغربی حرہ اور دوسرے کو مشرقی حرہ کہا جاتا ہے، تیسری جانب کھجور کے خوبصورت باغ دور تک پھیلے ہوئے ہیں، شمالی جانب کھلا میدان ہے، اسی طرف

سے مختلف سمتوں سے آنے والے لوگ مدینہ منورہ میں داخل ہوتے ہیں، راستہ میں مدینہ کی مشہور وادی عقیق ہے جس نے شعر وادب میں بڑی محبوبیت اور مقبولیت حاصل کی، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ باغات سے نکل کر شمال کی جانب مڑ جاتے ہیں، انکے ہمراہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ بھی ہیں، اچانک دونوں کی نظر ایک تاجر قافلہ پر پڑتی ہے، جس میں مردوں کے علاوہ عورتیں اور بچے بھی ہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کو مخاطب کرکے فرماتے ہیں آؤ، آج رات ان کی پہرہ داری کریں، دونوں حضرات رات بھر جاگتے اور نوافل نماز پڑھتے رہے، اسی اثنا ایک بچے کے رونے کی آواز آتی ہے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ آواز سن کر اس بچے کی جانب جاتے ہیں اور بچہ کی ماں سے کہتے ہیں، خدارا اس بچے کے ساتھ اچھا سلوک کرو، ماں کو توجہ دلا کر اپنی جگہ واپس آگئے، تھوڑی دیر کے بعد رونے کی آواز پھر سنی پھر دوبارہ گئے اور ماں سے کہا کہ خیال رکھو، اور اس بچہ کو سلادو، ماں کو نصیحت کرکے اپنی جگہ پر واپس آگئے، رات کے آخری پہر پھر بچہ کے رونے سے پریشان ہوگئے، بچہ کی ماں کے پاس آکر کہا کہ تم اچھی ماں نہیں لگتی ہو، آج رات اس بچہ کو آرام نہیں ملا اور یہ روتا ہی رہا، ماں کو معلوم نہ تھا کہ یہ صاحب امیر المؤمنین ہیں، اس نے غضبناک ہوکر جواب دیا کہ خدا کے بندے تم نے تو آج ہمیں تنگ کر ڈالا تم کو اس سے کیا سروکار، میں اس بچہ کا دودھ چھڑا رہی ہوں اور وہ چھوڑ نہیں رہا ہے، انہوں نے نرمی سے دریافت کیا کہ ایسا کیوں کررہی ہو اور آخر یہ زبردستی کیوں ہے؟ ماں نے جواب دیا کہ ایسا میں اس لئے کررہی ہوں کہ امیر المؤمنین عمر رضی اللہ عنہ دودھ پیتے بچہ کو وظیفہ نہیں دیتے ہیں، صرف اسی وقت بچہ کا روزینہ مقرر کرتے ہیں جب وہ دودھ پینا

چھوڑ دیتا ہے، فرمایا اس کی عمر کتنی ہے؟ جواب دیا اتنے ماہ کا، فرمایا خدا تمہارا بھلا کرے جلدی نہ کرو۔

حضرت فاروق اعظم ﷺ کو اس واقعہ نے بے حد متاثر و دل گرفتہ کیا فجر کی نماز کے دوران آنسو جاری رہے گریہ وزاری کی وجہ سے لوگ پورے طور پر قرأت نہ سمجھ سکے، سلام پھیرتے ہی فرمایا: بدنصیب عمر کتنے مسلمان بچوں کے قتل کا سبب بنا، ایک شخص کو مخاطب کر کے فرمایا جاؤ پکار پکار کر اعلان کردو کہ اے لوگو! اپنے بچوں کا دودھ چھڑانے میں جلدی نہ کرو ہم ہر مسلمان بچے کے لئے پیدا ہوتے ہی وظیفہ مقرر کردیں گے اور ملک کے سارے علاقوں اور صوبوں میں اس بات کی منادی کرادی گئی۔

یہ وہ خلیفہ اسلام ہیں جنہوں نے ایک ہاتھ سے کسریٰ اور دوسرے ہاتھ سے قیصر کی سلطنتوں کو پاش پاش کر کے اسلام کی گود میں لاکر ڈالدیا جن کے نام سے اس دور کی معروف دنیا لرز اٹھتی تھی، آیئے دیکھئے کس طرح وہ رات کو پہرہ داری کا کام انجام دیتے ہیں اور ایک بچے کے رونے پر تین بار اس کی ماں کے پاس جاتے ہیں اور خوشامد کرتے ہیں کہ اسے سکون سے سلادے پھر عظمت انسانی کی اعلیٰ مثال ملاحظہ کیجئے کیا ہم اس طرح کی کوئی مثال پیش کرسکتے ہیں؟

آیئے! اس جیسی ایک اور اسلامی عظمت اور انسانی شفقت اور اعلیٰ اخلاق کی مثال ملاحظہ کیجئے۔

حضرت عمر ﷺ آج شب میں پھر حسب معمول خبر گیری کے لئے نکلے

ہوئے مدینہ منورہ کے ایک کشادہ میدان سے گذر رہے ہیں، ناگاہ بالوں کا بنا ہوا ایک خیمہ ہے، اس کے اندر سے ایک عورت کے کراہنے کی آواز آرہی ہے، خیمہ کے دروازہ پر ایک آدمی فکر وتشویش میں ڈوبا ہوا بیٹھا ہے۔ حضرت عمرؓ آگے بڑھ کر اس شخص کو سلام کرتے ہیں اور دریافت کرتے ہیں کہ آپ کون ہیں اور کہاں سے آئے ہیں؟ جواب ملتا ہے بدوی ہیں امیر المومنین سے تعاون اور امداد کے لئے حاضر ہوئے ہیں۔ پوچھا خیمہ کے اندر سے یہ آواز وکراہ کیسی ہے؟ وہ بدوی نہیں جانتا تھا کہ یہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ہیں، کہا کہ میاں اپنا کام کرو ایسی بات مت پوچھو جس سے تمہارا واسطہ نہ ہو، جاؤ خدا تمہارا بھلا کرے۔ حضرت عمرؓ نے بڑی محبت اور نرمی سے اصرار کرکے پوچھا، نہیں بتاؤ کیا بات ہے؟ تو اس نے بتایا کہ عورت کے یہاں ولادت کا وقت قریب ہے اور دردِ زہ میں مبتلا ہے، اس کے پاس کوئی نہیں ہے۔

حضرت عمرؓ یہ سنتے ہی بڑی تیز رفتاری سے گھر واپس گئے اور اپنی اہلیہ حضرت ام کلثوم بنت علی کرم اللہ وجہہ سے فرمایا کہ خدا نے تمہیں ثواب کا ایک موقع دیا ہے، کیا ثواب حاصل کرنا چاہتی ہو؟ پوچھا کیا معاملہ ہے؟ ان سے اس بدوی کا حال بیان کیا اور پھر فرمایا اپنے ساتھ نومولود بچے کے لئے کچھ کپڑے اور عورت کے لئے تیل وغیرہ لے لو اور ایک پتیلی گھی اور کچھ کھانے کا سامان بھی لے لو، اہلیہ سب سامان لیکر نکلیں تو آپ نے پتیلی اور سامان وغیرہ خود اٹھایا اور وہ ان کے پیچھے پیچھے روانہ ہوگئیں۔

بدوی کے خیمے پر پہنچے، بیوی اندر داخل ہوگئیں اور خود بدوی کے پاس بیٹھ کر آگ جلانے اور کھانا پکانے لگے، بدوی بیٹھا ہوا دیکھتا رہا، اسے یہ علم نہ تھا کہ یہ کون ہیں؟ تھوڑی دیر کے بعد حضرت عمرؓ کی اہلیہ نے آواز دی کہ امیر المومنین! اپنے دوست کو لڑکے کی مبارکباد دے دیجئے۔ بدوی یہ سنتے ہی سناٹے میں آگیا اور لرز کر دور جا کھڑا ہوا، حضرت عمرؓ نے فرمایا کہ اپنی جگہ پر بیٹھو اور گھبراؤ نہیں، پتیلی اٹھا کر اپنی بیوی کو دی اور کہا کہ عورت کو کھلا پلا دو، جب وہ کھا چکی تو امیر المومنین نے بدوی کے سپرد کی اور فرمایا کہ لو کھالو اور آرام کرلو تم رات بھر جاگتے اور بے آرام رہے۔

امیر المومنین کی اہلیہ خیمہ سے نکلیں تو آپ واپس ہونے لگے اس بدوی کو سلام کیا اور فرمایا کل ہمارے پاس آنا ہم تمہارے ساتھ تعاون کریں گے۔

جب وہ شخص امیر المومنین کی خدمت میں حاضر ہوا تو انہوں نے اس کے بچے اور اس کے لئے وظیفہ مقرر فرمایا۔ دنیا میں فرمانرواؤں اور حکمرانوں کی خدمتِ خلق اور مدد و تعاون کے اکا دکا واقعات مل سکتے ہیں مگر اس جیسا واقعہ شاید ہی مل سکے کہ رات کی تاریکی میں شہر کے گوشہ و گلی میں سربراہِ مملکت عوام اور قوم کی خبر گیری کرنے کے لئے اپنی نیند اور آرام حرام کرے پھر اپنی بیوی کو ساتھ لیکر اس سے دایہ اور نرس کا کام اور خود باورچی کی خدمت انجام دے اور اس وقت تک آرام و سکون نہ لے جب تک اس گھر اور خیمہ میں رہنے والوں کو آرام و سکون کی نیند سلا نہ دے۔

آیئے! امیر المومنین حضرت عمرؓ کا ایک اور مشہور واقعہ پڑھتے چلئے:۔

حسب معمول رات کے گشت میں مدینہ منورہ کی آبادی کے ایک کنارے نکل آتے ہیں، دفعتاً ایک آواز سنائی دیتی ہے، بیٹی جلدی اٹھو دودھ نکال کر اس میں تھوڑا پانی ملا دو، صبح ہونے جارہی ہے۔

بیٹی کی آواز ابھرتی ہے، اماں جان! امیر المومنین نے دودھ میں پانی ملانے سے منع فرمایا ہے۔ ماں نے ڈانٹتے ہوئے کہا، ارے تو پانی ملا دے امیر المومنین یہاں کہاں دیکھ رہے ہیں؟ بچی نے اپنی پوری قوت ایمانی سے جواب دیا اماں جان! اگر امیر المومنین نہیں تو امیر المومنین کا آقا اور ہمارا مالک و مولیٰ تو دیکھ رہا ہے! امیر المومنین اس ایمان افروز جملہ کو سنتے ہی آگے بڑھتے ہیں اور اس گھر پر نشان لگا دیتے ہیں اور تیز تیز قدم بڑھاتے ہوئے مسجدِ نبوی ﷺ میں داخل ہوجاتے ہیں، بارگاہ ایزدی میں سجدہ ریز ہوجاتے ہیں۔

خدائے عز وجل کا شکر ادا کرتے ہیں کہ ایمان وامانت داری امتِ مسلمہ کی رگوں میں رواں دواں ہے، اتنے میں موذن فجر کی اذان دیتا ہے، حضرت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ سجدہ سے سر اٹھاتے ہیں اور سنت میں مشغول ہوجاتے ہیں نماز کے بعد اپنے صاحبزادہ حضرت عاصم کو بلا کر کچھ مشورہ کرتے ہیں، رات جس گھر پر نشان لگا آئے تھے اس کے متعلق کچھ معلومات کرتے ہیں اور آخر میں اس نیک بخت لڑکی سے اپنے صاحبزادہ حضرت عاصم رضی اللہ عنہ کی شادی کردیتے ہیں، اس جیسی خداترس، دیانتدار، دیندار بچی کا اس سے بہتر اور کیا صلہ ہوسکتا ہے؟ اسی بچی کے بطن سے آگے چل کر عمر بن عبدالعزیزؒ پیدا ہوئے، جنہوں نے عصر اموی میں خلافت

کی باگ ڈور سنبھالی اور بہت ہی مختصر مدت میں عہد فاروقی کی یاد تازہ کردی ملوکیت کو خلافت میں، عیش وتنعم کی زندگی کو فقر ودرویشی میں تبدیل کردیا، خدا ان سے راضی ہو اور امت مسلمہ کو ان کے نقش قدم پر چلنے اور احکام شریعت کو زندگی کے ہر گوشہ میں نافذ کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

عدالت فاروق اعظم رضی اللہ عنہ کا بلا امتیاز عدل وانصاف

امیر المومنین حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کا دور خلافت ہے سلطنت عدالت، فوج اور انتظامیہ کی تنظیم ہورہی ہے، ہر ہر قدم پر اخوت مساوات اور عدل وانصاف پیش نظر ہے کوئی امتیاز، کوئی لحاظ نہیں ہے۔

حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کے ایک صاحبزادے ابوشحمہ نے نبیذ (جوکہ ایک محلول مقوی شربت ہوتا ہے) پی لی، جس سے کچھ مدہوشی ہوگئی، حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ عنہ نے گھر کے اندر سزا دے دی، حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو پتہ چلا تو تنبیہ کی کہ اس کے ساتھ عام مسلمانوں والا سلوک کیوں نہ کیا، پھر مدینہ منورہ واپس آنے پر آپ رضی اللہ عنہ نے خود سزا دی۔"

قاضی شریح کا عدل وانصاف

انصاف پروری کا ایک واقعہ اور پیش خدمت ہے، امیر المومنین حضرت علی کرم اللہ وجہہ کا دورِ خلافت ہے حضرت علی رضی اللہ عنہ کوفہ میں رعایا کی خبر گیری کے لئے گشت پر ہیں اچانک ان کی نظر ایک عیسائی پر پڑتی ہے اس کے پاس اپنی زرہ نظر

آتی ہے وہ اس کو لے کر قاضی شریح کے پاس جاتے ہیں اور ایک عام آدمی کی طرح اس کے خلاف مقدمہ پیش کرتے ہیں:

''یہ زرہ میری ہے اور میں نے اسے فروخت کی ہے اور نہ ہبہ کی ہے۔''

قاضی شریح نے عیسائی سے دریافت کیا کہ امیر المومنین جو کچھ کہہ رہے اس کی بابت تمہیں کچھ کہنا ہے؟ عیسائی نے کہا زرہ تو یقیناً میری ہے اور امیر المومنین بھی میرے نزدیک جھوٹے آدمی نہیں ہیں۔ شریح نے حضرت علی ﷛ سے مخاطب ہو کر پوچھا کہ امیر المومنین کوئی ثبوت ہے؟ حضرت علی ﷛ ہنس دیئے اور فرمایا شریح نے ٹھیک کہا میرے پاس کوئی ثبوت تو ہے نہیں۔ چنانچہ قاضی شریح نے فیصلہ سنایا کہ زرہ عیسائی کو دیدی جائے۔ عیسائی اسے لیکر جانے لگا اور امیر المومنین اسے دیکھتے رہے چند قدم جا کر وہ عیسائی واپس آیا اور رقت بھری آواز میں کہا کہ میں گواہی دیتا ہوں کہ یہ انبیاء کے احکام ہیں، امیر المومنین مجھے اپنے قاضی کے سامنے پیش کرتے ہیں اور وہ ان کے خلاف فیصلہ دیتا ہے۔

اشهد أن لّا اله الا اللّٰه واشهد اَنَّ محمدًا عبدهٗ ورسوله.

امیر المومنین خدا کی قسم! یہ زرہ آپ کی ہے جب آپ نے صفین کی جانب کوچ کیا تو میں آپ کے لشکر کے پیچھے ہولیا، یہ زرہ آپ کے بادامی والے اونٹ پر سے نکلی، حضرت علی ﷛ نے فرمایا کہ جب تم ایمان لے آئے تو یہ زرہ بطور تحفہ اب تمہاری ہوگئی۔

مسلمانوں کی عدل پروری

مسلمانوں نے ہر دور اور ہر عہد و وقت میں عدل وانصاف قائم کرنے کا پورا اہتمام کیا، مسلم حکمرانوں نے بھی قاضی و جج کے انتخاب میں اسلامی احکام اور اقدار کا لحاظ رکھا، ان سے بہت کم غفلت اور لغزش ہوئی قاضی نے رسول اللہ ﷺ کی اس حدیث کو ہمیشہ پیش نظر رکھا:

> ''حضرت بریدہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ؐ نے فرمایا قاضی (حاکمانِ عدالت) تین قسم کے ہیں، اُن میں سے ایک جنت کا مستحق اور دو دوزخ کے مستحق ہیں۔ جنت کا مستحق وہ حاکم عدالت ہے جس نے حق کو سمجھا اور اس کے مطابق فیصلہ کیا۔ اور جس حاکم نے حق کو سمجھنے کے باوجود ناحق فیصلہ کیا وہ دوزخ کا مستحق ہے اور اسی طرح وہ حاکم بھی دوزخ کا مستحق ہے جو بے علم اور ناواقف ہونے کے باوجود فیصلے کرنے کی جرأت کرتا ہے۔''

مسلمان قاضیوں نے ہمیشہ پیش نظر رکھا کہ منصفانہ فیصلہ کے ذریعہ اللہ تعالیٰ حق کو ثابت و قائم کرتا ہے اور باطل کو زائل کرتا ہے اور صاحب حق کو اس کا حق دلاتا ہے، منصفانہ فیصلہ مظلوموں کا قلعہ خوفزدہ لوگوں کی پناہ گاہ اور ظالموں کے لئے سونتی ہوئی تلوار ہے، انصاف ہی مجرموں پر پابندی لگاتا ہے اور معاشرہ کو ظلم و جبر سے پاک کرتا ہے۔ ان اصولوں اور احکامات کی عملی شکل ہمیں اسلامی قضاء اور مسلم عدالتوں میں نمایاں طور پر ملتی ہے۔

عمر بن عبد العزیزؒ کا یادگار عدل وانصاف

حضرت عمر بن عبد العزیزؒ کا دورِ خلافت ہے، خلافت کا رقبہ روز بروز بڑھتا جارہا ہے، اسلامی لشکر نئے نئے شہر اور بستیاں فتح کر کے عدل وانصاف اور امن وامان قائم کررہا ہے اسی اثناء میں ایک اسلامی فوج قتیبہ بن مسلم باہلی کی سرکردگی میں عراق وایران اور آذربائیجان کو فتح کرتی ہوئی سمرقند کے دروازہ پر پہنچ چکی ہے لشکر کے سپہ سالار حکم دیتے ہیں کہ شہر پر قبضہ کرلیا جائے اور اسے کفر وباطل سے پاک کر کے اسلام کے نور سے منور وروشن کیا جائے، مسلمانوں کی قوت وعظمت کے سامنے کسی کو مقابلہ اور جرأت کی ہمت نہیں ہے مگر ان کے عدل وانصاف پر سب کو یقین اور پورا بھروسہ ہے، سمرقند کے سب سے بڑے مندر کا پجاری مسلمانوں کو شہر کے اندر داخل ہوتے ہوئے دیکھ رہا ہے مقابلہ کی قوت وسکت نہ پاکر خاموش رہتا ہے مگر سوچتا ہے کہ مسلمان اپنے اصول وضوابط کے برخلاف شہر میں دعوت اسلام یا جزیہ کے مطالبہ اور اعلان جنگ کے بغیر داخل ہورہے ہیں یہ سراسر حکم اسلام کی خلاف ورزی ہے وہ خاموشی سے اٹھتا ہے اور اپنے ساتھیوں اور مندر کے پجاریوں سے مشورہ کرتا ہے اور رات کی تاریکی میں اپنے ایک مخلص ترین ساتھی کو امیر المومنین عمر بن عبد العزیزؒ کی خدمت میں دمشق روانہ کرتا ہے تاکہ سمرقند کے باشندوں کی فریاد پہنچا کر انصاف طلب کرے قاصد دمشق پہنچ کر امیر المومنین کے محل کا پتہ دریافت کرتا ہے، دل میں رعب وہیبت ہے خلافت کے جاہ وجلال اور امیر المومنین کی آن بان کا تصور ہے مگر جب وہ امیر المومنین کی قیام گاہ پر پہنچتا ہے تو

اس کی حیرت کی انتہا نہیں رہتی کہ اسے بلا روک ٹوک عمر بن عبدالعزیزؒ کی خدمت میں رسائی حاصل ہو جاتی ہے اور امیر المومنین بڑے نرم لہجہ میں دریافت فرماتے ہیں کہ کہاں سے آئے ہو اور کیا چاہتے ہو؟ سمرقند کا قاصد اپنے بڑے پجاری کا پیغام سناتا ہے اور انصاف کی درخواست کرتا ہے امیر المومنین عمر بن عبدالعزیزؒ اس کی گفتگو سن کر قاضی جمیع حاضر الباجی کو معاملہ کی تحقیق کا حکم دیتے ہیں، قاضی جمیع مسلمانوں کے سپہ سالار قتیبہ بن مسلم اور متدر کے بڑے پجاری کو طلب کرتے ہیں اور مقدمہ کی کارروائی شروع کرتے ہیں:۔

قاضی صاحب: پجاری! تمہیں کیا شکایت ہے؟

پجاری: جناب والا! آپ کے لشکر کے سردار قتیبہ بن مسلم ہمارے شہر سمرقند میں زبردستی گھس آئے ہیں انہوں نے نہ تو اسلام کی دعوت پیش کی اور نہ جزیہ طلب کیا اور نہ ہی جنگ کا اعلان کیا۔ قاضی جمیع نے قتیبہ بن مسلم کو مخاطب کر کے پوچھا تمہارا کیا جواب ہے؟ قتیبہ کہنے لگے خدا تعالیٰ قاضی صاحب کو خیر وصلاح کی توفیق دے، جنگ میں تو حیلہ بازی جائز ہے یہ بڑا شہر ہے خدا نے اس کو کفر سے پاک کر دیا اور مسلمانوں کو اس کا وارث بنا دیا۔ قاضی صاحب نے پوچھا کیا اہل سمرقند کو اسلام کی دعوت، جزیہ یا جنگ کی وارننگ دی تھی؟ قتیبہ نے جواب دیا نہیں ایسا نہیں ہوا۔ قاضی جمیع نے کہا تم نے اپنی کوتاہی کا اقرار کر لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اس امت کو دین کی اطاعت کی بناء پر عزت ونصرت اور خیانت ودھوکہ بازی سے احتراز کی وجہ سے کامیابی وکامرانی عطا کی خدا کی قسم ہم گھروں سے صرف اللہ کی راہ میں جہاد ودعوت

کے لئے نکلے ہیں، ہم نے زمین میں اپنا اقتدار وحکومت قائم کرنے کے لئے دیس اور گھر سے دوری اختیار نہیں کی اور نہ اس وجہ سے آئے کہ باطل کا بول بالا ہو۔

میرا فیصلہ ہے کہ مسلمان شہر خالی کردیں اور اس کے اصل باشندوں کے حوالہ کردیں اس کے بعد انہیں اسلام کی دعوت دیں اگر قبول نہ کریں تو جزیہ ادا کرنے کا مطالبہ کریں، اگر اس پر وہ راضی نہ ہوں تو اعلان جنگ کریں۔قتیبہ بن مسلم نے فیصلہ سنتے ہی فوجوں کو شہر خالی کرنے کا حکم دے دیا۔ مندر کے بڑے پجاری اور اس کے ہمراہیوں کے دل ودماغ میں جیسے بھونچال آگیا، انہیں اتنے بڑے اور اٹل فیصلہ کی توقع نہ تھی وہ دیر تک سکتہ کے عالم میں رہے انہیں ہوش اس وقت آیا جب مسلم فوجیں شہر سے نکلنا شروع ہوگئیں یہ منظر دیکھ کر پجاری اور اس کے ساتھی بے اختیار پکار اٹھے۔

نشهد اَن لّا اله الا اللّٰه ونشهد اَنّ محمدا رسول اللّٰه.

اس کے ساتھ ہی شہر کی پوری آبادی حلقہ بگوش اسلام ہوگئی اور سمرقند پر حق وانصاف کا پرچم لہرا اٹھا۔

قاضی بکار بن قتیبہ رحمہ اللہ کا عدل وانصاف

مصر پر احمد بن طولون کی حکمرانی ہے اور اس دور کے سب سے بڑے عالم اور محدث بکار بن قتیبہ مصر کے قاضی القضاۃ ہیں، علم وفضل، زہد وتقویٰ اور خوفِ خدا میں ان کا ثانی نہیں بادشاہ احمد بن طولون کا ایک مقدمہ قاضی بکار بن قتیبہ کی عدالت میں پیش ہوا، احمد بن طولون کا ایک شخص قرضدار تھا اس کا انتقال ہوگیا اور

قرض اس کے ذمہ باقی رہ گیا بادشاہ کے کارندے نے بادشاہ سے کہا کہ آپ بکار کو حکم دیں کہ قرضدار کے مکان کو فروخت کر کے قرض ادا کروادیں۔اس نے قاضی کو کہلا بھیجا، قاضی بکار نے قرض کا ثبوت طلب کیا اور حکم دیا کہ قرض خواہ عدالت میں حاضر ہو کر قسم کھائے کہ اس کا قرض ادا نہیں ہوا ہے، چنانچہ احمد بن طولون قاضی بکار کے سامنے حاضر ہوا اور قسم کھائی، قرضدار کے مکان کی ملکیت کا ثبوت پیش کیا گیا، جب قاضی بکار نے اچھی طرح مقدمہ کی چھان بین کر لی تو مکان فروخت کر دینے کا حکم دیا اور اس کی قیمت سے احمد بن طولون کا قرض ادا کیا گیا۔

بادشاہ احمد بن طولون مقدمہ کی کارروائی سے خوش ہوا اور قاضی بکار کے اس موقف کو سراہا اور اس کی تحسین کی۔

برصغیر ہند کے حکمراں نواب حیدر علی کا عدو انصاف

برصغیر ہند کا جنوبی علاقہ نور اسلام سے سب سے پہلے منور ہوا اور مالا بار میں عرب تاجروں کی آمد ورفت اور خلط ملط سے اسلام پھیلنے لگا اور اس کے اثرات آس پاس کے علاقوں میں بھی رونما ہوئے، آج بھی اس کے آثار نمایاں ہیں، اسی کے پہلو بہ پہلو یہ بھی ایک حیرت انگیز تاریخی حقیقت ہے کہ یورپی طالع آزماؤں اور سماجی رخنہ اندازوں نے بھی اس علاقہ پر اپنے قدم جمائے پرتگیزی، فرانسیسی اور آخر میں انگریزوں نے طاقت حاصل کر کے اپنی نیم علمداری قائم کر لی لیکن اُنہیں مسلمان حکمرانوں اور مجاہدوں کی جانب سے سخت ترین مقابلہ کا سامنا کرنا پڑا۔ اٹھارویں صدی کی ابتدا میں ایک جانباز اور بہادر

مسلمان مجاہد نواب حیدر علی خاں نے انہیں مسلسل شکست وریخت سے دوچار کیا اور اگر اپنوں کی غداری، بیوفائی، کم ظرفی اور ناعاقبت اندیشی نہ ہوتی تو ہندوستان کی تاریخ میں انگریزی سامراج نام کی کسی چیز کا تذکرہ نہ ملتا اور آج اس کی تاریخ کچھ اور ہی ہوتی۔

نواب حیدر علی خان کی ملک داری اور جہانبانی سے متعلق چند باتیں پیش خدمت ہیں:

حیدر علی کو ملک داری اور سلطنت کے نظم ونسق کے سلسلے میں پورا ملکہ حاصل تھا اسے رعایا اور ملک کے باشندوں کا اتنا زیادہ خیال تھا اور وہ ان کے آرام وآسائش کے لئے اس قدر فکر مند رہتا تھا کہ راتوں کو بھیس بدل کر ملک اور رعایا کے حالات دریافت کرتا، مظلوموں اور داد رسی کے خواہشمندوں کو حکم دے رکھا تھا کہ جب حکومت اور افسروں سے اور ان کے انصاف سے انہیں تسلی نہ ہو تو سر دربار اپنا مقدمہ پیش کریں۔ انگریز مورخین اس بات کو تسلیم کرتے ہیں کہ حیدر علی کی حکومت میں پولیس کا انتظام اعلیٰ درجہ کا تھا اور محصول وصول کرنے میں رعایا پر ظلم نہیں کیا جاتا تھا، بلکہ ظالم اور رشوت خور افسروں کو کوڑے سے پٹواتے تھے، فوج کی تنظیم وتربیت میں خاص ملکہ رکھتے تھے، سپاہیوں سے غیر معمولی محبت اور ان کے آرام وآسائش کا اس قدر خیال رکھتے تھے کہ ان کے آرام کے ساتھ خود آرام اور ان کی تکلیف کے ساتھ خود بھی تکلیف برداشت کرتے تھے۔ اس لئے تمام فوج ہمیشہ جاں نثاری پر تیار رہتی تھی، سپاہی کی بہادری کے کام پر اس کو انعام دیتے تھے بلکہ رعایا کے کسی فرد

سے بہادری اور وفاداری ظاہر ہوتی تو اسے بھی انعام واکرام دیا جاتا تھا، چنانچہ اس سلسلہ کا واقعہ ملاحظہ کیجئے۔

نواب حیدر علی کی انگریزوں سے جب پہلی جنگ ہوئی تو انگریزوں نے قلعہ کاٹ کا محاصرہ کرلیا اور سیڑھیاں لگا کر فصیل قلعہ پر چڑھنے لگے، یہاں لشکر حیدری کی تعداد بہت کم تھی یہ دیکھ کر مقامی رعایا نے قلعہ کے دفاع میں بھرپور حصہ لیا جس میں عورتیں بھی شریک ہوئیں، عورتوں نے چڑھنے والے انگریز سپاہیوں پر قلعہ کی فصیل سے گرم گرم پانی جس میں گوبر گھلا ہوا تھا، ڈالنا شروع کیا اور یہ کام اس مستعدی اور پھرتی سے کیا کہ انگریز سپاہی قلعہ پر نہ چڑھ سکے اور پسپا ہوگئے، نواب حیدر علی کو اس کی رپورٹ دی گئی تو انہوں نے ٹیپو سلطان کی معرفت ان سب عورتوں کو طلائی کڑے اور روپے بطور انعام بھیجے۔

یہ توجہ اور انعام واکرام کسانوں اور دوسرے پیشہ والوں کے ساتھ بھی تھا اور ان کی ان کے کاموں میں خوب دلجوئی اور ہمت افزائی کرتے تھے، نقصان کے وقت پورا پورا معاوضہ دیا کرتے تھے، نواب حیدر علی کے عدل وانصاف کے واقعات بھی بہت مشہور ہیں وہ جتنے بہادر تھے اتنے ہی عادل وانصاف پسند بھی تھے۔ ۱۷۶۷ء میں ان کا قیام کوئمبتور میں تھا صبح کو ہواخوری اور چہل قدمی کے لئے نکلے تو راستہ میں ایک بڑھیا نے روک کر فریاد کی اور کہا میرے ساتھ انصاف کیجئے، دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ اس نے سردار حیدر شاہ کو درخواست پیش کی تھی کہ نقیبوں کے سردار آغا محمد نے اس کی لڑکی چھین لی ہے مگر سردار نے اس سلسلہ میں

کوئی کارروائی نہیں کی، ایسا لگتا ہے کہ نواب صاحب کی خدمت میں وہ درخواست پیش نہیں کی گئی، نواب نے حیدر شاہ سے پوچھا تو اس نے کہا بڑھیا اور اس کی لڑکی طوائفوں میں سے ہے، اس لئے اس نے درخواست پیش کرنے کی ضرورت نہیں سمجھی، نواب صاحب نے اس کی تحقیق کی تو معاملہ اس کے برعکس نکلا، اس کی سزا میں حیدر شاہ کو دوسو کوڑے لگوا کر معزول کر دیا اور آغا محمد کا سر قلم کروادیا تا کہ آئندہ کسی آدمی کو اس طرح کے ظالمانہ اقدام کی جرأت نہ ہو۔ بڑھیا کو اس کی لڑکی واپس کر دی گئی۔

نواب حیدر علی کی رعایا میں مسلمانوں کے علاوہ غیر مسلموں کی ایک بہت بڑی تعداد تھی ان کے ساتھ بڑی ہی اپنائیت اور رواداری کا برتاؤ کیا، ان کے ارکان حکومت نہ صرف ہندو تھے بلکہ فرانسیسی اور عباسی بھی تھے اور سب کے ساتھ بڑی فراخدلی کا معاملہ کرتے تھے، کشن راؤ اور پورنیان ان کے مشہور وزیروں میں سے تھے اور ان کا پہلا پرائیویٹ سیکریٹری کھنڈے راو برہمن تھا، ہندوؤں کے مندروں کے لئے جو جائیدادیں وقف تھیں اس کے علاوہ اپنی طرف سے انعامات دیئے جس کی سندیں اب بھی بہت سے مندروں میں محفوظ ہیں جس کی چند مثالیں یہ ہیں:

(۱) دیوان ہلی کے مندر میں جو ناقوس ہے، وہ نواب حیدر علی کا عطیہ ہے۔

(۲) سرنگاپٹم میں سری رنگا ناتھ کے مندر میں جو برتن استعمال ہوتے ہیں وہ نواب حیدر علی کے دیئے ہوئے ہیں۔

(۳) سری نگر کے مندر میں نواب حیدر علی کی لکھی ہوئی تین اسناد ملی ہیں جو

بطور ریکارڈ محفوظ ہیں، اس میں ایک خط ہے جو حیدر علی نے ۱۷۶۹ء میں وہاں کے گرو کے نام لکھا ہے۔

نواب حیدر علی ناخواندہ تھا، لیکن حکمت ودانائی اس کے رگ وپے میں سمائی ہوئی تھی اس کے چند اقوال زریں بطور مثال پیش ہیں:۔

۱......ایک بہادر آدمی میدانِ جنگ میں تنِ بے سر کا اچھلنا کودنا دیکھ کر رقص بسمل کا لطف حاصل کر سکتا ہے۔

۲......توپ وبندوق کی آواز آہنگ وسرود سے زیادہ مزہ دیتی ہے۔

۳......مردوں کی عمدہ نشست گاہ خانۂ زین ہے۔

۴......جنگ جیت لینے میں جو خوشی حاصل ہوتی ہے وہ کسی جشن سے حاصل نہیں ہوسکتی۔

۵......میرا پیغمبر ﷺ بھی اُمی اور میں بھی اُمی۔ یہ خدا کی قدرت کا ایک ادنیٰ نمونہ ہے کہ مجھ جیسے جاہل سے ایسے کارہائے نمایاں ظہور پذیر ہوں جو ہزاروں عالموں سے وقوع میں نہ آئیں۔

۶......اگر مجھے ایسا ایک اور شخص مل جائے تو ہفت اقلیم فتح کر ڈالوں اور دنیا کو پھر حضرت عمر رضی اللہ عنہ کی فتوحات کا نقشہ دِکھا دوں۔

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمین

☆......☆......☆

دنیا کی حقیقت
اور
اعمال کی ضرورت

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبد الواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا **حسین احمد مدنی** رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا **حماد اللہ ہالیجوی** رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبد اللہ

کرلمی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

مال و دولت کی وسعت امّت کیلئے خطرہ

عن عمرو بن عوف رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "فو الله لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنا فسوها کما تنافسوها و تهلککم کما اهلکتم".

(صحیح البخاری و صحیح المسلم)

''حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کی رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقر و ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمھارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کر دی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی ۔ پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسا کہ انہوں گئی تھی ۔ پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسا کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہو گئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کر دے، جیسے کہ اس نے ان لوگوں کو برباد کیا''۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للّٰہ نحمدہ علٰی ما انعم وعلّمنا مالم نعلم والصّلٰوۃ علٰی افضل الرسل واکرم. وعلی آلہٖ وصحبہ وبارک وسلم. اما بعد!

دنیا کی حقیقت اور اعمال کی ضرورت پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا بلیغ خطبہ

عن عمروبن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم خطب یوما فقال فی خطبتہ "الا ان الدنیا عارض حاضر یاکل منہ البر والفاجر' الا وان الاخرۃ اجل صادق ویقضی فیھا ملک قادر' الاوان الخیر کلہ بحذافیرہ فی الجنۃ 'الاوان الشر کلہ بحذافیرہ فی النار' الا فاعملوا وانتم من اللہ علی حذر واعلموا انکم معروضون علی اعمالکم فمن یعمل مثقال ذرۃ خیرا یرہ ومن یعمل مثقال ذرۃ شرا یرہ. (مسند امام شافعی)

"حضرت عمرو بن عاص رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک دن خطبہ دیا اور اپنے خطبے میں ارشاد فرمایا کہ سن لو اور یاد رکھو کہ دنیا ایک عارضی اور وقتی سودا ہے' جو فی الوقت حاضر اور نقد ہے (اور اس کی کوئی قدر

وقیمت نہیں، اسی لئے) اس میں ہر نیک و بد کا حصہ ہے اور سب اس سے کھاتے ہیں اور یقین کرو کہ آخرت مقررہ وقت پر آنے والی ایک سچی اٹل حقیقت ہے اور سب کچھ پر قدرت رکھنے والا شہنشاہ اسی میں (لوگوں کے اعمال کے مطابق جزا وسزا کا) فیصلہ کرے گا۔ یاد رکھو کہ ساری خیر اور خوشگواری اور اس کی تمام قسمیں جنت میں ہیں اور سارا شر اور اس کی تمام قسمیں دوزخ میں ہیں۔ پس خبردار خبردار۔ (جو کچھ کرو) اللہ سے ڈرتے ہوئے کرو (اور ہر عمل کے وقت آخرت کے انجام کو پیش نظر رکھو) اور یقین کرو کہ تم اپنے اپنے اعمال کے ساتھ اللہ کے حضور پیش کئے جاؤ گے، پس جس شخص نے ذرہ برابر کوئی نیکی کی ہوگی وہ اس کو دیکھ لے گا اور جس نے ذرہ برابر کوئی برائی کی ہوگی، وہ اس کو پالے گا۔“

انسانیت کو بربادی سے بچانے کا ایک ہی راستہ

انسان کی سب سے بڑی بدبختی اور سینکڑوں قسم کی بدکاریوں کی جڑ وبنیاد یہ ہے کہ وہ اللہ کے احکام اور آخرت کے انجام سے بےفکر اور بے پرواہ ہوکر زندگی گذارے اور اپنی نفسانی خواہشات اور اس دنیا کی فانی لذتوں کو اپنا مقصد اور مطمح نظر بنالے اور یہ اس وجہ سے ہوتا ہے کہ دنیا میں جو کچھ ہے وہ آنکھوں کے سامنے ہے اور خدا اور آخرت آنکھوں سے اوجھل ہیں، اس لئے انسانوں کو بربادی سے بچانے کا راستہ یہی ہے کہ ان کے سامنے دنیا کی بے وقعتی اور بے حیثیتی کو اور آخرت کی اہمیت اور برتری کو قوت کے ساتھ پیش کیا جائے اور قیامت میں خدا کے

سامنے پیشی اور اعمال کی جزا و سزا کا اور جنت و دوزخ کے ثواب و عذاب کا یقین ان کے دلوں میں اتارنے کی کوشش کی جائے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اس خطبے کا حاصل اور موضوع بھی یہی ہے۔

ایک خطرناک و تشویشناک اندیشہ

یہ بات بڑی خطرناک اور بہت تشویشناک ہے کہ دینی دعوت اور دینی وعظ و نصیحت میں دنیا کی بے ثباتی اور بے حقیقتی اور آخرت کا بیان اور جنت و دوزخ کا تذکرہ جس طرح اور جس ایمان و یقین اور جس قوت کے ساتھ ہونا چاہئے' ہمارے اس زمانے میں اس کا رواج بہت کم ہو گیا ہے یا نہیں رہا ہے اور دین کی تبلیغ و دعوت میں اس طرح کی باتیں کرنے کا رواج بڑھتا جا رہا ہے جس قسم کی باتیں مادی تحریکوں اور دنیوی نظاموں کی دعوت و تبلیغ میں کی جاتی ہیں۔

دنیا فانی اور عقبیٰ آنی ہے

عن جابر رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم ان اخوف ماأتخوف علی امتی الهوٰی وطول الامل فاما الهوٰی فیصد عن الحق واما طول الامل فینسی الاخرة وهذه الدنیا مرتحلة وهذه الاخرة مرتحلة قادمة ولکل واحد منهما بنون فان استطعتم ان لا تکونوا من بنی الدنیافافعلوا فانکم الیوم فی دار العمل ولا حساب وانتم غدا فی الدار الاخرة ولاعمل. (رواه البیهقی فی شعب الایمان)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے، انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا میں اپنی امت پر جن بلاؤں کے آنے سے ڈرتا ہوں، ان میں سب سے زیادہ ڈر کی چیزیں ھوٰی اور طول امل ہے۔ (ھوٰی سے مراد یہاں یہ ہے کہ دین و مذہب کے بارے میں اپنے نفس کے رجحانات اور خیالات کی پیروی کی جائے اور طول امل یہ ہے کہ دنیوی زندگی کے بارے میں لمبی لمبی آرزوئیں، دل میں پرورش کی جائیں۔ رسول اللہ ﷺ نے ان دو بیماریوں کو بہت زیادہ خوفناک بتایا اور آگے اس کی وجہ یہ ارشاد فرمائی) کہ ھوٰی تو آدمی کے لئے قبول حق سے مانع ہوتی ہے (یعنی اپنے نفسانی رجحانات اور خیالات کی پیروی کرنے والا قبول حق اور اتباع ہدایت سے محروم رہتا ہے) اور طول امل (یعنی لمبی لمبی آرزوؤں میں دل پھنس جانا) آخرت کو بھلا دیتا ہے اور اس کی فکر اور اس کے لئے تیاری سے غافل کر دیتا ہے۔ (اس کے بعد آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ) یہ دنیا دم بہ دم چلی جارہی ہے، گزر رہی ہے۔ (کہیں اس کا ٹھہراؤ اور مقام نہیں اور آخرت (ادھر سے) چل پڑی ہے، چلی آرہی ہے اور ان دونوں کے بچے ہیں (یعنی انسانوں میں کچھ وہ ہیں جو دنیا سے ایسی وابستگی اور رغبت رکھتے ہیں جیسے اولاد اور مال میں، حالانکہ ایسی رغبت بجائے دنیا کے آخرت سے ہونی چاہئے تھی اور کچھ وہ ہیں جو آخرت سے وابستگی اور اس کی رغبت رکھتے ہیں) پس اے لوگو! اگر تم کرسکو تو ایسا کرو کہ دنیا سے چمٹنے والے اس کے بچے نہ بنو (بلکہ اس دنیا کو دارالعمل سمجھو) تم اس وقت دارالعمل میں ہو (یہاں تمہیں

صرف محنت اور کمائی کرنی ہے) اور یہاں حساب اور جزا سزا نہیں ہے اور
کل تم (یہاں سے کوچ کر کے) آخرت میں پہنچ جانے والے ہو اور وہاں
کوئی عمل نہ ہوگا (بلکہ یہاں کے اعمال کا حساب ہوگا اور ہر شخص اپنے کئے کا
بدلہ پائے گا)۔"

دو خطرناک بیماریوں کی نشاندھی

رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں امت کے بارے میں دو بڑی اور
خطرناک بیماریوں کا خوف اور خطرہ ظاہر فرمایا ہے اور امت کو ان سے ڈرایا
اور خبردار کیا ہے۔ ایک ھوٰی اور دوسری طول امل، غور سے دیکھا جائے تو
صاف معلوم ہوتا ہے کہ ان ہی دو بیماریوں نے امت کے بہت بڑے حصے کو
برباد کیا ہے۔

جن لوگوں میں خیالات اور نظریات کی گمراہیاں ہیں، وہ ھوٰی کے
مریض ہیں اور جن کے اعمال خراب ہیں وہ طول امل اور حُبِّ دنیا کے مرض میں
گرفتار اور آخرت کی فکر اور تیاری سے غافل ہیں اور علاج یہی ہے جو حضور ﷺ
نے اس حدیث کے آخر میں بیان فرمایا یعنی ان کے دلوں میں یہ یقین پیدا ہو کہ
یہ دنیوی زندگی فانی اور صرف چندروزہ ہے اور دائمی زندگی آخرت ہی کی زندگی
ہے اور وہی ہمارا اصل مقام ہے۔ جب یہ یقین دلوں میں پیدا ہو جائے گا تو
خیالات اور اعمال دونوں کی اصلاح آسان ہو جائے گی۔

مال کی فراوانی تباہی و بربادی کا پیش خیمہ

عن عمرو بن عوف رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم "فواللہ لا الفقر اخشی علیکم ولکن اخشی علیکم ان تبسط علیکم الدنیا کما بسطت علی من کان قبلکم فتنافسوھا کما تنافسوھا وتھلککم کما اھلکتھم" (صحیح بخاری وصحیح مسلم)

''حضرت عمرو بن عوف رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں تم پر فقرو ناداری آنے سے نہیں ڈرتا لیکن مجھے تمھارے بارے میں یہ ڈر ضرور ہے کہ دنیا تم پر زیادہ وسیع کردی جائے جیسے کہ تم سے پہلے لوگوں پر وسیع کی گئی تھی ۔ پھر تم اس کو بہت زیادہ چاہنے لگو، جیسا کہ انہوں نے اس کو بہت زیادہ چاہا تھا (اور اسی کے دیوانے اور متوالے ہوگئے تھے) اور پھر وہ تم کو برباد کردے، جیسے کہ اس نے ان لوگوں کو برباد کیا۔''

فائدہ:

رسول اللہ ﷺ کے سامنے بعض گذری ہوئی قوموں اور امتوں کا یہ تجربہ تھا کہ جب ان کے پاس دنیا کی دولت بہت زیادہ آئی تو ان میں دنیوی حرص اور دولت کی رغبت و چاہت اور زیادہ بڑھ گئی اور وہ دنیا ہی کے دیوانے اور متوالے ہوگئے اور اصل مقصد زندگی کو بھلا دیا۔ پھر اس کی وجہ سے ان میں باہم حسد وبغض بھی پیدا ہوا اور بالآخر

ان کی (اس دنیا پرستی نے ان کو تباہ و برباد کر دیا۔ آنحضرت ﷺ کو اپنی امت کے بارے میں اسی کا زیادہ ڈر تھا۔ اور حدیث میں آپ ﷺ نے ازراہ شفقت امت کو اس خطرے سے آگاہ کیا ہے اور فرمایا ہے کہ تم پر فقر و ناداری کے حملے کا مجھے زیادہ ڈر نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس تم میں بہت زیادہ دولت مندی آجانے سے دنیا پرستی میں مبتلا ہو کر تمھارے ہلاک و برباد ہو جانے کا مجھے زیادہ خوف اور ڈر ہے۔

آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مقصد و مدعا اس خوشنما فتنہ کی خطرناکی سے امت کو خبردار کرنا ہے تاکہ ایسا وقت آنے پر اس کے برے اثرات سے اپنا بچاؤ کرنے کی وہ فکر کرے۔

حبّ مال اور حبّ جاہ دین کے لئے قاتل ہیں

عن كعب بن مالك رضى الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم "ماذئبان جائعان ارسلافى غنم بافسد لها من حرص المرء على المال والشرف لدينه".

(جامع ترمذی، مسند دارمی)

"حضرت کعب بن مالک رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ وہ دو بھوکے بھیڑیے جو بکریوں کے ریوڑ میں چھوڑ دیئے گئے ہوں، ان بکریوں کو اس سے زیادہ تباہ نہیں کر سکتے، جتنا تباہ آدمی کے دین کو مال کی اور عزت و جاہ کی حرص کرتی ہے۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ حب مال اور حب جاہ آدمی کے دین کو اور اللہ کے ساتھ اس کے تعلق کو اس سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں، جتنا کہ بکریوں کے کسی ریوڑ میں چھوٹے ہوئے بھوکے بھیڑیے ان بکریوں کو نقصان پہنچا سکتے ہیں۔

مال اور دنیا کی محبت بڑھاپے میں بھی جوان رہتی ہے

عن انس رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "یهرم ابن ادم و یشب فیه اثنان الحرص علی المال والحرص علی العمر.

(بخاری ومسلم)

"حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا آدمی بوڑھا ہو جاتا ہے (اور بڑھاپے کے اثر سے اس کی ساری قوتیں مضمحل ہو کر کمزور پڑ جاتی ہیں) مگر اس کی نفس کی دو خصلتیں اور زیادہ جوان اور طاقت ور ہوتی رہتی ہیں۔ ایک دولت کی حرص اور دوسری زیادتی عمر کی حرص۔"

فائدہ:

تجربہ اور مشاہدہ ہے کہ انسانوں کا عام حال یہی ہے اور اس کی وجہ بھی ظاہر ہے کہ انسان کے نفس میں بہت سی ایسی غلط خواہشیں پیدا ہوتی ہیں جو اسی وقت پوری ہوتی ہیں جبکہ اس کے ہاتھ میں دولت ہو اور زندگی اور توانائی بھی ہو اور ان

خواہشوں کی مضرتوں اور بربادیوں سے انسان کو بچانا ''پاسبان عقل'' کا کام ہے مگر بڑھاپے کے اثر سے جب سے بیچاری یہ عقل بھی مضمحل اور کمزور پڑجاتی ہے تو ان خواہشات پر اپنا قابو اور کنٹرول باقی رکھنے سے معذور ہوجاتی ہے جس کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ آخر عمر میں بہت سی خواہشیں ''ہوس'' کا درجہ اختیار کرلیتی ہیں اور اس کی وجہ سے عمر کی زیادتی کے ساتھ مال ودولت کی اور دنیا میں زیادہ سے زیادہ رہنے کی حرص اور چاہت اورزیادہ ترقی کرتی رہتی ہے۔ کہنے والے نے صحیح کہا ہے

قوت برکندن آں کم شدہ بیخہائے خوئے بدمحکم شدہ

لیکن یہ حال، عوام کا ہے، اللہ کے جن بندوں نے اس کی خواہشوں کی حقیقت اوراس کے انجام کوسمجھ لیا ہے اوراپنے نفسوں کی تربیت کرلی ہے وہ اس سے مستثنٰی ہیں۔

بڑھاپے میں بھی جوان

عن ابی هريرة رضی الله تعالیٰ عنه عن النبی صلی الله عليه وسلم قال "لايزال قلب الكبير شابا فی اثنين فی حب الدنيا وطول الامل".

''حضرت ابوہریرہ ﷛ رسول اللہ ﷺ سے نقل کرتے ہیں کہ آپ ﷺ نے فرمایا بوڑھے آدمی کا دل دو چیزوں کے بارے میں ہمیشہ جوان رہتا ہے۔ ایک تو دنیا کی محبت اور دوسری لمبی لمبی تمنائیں۔''

فائدہ:

جیسا کہ پہلی حدیث کی تشریح میں ذکر کیا گیا، عام انسانوں کا حال یہی ہے لیکن جن بندگان خدا کو خودشناسی اور دنیاوآخرت کے بارے میں صحیح

علم و یقین نصیب ہو، ان کا حال یہ ہوتا ہے کہ بجائے حب دنیا کے، اللہ تعالی کی محبت اور اس فانی دنیا کی آرزوؤں کی جگہ رضا الٰہی اور نعمائے اخروی کا اشتیاق اور اس کی تمنا بڑھاپے میں بھی ان کے دل میں مسلسل بڑھتی اور ترقی کرتی رہتی ہے اور ان کی عمر کا ہر اگلا دن، پہلے دن کے مقابلے میں اس پہلو سے بھی ترقی کا دن ہوتا ہے۔

دولت میں اضافے کی حرص کسی حد پر ختم نہیں ہوتی

عن ابن عباس عن النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال "لو کان لابن ادم وادیا ن من مال لابتغی ثالثاو لا یملاء جوف ابن ادم الا التراب ویتوب اللہ علی من تاب".

(صحیح بخاری، صحیح مسلم)

"حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: اگر آدمی کے پاس مال کے بھرے ہوئے دو میدان اور دو جنگل ہوں تو وہ تیسرا اور چاہے گا اور آدمی کا پیٹ تو بس مٹی سے بھرے گا (یعنی مال و دولت کی اس ختم نہ ہونے والی ہوس اور بھوک کا خاتمہ بس قبر میں جا کر ہوگا) اور اللہ اس بندے پر عنایت اور مہربانی کرتا ہے جو اپنا رخ اور اپنی توجہ اس کی طرف کرلے۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ مال و دولت کی زیادہ حرص عام انسانوں کی گویا فطرت

ہے۔ اگر دولت سے ان کا گھر بھی بھرا ہوا ور جنگل کے جنگل اور میدان کے میدان بھی پٹے پڑے ہوں، تب بھی ان کا دل قانع نہیں ہوتا اور وہ اس میں زیادتی اور اضافہ ہی چاہتا ہے اور زندگی کی آخری سانس تک ان کی ہوس کا یہی حال رہتا ہے اور بس قبر ہی میں جا کر دولت کی اس بھوک اور ننانوے کے اس پھیر سے ان کو چھٹکارا ملتا ہے۔ البتہ جو بندے دنیا اور دنیا کی دولت کی بجائے اپنے دل کا رخ اللہ کی طرف کرلیں اور اس سے تعلق جوڑلیں، ان پر اللہ تعالیٰ کی خاص عنایت ہوتی ہے اور ان کو اللہ تعالیٰ اس دنیا ہی میں اطمینان قلب اور غنائے نفس نصیب فرما دیتا ہے اور پھر اس دنیا میں بھی ان کی زندگی بڑے مزے کی اور بڑے سکون سے گزرتی ہے۔

طالب آخرت کا قلب مطمئن اور طالب دنیا کا دل پریشان رہتا ہے

عن انس رضی اللہ تعالیٰ عنه ان النبی اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال" من كانت نيته طلب الاخرة جعل الله غناه فی قلبه وجمع له شمله واتته الدنيا وهی راغمة ومن كانت نيته طلب الدنيا جعل الله الفقر بين عينيه وشتت عليه امره لاياتيه منها الا ما كتب له".

"حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ جس شخص کی نیت اور اس کا مقصد اصلی اپنی سعی وعمل سے آخرت کی طلب ہو، تو اللہ تعالیٰ غنا (قلبی اطمینان اور مخلوق سے استغناء کی کیفیت) اس کے دل کو نصیب فرمادیں گے اور اس کے

پراگندہ حال کو درست فرمادیں گے اور دنیا اس کے پاس خود بخود ذلیل ہو کر آئے گی اور جس شخص کی نیت اور اپنی سعی و عمل سے جس کا خاص مقصد دنیا طلب کرنا ہو، اللہ تعالیٰ محتاجی کے آثار اس کی بیچ پیشانی میں اور اس کے چہرے پر پیدا کردیں گے اور اس کے حال کو پراگندہ کردیں گے (جس کی وجہ سے اس کو خاطر جمعی کی راحت کبھی نصیب نہ ہوگی) اور (ساری تگ و دو کے بعد بھی) یہ دنیا اس کو بس اسی قدر ملے گی جس قدر اس کے واسطے پہلے سے مقدر ہو چکی ہوگی۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جو بندہ آخرت پر یقین رکھتے ہوئے آخرت کی فلاح ہی کو اپنا اصل مطلوب و مقصود بنا لیتا ہے تو اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے کہ دنیا کے بارے میں اس کو قناعت نصیب فرما کر اس کے دل کو طمانینت اور جمعیت خاطر نصیب فرما دی جاتی ہے اور دنیا میں سے جو کچھ اس کے لئے مقدر ہوتا ہے وہ کسی نہ کسی راستہ سے خود اس کے پاس آجاتا ہے اور اس کے برعکس جو شخص، دنیا کو اپنا اصل مقصود و مطلوب بنا لیتا ہے، اور دنیا کی طلب میں خون پسینہ ایک کردینے کے بعد بھی اس طالب دنیا کو بس وہی ملتا ہے جو پہلے ہی سے اس کے لئے مقدر ہے۔ پس جب واقعہ اور حقیقت یہ ہے تو بندہ کو چاہئے کہ آخرت ہی کو اپنا مقصود مطلوب بنائے اور دنیا کو بس ایک عارضی اور وقتی ضرورت سمجھ کر اس کی صرف اتنی ہی فکر کرے

جتنی کہ کسی عارضی وقتی چیز کی فکر ہونی چاہئے۔

دنیوی مال ومتاع کی حقیقت مثالوں سے

عن المستورد رضی اللہ تعالیٰ عنہ قال سمعت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یقول "واللہ ما الدنیا فی الاخرۃ الا مثل مایجعل احدکم اصبعہ فی الیم فلینظر بما یرجع. (صحیح مسلم)

''حضرت مستورد ﷺ روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اللہ کی قسم دنیا کی آخرت کے مقابلہ میں ایسی مثال ہے جیسے تم میں سے کوئی اپنی انگلی سمندر میں ڈال کر نکالے تو دیکھے کہ وہ کیا لائی؟''

فائدہ:

اس حدیث مبارک میں دنیا وآخرت کی حقیقت کو ایک مثال سے سمجھایا کہ آخرت کی مثال جاری سمندر کی طرح ہے دنیا کی حقیقت آخرت کے مقابلہ میں ایسی ہے جیسے، بحر محیط میں انگلی ڈال کر باہر نکال لی جائے۔ انگلی کے سرے پر پانی کا جتنا حصہ آئے گا دنیا کا آخرت کے مقابلہ میں اتنا ہی حصہ ہے۔

دنیا مردار سے بھی بدتر ہے

وعن جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم مر بجدی اسک میت قال ایکم یحب ان ھذا لہ بدرھم فقالو امانحب لنا بشیء قال فواللہ الدنیا اھون علی اللہ من ھذا علیکم. (رواہ مسلم)

''حضرت جابر ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ کا گذر بکری کے ایک چھوٹے کانوں والے مردہ بچے پر ہوا آپ ﷺ نے فرمایا کہ تم میں سے کون اس کو ایک درہم کے عوض لینا پسند کرتا ہے؟ صحابہ کرام ﷺ نے عرض کیا کہ ہم تو اسے ایک کوڑی میں بھی لینا پسند نہ کریں تو آپ ﷺ نے فرمایا کہ دنیا اللہ تعالی کے ہاں اس سے بھی زیادہ ذلیل ہے۔''

فائدہ:

مذکورہ حدیث میں دنیا کی بے حقیقت ہونے کو ایک محسوس مثال کے ذریعہ سمجھایا کہ جس طرح تم بکری کے مردہ بچے کو بے قیمت ہونے کی بناء پر لینا پسند نہیں کرتے ہو اسی طرح دنیا بھی اللہ تعالی کے ہاں مردار و بے قیمت ہے اور رغبت کرنے کے قابل نہیں ہے۔

دنیا مومن کیلئے جیل اور کافر کیلئے جنت

وعن ابی هريرة ﷺ قال قال رسول الله صلى الله وسلم ''الدنيا سجن المؤمن وجنة الكافر. (رواه مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ دنیا مومن کے لئے قید خانہ اور کافر کیلئے جنت ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ مومن پر دنیا کی زندگی میں اللہ تعالی کی طرف سے بہت سی پابندیاں عائد کی گئیں بہت ساری چیزوں کو حرام قرار دیا گیا مثلاً زنا، چوری، قتل ناحق،

شراب نوشی، وغیرہ اسی طرح بہت سے فرائض اس پر عائد ہیں، نماز زکوۃ روزہ حج جہاد اور امر بالمعروف نہی عن المنکر وغیرہ جب مومن کا انتقال ہوتا ہے تو وہ ان دنیوی احکامات کے تکالیف سے نجات پاتا ہے اور ہمیشہ ہمیشہ کی نعمتوں اور راحتوں میں ہوتا ہے گویا کہ وہ دنیا میں احکامات کا پابند تھا موت سے پابندی ختم ہوگئی۔ اس کے برخلاف کافر وہ چونکہ دنیا ہی کی زندگی کو اصل زندگی سمجھتا ہے اور یہاں کی راحت کو حقیقی راحت سمجھتا ہے اور اس کے حق میں حقیقت بھی یہی ہے کہ اس کو دنیا کی زندگی میں جتنی راحت ونعمت مل گئی اس کے لئے آخرت میں اس کے سوا کچھ نہیں ہے موت کے بعد دائمی وابدی عذاب ہوگا، اس زندگی میں کافر کو راحت وسکون نام کوئی چیز نہیں ملے گی گویا کہ اس کے حق میں دنیا کی زندگی ایک طرح کی جنت ہے اس لئے کسی کافر کے پاس، مال ودولت اور دنیوی ساز وسامان دیکھ کر نہ حرص ہونا چاہئے نہ ہی اپنے پاس نہ ہونے کی وجہ سے افسوس ہونا چاہیے۔

لطف دنیا کے ہیں چند دن کے لئے
کھو نہ جنت کے مزے ان کے لئے
یہ کیا اے دل! تو بس پھر یوں سمجھ
تو نے ناداں گل دیئے تنکے لئے

دنیا مچھر کے پَر کے برابر بھی نہیں

وعن سهل بن سعد رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم "لو کانت الدنیا تعدل عندالله جناح بعوضة ماسقی کافرا منها شربة۔ (رواه احمد والترمذی وابن ماجه)

''حضرت سہل بن سعدؓ سے مروی ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اگر دنیا کی اللہ تعالیٰ کے ہاں مچھر کے پر کے برابر بھی وقعت ہوتی تو کافر کو اس سے ایک گھونٹ پانی بھی نہ پلاتے۔''

دنیا میں رہنے کے ڈھنگ

وعن ابن عمر رضی الله عنه قال اخذ رسول الله صلی الله علیه وسلم بعض جسدی فقال کن فی الدنیا کانک غریب او عابر سبیل وعد نفسک من اصحاب القبور.

(رواہ صحیح البخاری)

''حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما روایت کرتے ہیں کہ جناب نبی کریم ﷺ نے مجھے پکڑ کر فرمایا کہ دنیا میں مسافر بلکہ راہ رو کی طرح رہو اور اپنے آپ کو اصحاب القبور (مردوں) میں شمار کرو۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کو دنیا کمانے میں اس طرح منہمک نہیں ہونا چاہئے کہ ہر وقت دنیا کی فکر میں لگا رہے۔ اور آخرت کو بھول جائے بلکہ دنیا میں تو ایک مسافر کی طرح رہنا چاہئے جو حالت سفر میں ہر وقت اس دھیان میں لگا رہتا ہے کہ یہ میرا وطن نہیں ہے یہاں مستقل رہنے کی جگہ نہیں ہے بلکہ میرا وطن دوسرا ہے مجھے وہاں جانا ہے وہاں سرخ رو ہونے کے لئے کچھ کرنا ہے کچھ کمانا ہے اصلی وطن کے لئے کچھ ساز و سامان تیار کرنا ہے اسی طرح

انسان کے لئے دنیا مسافر خانہ ہے یہاں سے کس وقت کوچ کرنا ہے کسی کو معلوم نہیں اس لئے ہر وقت تیار رہنا چاہئے کسی وقت اس کو بھولنا نہیں چاہئے بلکہ حدیث کے آخری الفاظ یہ ہیں کہ اپنے کو اصحاب القبور میں شمار کرلے یعنی ابھی سے میں قبر میں ہوں۔

رہ کے دنیا میں بشر کو نہیں زیبا غفلت
موت کا دھیان بھی لازم ہے کہ ہر آن رہے
جو بشر بھی آتا ہے دنیا میں، یوں کہتی ہے قضا
میں بھی پیچھے چلی آتی ہوں ذرا دھیان رہے

آگے دنیا، پیچھے موت

وعن انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ ان النبی صلی اللہ علیہ وسلم قال ھذا ابن ادم وھذا اجلہ ووضع یدہ عند قفاہ ثم بسطھا وقال و ثم املہ و ثم اھلہ وثم املہ. (رواہ الترمذی)

''حضرت انس ؓ فرماتے ہیں کہ حضور ﷺ نے ان کی گدی پر ہاتھ رکھ کر فرمایا کہ یہ ابن آدم ہے اور یہ اس کی موت ہے پھر آپ ﷺ نے ہاتھ پھیلا کر فرمایا کہ اس کی ہوس وہاں ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ موت تو ہر وقت انسان کی تاک میں لگی ہوئی ہے کہ اس کی زندگی کی مدت کب ختم ہوتی ہے اور جان نکال لوں اور انسان آرزوؤں اور ہوس

میں گھرا ہوا کہ دنیا کی یہ چیز جمع کرلوں وہ جمع کرلوں، ایسا کرلوں، ویسا کرلوں، یہی لالچ وحرص کے نتیجے میں دنیا میں فساد برپا ہوتا ہے۔ چنانچہ ایک حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ اس امت کی صلاح کی بنیاد آخرت پر یقین اور دنیا سے بے رغبتی پر ہے اور اس کے فساد کی بنیاد بخل وہوس پر ہے۔

ایک اور حدیث میں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ دو خونخوار بھیڑیئے بکریوں کے ریوڑ میں گھس کر حملہ کردیں تو وہ مسلمان کے دین میں حب جاہ وحب مال سے زیادہ مضر نہیں۔ (جمع الفوائد)

انسان جب حب جاہ یعنی مناصب، عہدے حاصل کرنے کے چکر میں پڑ جاتا ہے اسی طرح مال جمع کرنے کی ہوس میں کھو جاتا ہے تو اس سے دین تباہ وبرباد ہوجاتا ہے۔

دنیا میں کرنے کے کام

عن عائشة رضی الله عنها رفعته ان كنت تريدين اسرع اللحوق بی فليكفك من الدنيا كزاد الراكب اياک ومجالسة الاغنياء ولا تستخلقی ثوبا حتى ترقعيه.

(جمع الفوائد)

”حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ جناب نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو میرا قرب چاہتی ہے تو تجھے دنیا سے توشہ مسافر کے برابر کافی ہے اور مالداروں کے پاس بیٹھنے سے بچنا اور بغیر پیوند لگائے کوئی کپڑا پرانا سمجھ کر نہ اتارنا۔“

فائدہ:

آپ ﷺ کو مسکنت بہت پسند تھی آپ ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے:

اللھم احیینی مسکینا وامتنی مسکینا واحشر نی فی زمرة المساکین.

"اے اللہ! مجھے مسکنت کی حالت میں زندہ رکھ کر اور اسی میں موت دے، اور مسکینوں کے ساتھ ہی میرا حشر فرما۔"

یہی وجہ ہے کہ کبھی مہینہ بھر تک آپ ﷺ کے گھر میں چولھا نہ جلتا تھا اور آپ کا یہ فقر فاقہ اختیاری تھا آپ ﷺ نے اپنے اور اپنے اہل وعیال کے لئے اسی کو پسند فرمایا اور اسی کی تعلیم دی۔

بہر حال مذکورہ بالا احادیث کا خلاصہ یہی ہے کہ انسان کو دنیا میں دل نہیں لگانا چاہیے بلکہ بقدر کفاف یعنی جس سے اپنا اور اہل وعیال کا گذارہ ہو اس کا بندوبست کرنے پر اکتفاء کرے بقیہ اوقات کو آخرت کی تیاری میں خرچ کرے، دین سیکھنا، سکھانا، نماز وتلاوت، ذکر واذکار، قتال فی سبیل اللہ، صلہ رحمی، غم خواری وغیرہ میں گذارنا چاہیئے نہ کہ دنیا کمانے میں بالکل مگن رہے اور نہ ہی بے کار کھیل کود میں اوقات گذارے۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ ہر انسان کو دین کی سمجھ بوجھ عطا فرمائے، فکر آخرت، دنیا سے بے رغبتی نصیب فرمائے۔ "آمین"

اس امت کا سب سے بڑا فتنہ

عن كعب بن عياض رضى الله تعالىٰ عنه قال سمعت رسول الله صلى الله عليه وسلم يقول "ان لكل امة فتنة وفتنة امتى المال. (ترمذی)

''حضرت کعب بن عیاض ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اکرم ﷺ کو فرماتے سنا کہ ہر امت کے لئے کوئی خاص آزمائش ہوتی ہے اور میری امت کی خاص آزمائش مال ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ میری پیغمبری کے دور میں (جواب سے لے کر قیامت تک کا زمانہ ہے) مال و دولت کو ایسی اہمیت حاصل ہوگی اور اس کی ہوس اتنی بڑھ جائے گی کہ وہی اس امت کے لئے سب سے زیادہ فتنہ ہوگا۔ (قرآن مجید میں بھی مال کو فتنہ کہا گیا ہے) اور واقعہ یہ ہے کہ عہد نبوی سے لے کر ہمارے اس زمانے تک کی تاریخ پر جو شخص بھی نظر ڈالے گا اسے صاف محسوس ہوگا کہ مال کی اہمیت او ر دولت کی ہوس برابر بڑھتی رہی ہے اور بڑھتی ہی جارہی ہے اور بلا شبہ یہی اس دور کا سب سے بڑا فتنہ ہے جس نے بے شمار بندوں کو خدا کی بغاوت و نافرمانی کے راستے پر ڈال کر اصل سعادت سے محروم کردیا ہے بلکہ اب تو نوبت یہاں تک پہنچ چکی ہے کہ خدا بیزار اور خدا دشمنی کے علمبردار بھی دولت و معاش ہی کی پیٹھ پر سوار ہوکر اپنے دجالی خیالات دنیا میں پھیلاتے ہیں۔

دنیا کی محبت کا انجام پستی کی شکل میں

عَنْ ثَوبَانَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یُوْشِکُ الْأُمَمُ أَنْ تَدَاعَی عَلَیْکُمْ کَمَا تَدَاعَی الْأَکَلَةُ اِلَی قَصْعَتِهَا فَقَالَ قَائِلٌ وَ مِنْ قِلَّةٍ نَحْنُ یَوْمَئِذٍ قَالَ بَلْ أَنْتُمْ یَوْمَئِذٍ کَثِیْرٌ وَلٰکِنَّکُمْ غُثَاءٌ کَغُثَاءِ السَّیْلِ وَلَیَنْزَعَنَّ اللّٰهُ مِنْ صُدُوْرِ عَدُوِّکُمُ الْمَهَابَةَ مِنْکُمْ وَلَیَقْذِفَنَّ فِی قُلُوْبِکُمُ الْوَهْنَ فَقَالَ قَائِلٌ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ وَمَا الْوَهْنُ قَالَ حُبُّ الدُّنْیَا وَکَرَاهِیَةُ الْمَوت.

''حضرت ثوبان ﷺ سے روایت ہے، کہتے ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: وہ دن قریب ہے کہ تمہارے اوپر دوسری قومیں اسی طرح ٹوٹ پڑیں گی جیسے بھوکے اپنے کھانے کی چیز پر ٹوٹ پڑتے ہیں۔ کسی نے کہا کہ یہ شاید اسی وجہ سے ہوگا کہ ہماری تعداد گھٹ گئی ہوگی۔ آپ ﷺ نے فرمایا (نہیں) برخلاف اس کے تمہاری تعداد اس وقت بہت زیادہ ہوگی تم اس کوڑے کرکٹ کی طرح ہوگے جو سیلاب کی رو کے ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ تمہارے دشمنوں کے دلوں سے تمہاری ہیبت نکال دے گا اور تمہارے دلوں پر وہن اور کمزوری کا قبضہ ہوگا۔ کسی نے پوچھا: یارسول اللہ! وہن کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا دنیا کی محبت اور موت سے نفرت۔''

فائدہ:

آج کل جو مسلمانوں کی حالت ہے اس کا نقشہ اس حدیث نے کھینچ کر دکھا دیا ہے۔ لیکن بیماری کے ساتھ اس کے علاج کی طرف بھی اشارہ کردیا ہے۔ جب

سے ہم نے ہوش سنبھالا ہے برابر کانوں میں یہ آواز چلی آرہی ہے کہ مسلمان اغیار کے نرغے میں آگئے۔ اس کے پاس سے بادشاہی گئی ہی تھی جینے کے بھی لالے پڑ گئے۔

مسلمان تر نوالہ کیوں؟

مسلمانوں کی یہ حالت بیان کی گئی ہے کہ آگے چل کر یہ دنیا بھر کی قوموں کا لقمہ بن جائیں گے اور ان کو ہڑپ کرنے کے لئے سب مل کر ان کی طرف بڑھیں گے اس کی وجہ یہ نہ ہوگی کہ ان کی تعداد کم ہو جائے گی۔ بلکہ تم اس جھاگ کی طرح ہوں گے جو بہتے ہوئے پانی کے کناروں پر کوڑے کرکٹ وغیرہ سے ملے ہوئے اکٹھے ہو جاتے ہیں۔ لوگوں کے دلوں سے ان کا رعب نکل جائے گا۔ اور ہر ایک کو جرأت ہو جائے گی کہ ان پر حملہ کرے۔ مسلمانوں کے دل کمزور ہوں گے۔ کسی کے پوچھنے پر حضور ﷺ نے کمزوری کی دو وجہ بتائیں۔ ایک دنیا سے دل بستگی، دوسری موت سے نفرت۔

یہ حدیث ہمیں سبق سکھاتی ہے کہ کوئی بات بلا وجہ نہیں ہوتی۔ مسلمان اگر گر گئے ہیں تو اس میں ان کا اپنا قصور ہے۔ ان کو تقریباً تمام روئے زمین پر بادشاہت عطا کی گئی وہ بھی ایک دو دن یا سال دو سال کے لئے نہیں بلکہ صدیوں تک کے لئے حکمرانی دی گئی گریبان میں منہ ڈالنا چاہئے کہ ہم نے کیا کیا۔ ہم دنیا کے دلدادہ ہو گئے۔ ہمارا مقصد سوائے عیش و عشرت کے اور کچھ نہ رہا۔ نکمے، واہیات بلکہ فحش خیالات کو دل میں جگہ دی اور ان کو اپنے اشعار اور گیتوں سے خوب گایا، بجایا اور دنیا بھر میں پھیلایا۔ موت کے نام سے کانپنے

لگے۔ یہ سب بزدلی پیدا کرنے کے اسباب ہیں۔ جن کی جڑ یقیناً انہی دو چیزوں میں ہے جن کو حضور ﷺ نے ایک لفظ ''وہن'' کے اندر جمع کر دیا۔ اور پھر تشریح فرمادی کہ یہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے، دنیا کی محبت اور موت سے نفرت اور خوف۔

دنیا کا دوسرا رخ

نیک مقاصد کیلئے دنیا کی دولت حاصل کرنے کی فضیلت

قابلِ مذمت وہ دنیا ہے جو بندے کو مولیٰ سے بالکل غافل کر دے، لیکن جائز اور اچھے مقاصد کے لئے دولت کمائی جا سکتی ہے، جیسا کہ درج ذیل احادیث سے واضح ہے۔

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کہ جو شخص دنیا کی دولت بطریق حلال اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے، تاکہ اُس کو دوسروں سے سوال کرنا نہ پڑے، اور اپنے اہل وعیال کے لئے روزی اور آرام وآسائش کا سامان مہیا کر سکے، اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ بھی وہ احسان اور سلوک کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ کے حضور میں اس شان کے ساتھ حاضر ہوگا کہ اُس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور چمکتا ہوگا اور جو شخص دنیا کی دولت حلال ہی ذریعے سے اس مقصد سے حاصل کرنا چاہے کہ وہ بہت بڑا مالدار ہو جائے، اور اس دولت مندی کی وجہ سے وہ دوسروں کے مقابلے میں اپنی شان اونچی دکھا سکے، اور لوگوں کی نظروں میں بڑا بننے کے لئے دادودہش کر سکے، تو قیامت کے دن وہ اللہ تعالیٰ کے حضور میں اس حال میں حاضر

ہوگا کہ اللہ تعالیٰ اس پر سخت غضبناک ہوگا۔(شعب الایمان للبیہقی)

فائدہ:

معلوم ہوا کہ اچھی نیت سے اور نیک مقصد کے لئے دنیا کی دولت ،حلال ذریعے سے حاصل کرنے کی کوشش کرنا، نہ صرف یہ کہ جائز اور مباح ہے، بلکہ وہ اتنی بڑی نیکی ہے کہ قیامت کے دن ایسا شخص جب اللہ تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوگا، تو اُس پر اللہ تعالیٰ کا خاص الخاص فضل وکرم ہوگا جس کے نتیجہ میں اس کا چہرہ چودھویں رات کے چاند کی طرح روشن اور منور ہوگا، لیکن اگر دولت کمانے سے غرض صرف بڑا دولت مند بننا، اور دنیا کی بڑائی حاصل کرنا، اور لوگوں کے دکھاوے کے لئے بڑے بڑے کام کرنا ہو تو یہ دولت کمانا اگرچہ حلال ہی طریقے سے ہو تب بھی یہ ایسا گناہ ہے کہ قیامت کے دن ایسے شخص پر اللہ تعالیٰ کا سخت غضب ہوگا، اور اگر ناجائز اور حرام طریقوں سے ہو، تب تو سخت ترین وبال ہے۔

تین اہم باتیں اور چار قسم کے لوگ

حضرت ابو کبشہ انماری ﷺ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ ﷺ سے سنا، آپ ﷺ فرماتے تھے کہ تین باتیں ہیں جن پر میں قسم کھاتا ہوں اور ان کے علاوہ ایک اور بات ہے جس کو میں تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں، پس تم اس کو یاد کرلو! جن تین باتوں پر میں قسم کھاتا ہوں، ان میں ایک تو یہ ہے کہ:

کسی بندہ کا مال صدقہ کی وجہ سے کم نہیں ہوتا، (یعنی کوئی شخص اپنا مال راہِ خدا میں دینے کے سبب سے کبھی مفلس ونادار نہیں ہوگا، بلکہ اس کے مال میں برکت ہوگی، اور جس خدا کی راہ میں صدقہ کریگا، وہ اپنے خزانہ غیب سے اُس کو دیتا رہے گا)

اور (دوسری بات یہ ہے کہ) نہیں ظلم کیا جائے گا کسی بندہ پر ایسا ظلم جس پر وہ مظلوم بندہ صبر کرے، مگر اللہ تعالیٰ اس کے عوض بڑھا دے گا اس کی عزت (یعنی اللہ تعالیٰ نے یہ قانون مقرر فرمایا ہے کہ جب کسی بندہ پر ناحق کوئی ظلم کیا جائے، اور اس کو ستایا جائے، اور وہ بندہ صبر کرے، تو اللہ تعالیٰ اس کے عوض اس کی عزت ورفعت دنیا میں بڑھائے گا)۔

اور (تیسری بات یہ ہے کہ) نہیں کھولے گا کوئی بندہ سوال کا دروازہ مگر اللہ کھول دے گا اُس پر فقر کا دروازہ (یعنی جو بندہ مخلوق کے سامنے ہاتھ پھیلانے کا پیشہ اختیار کریگا، اللہ تعالیٰ کی طرف سے مقدر ہے کہ فقر ومحتاجی اس پر مسلط ہوگی، گویا یہ تینوں اللہ کے ایسے اٹل فیصلے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ میں ان پر قسم کھاتا ہوں، اس کے بعد آپ ﷺ نے فرمایا، اور جو بات میں ان کے علاوہ تم سے بیان کرنا چاہتا ہوں جس کو تمہیں یادرکھنا چاہیئے وہ یہ ہے کہ دنیا چار طرح کے آدمیوں کے لئے ہے) ایک وہ بندے جن کو اللہ نے مال دیا ہے، اور صحیح طریقہ زندگی کا علم بھی ان کو دیا ہے، پس وہ اس مال کے استعمال میں اللہ سے ڈرتے ہیں، اور اس کے ذریعے صلہ رحمی (یعنی اپنے اعزّہ واقارب کے ساتھ حسن سلوک اور ان کی ہمدردی کرتے ہیں اور اس میں جو عمل اور تصرف کرنا چاہیئے اللہ کی رضا کے لئے وہ

وہی کرتے ہیں پس ایسے بندے سب سے اعلیٰ وافضل مرتبہ پر فائز ہیں۔

اور دوسرے وہ بندے ہیں جن کو اللہ نے صحیح جذبہ تو عطا فرمایا ہے، لیکن اُن کو مال نہیں دیا، پس ان کی نیت صحیح اور سچی ہے۔ اور وہ اپنے دل وزبان سے کہتے ہیں کہ ہمیں مال مل جائے تو ہم بھی فلاں (نیک بندے) کی طرح اس کو کام میں لائیں۔ اور اللہ کی ہدایت کے مطابق وہ جن اچھے مصارف میں صرف کرتا ہے، ہم بھی اُن ہی میں خرچ کریں) پس ان دونوں کا اجر برابر ہے۔ (یعنی دوسری قسم کے اُن لوگوں کو حسن نیت کی وجہ سے پہلی قسم والوں کے برابر ہی ثواب ملے گا) اور تیسرے بندے وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے مال دیا، اور اس کا صرف واستعمال جس طرح کرنا چاہئے اُس طرح نہیں کرتے، پس یہ لوگ سب سے برے مقام پر ہیں۔ اور چوتھے بندے وہ لوگ ہیں جن کو اللہ نے مال بھی نہیں دیا اور صحیح علم (اور صحیح جذبہ) بھی نہیں دیا پس اُن کا حال یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہمیں مال مل جائے تو ہم بھی فلاں (عیاش اور فضول خرچ) شخص کی طرح اور اُسی کے طریقے پر صرف کریں (یعنی اس شخص کی طرح ہم بھی عیاشی اور فضول خرچی کریں) پس یہ ہی اُن کی نیت ہے اور ان دونوں گروہوں کا گناہ برابر ہے (یعنی آخری قسم کے لوگوں کو ان کی بری نیت کی وجہ سے وہی گناہ ہوگا جو تیسری قسم کے لوگوں کو ان کے بُرے اعمال کا گناہ ہوگا۔ (جامع ترمذی)

وضاحت

حدیث کے نفسِ مطلب کی وضاحت ترجمہ کے ساتھ ساتھ کردی گئی ہے

البتہ یہ بات ملحوظ رہنی چاہئے کہ بُرے عمل کی جس نیت پر گرفت ہے اور جو گویا بُرے عمل ہی کی طرح گناہ ہے، وہ عزم کا درجہ ہے، یعنی بندہ کو اس گناہ کا شوق، اور اپنی طرف سے اس کے کر گذرنے کا مصمم ارادہ ہو، چاہے کسی مجبوری کی وجہ سے پھر کر نہ سکے۔ پس جب کسی گناہ کی نیت اس درجہ کی ہوگی، تو اس گناہ ہی کی طرح وہ بھی معصیت ہوگی اور بندہ اس پر سزا کا مستحق ہوگا۔

بہت سے غریب اور خستہ حالوں کی برکت اور دعا سے رزق ملتا ہے

معصب بن سعد سے روایت ہے کہ میرے والد سعد کو (اللہ تعالیٰ نے جو خاصی صلاحتیں بخشی تھیں، مثلاً شجاعت، سخاوت، فہم و فراست وغیرہ ان کی وجہ سے ان کا خیال تھا کہ جو غریب اور کمزور قسم کے مسلمان ان چیزوں میں ان سے کمتر ہیں، وہ اُن کے مقابلے میں فضیلت اور برتری رکھتے ہیں۔ پس رسول اللہ ﷺ نے ان کے اس خیال اور حال کی اصلاح کے لئے فرمایا اللہ تعالیٰ کی طرف سے تم لوگوں کی جو مدد ہوتی ہے، اور تم کو جو نعمتیں ملتی ہیں وہ (تمہاری صلاحیتوں اور قابلیتوں کی بنیاد پر نہیں ملتیں) بلکہ تم میں جو بیچارے کمزور اور خستہ حال ہیں ان کی برکت اور ان کی دعاؤں سے ملتی ہیں۔ (بخاری)

فائدہ:

حضرت سعد رضی اللہ عنہ کا جو خیال تھا چونکہ اس کی بنیاد ایک قسم کے کبر پر تھی اس

لئے اس کی اصلاح اور اس کے علاج کے لئے آنحضرت ﷺ نے ان کو بتلایا کہ تم تو ان مسکینوں کو اپنے سے کمتر سمجھتے ہو، لیکن حقیقت حال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ان ہی کے طفیل میں اور ان ہی کی دعاؤں سے تم کو سب کچھ دینا ہے جس سے تم یہاں بڑے بنے ہو۔

اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق نصیب فرمائے اور اپنے راستے میں زیادہ سے زیادہ خرچ کرنے اور یتیموں و بے کسوں کی مدد کرنے کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

دنیاوی تکالیف اور خواہشات میں جنت اور جہنم پوشیدہ

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ حُفَّتِ النَّارُ بِالشَّهَوَاتِ وَحُفَّتِ الْجَنَّةُ بِالْمَكَارِهِ. (رواه البخاری ومسلم)

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: دوزخ شہوات ولذات سے گھیر دی گئی ہے، اور جنت سختیوں اور مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ معاصی، یعنی جو اعمال انسان کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں ان میں عموماً نفس کی شہوت ولذت کا بڑا سامان ہے اور طاعات یعنی جو اعمال انسان کو جنت کا مستحق بنانے والے ہیں وہ عموماً نفس انسانی کے لئے شاق اور گراں ہیں، پس جو شخص نفس کی خواہشوں سے مغلوب ہو کر معاصی کا ارتکاب کرے گا۔

اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا، اور اللہ کا جو بندہ اللہ کی فرمانبرداری کی مشقتوں کو برداشت کرے گا، اور خواہشات والی خوشگوار اور لذیذ زندگی کی بجائے احکام الٰہی کی اطاعت والی مجاہدہ کی زندگی گذارے گا، وہ جنت میں اپنا مقام حاصل کرلے گا۔

اس سے اگلی حدیث میں اسی حقیقت کو ایک اور عنوان سے اور قدرے تفصیل سے بیان فرمایا گیا ہے۔

دنیا پرستی اور آخرت طلبی

عَنْ أَبِی هُرَیرَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ الجَنَّۃَ قَالَ لِجِبرِیلَ اذھَب فَانظُر إِلَیھَا فَذَھَبَ فَنَظَرَ إِلَیھَا وَ إِلیٰ مَا اَعَدَّ اللّٰہُ لِاَھلِھَا فِیھَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَی رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَا یَسمَعُ بِھَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَھَا ثُمَّ حَفَّھَا بِالمَکَارِہِ ثُمَّ قَالَ یَا جِبرِیلُ اذھَب فَانظُر إِلَیھَا فَذَھَبَ فَنَظَرَ إِلَیھَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَی رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَد خَشِیتُ أَن لَا یَدخُلَھَا أَحَدٌ قَالَ فَلَمَّا خَلَقَ اللّٰہُ النَّارَ قَالَ یَا جِبرِیلُ اذھَب فَانظُر إِلَیھَا فَذَھَبَ فَنَظَرَ إِلَیھَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَی رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَا یَسمَعُ بِھَا أَحَدٌ فَیَدخُلُھَا فَحَفَّھَا بِالشَّھَوَاتِ ثُمَّ قَالَ یَا جِبرِیلُ اذھَب فَانظُر إِلَیھَا فَذَھَبَ فَنَظَرَ إِلَیھَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَی رَبِّ وَعِزَّتِکَ لَقَد خَشِیتُ أَن لَا یَبقَی أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَھَا.

(رواہ الترمذی، وابو داؤد والنسائی)

''حضرت ابو ہریرہ ﷜ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے بیان فرمایا کہ: جب اللہ نے جنت کو بنایا تو اپنے مقرب فرشتے جبرئیل سے فرمایا کہ تم جاؤ اور اس کو دیکھو (کہ ہم نے اس کو کیسا بنایا ہے، اور اس میں کیسی کیسی نعمتیں پیدا کی ہیں) چنانچہ وہ گئے اور انہوں نے جا کر جنت کو اور راحت ولذت کے ان سامانوں کو دیکھا، جو اللہ تعالیٰ نے اہل جنت کے لئے اس میں تیار کئے ہیں اور پھر حق تعالیٰ کے حضور میں حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ خداوند! آپ کی عزت وعظمت کی قسم (آپ نے تو جنت کو ایسا حسین بنایا ہے اور اس میں راحت ولذت کے ایسے ایسے سامان پیدا کئے ہیں کہ میرا خیال ہے) کہ جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ اس میں ضرور پہنچے گا (یعنی اس کا حال سن کر وہ دل وجان سے اس کا طالب بن جائے گا، اور پھر اس میں پہنچنے کے لئے جو اچھے اعمال کرنے چاہئے، وہ پوری مستعدی کے ساتھ وہی اعمال کرے گا اور جن برے کاموں سے بچنا چاہئے ان سے پوری طرح بچے گا، اور اس طرح اس میں پہنچ ہی جائے گا) پھر اللہ تعالیٰ نے اس جنت کو سختیوں اور مشقتوں سے گھیر دیا (یعنی جنت کے گرد شرعی احکام کی پابندی کی باڑ لگا دی، جو طبیعت اور نفس کے لئے بہت شاق اور گراں ہے، مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے جنت میں پہنچنے کے لئے احکام کی اطاعت کی گھاٹی کو عبور کرنے کی شرط لگا دی جس میں طبیعتوں اور نفسوں کو بڑی سختی اور دشواری محسوس ہوتی ہے) اور پھر جبرئیل سے فرمایا کہ اب پھر جاؤ اور پھر اس جنت (اور اس گردا گرد لگائی ہوئی نئی باڑ کو) دیکھو۔ رسول اللہ ﷺ

فرماتے ہیں کہ وہ پھر گئے اور جا کر پھر جنت کو دیکھا اور اس مرتبہ آ کر فرمایا کہ خداوند! قسم آپ کی عزت وعظمت کی اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ اس میں کوئی بھی نہ جا سکے گا (مطلب یہ ہے کہ جنت میں جانے کے لئے شرعی احکام کی پابندی کی گھاٹی کو عبور کرنے کی جو شرط آپ کی طرف سے لگائی گئی ہے، وہ نفس اور نفسانی خواہشات رکھنے والے انسان کے لئے اتنی شاق اور اس قدر دشوار ہے کہ اس کو کوئی بھی پورا نہ کر سکے گا، اس لئے مجھے ڈر ہے کہ اب اس جنت کو شاید کوئی بھی حاصل نہ کر سکے گا) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ پھر اللہ تعالیٰ نے جب دوزخ کو بنایا، تو پھر جبرئیل سے فرمایا کہ: جاؤ اور ہماری بنائی ہوئی دوزخ کو (اور اس میں انواع واقسام کے عذاب کے جو سامان پیدا کئے ہیں ان کو) دیکھو، چنانچہ وہ گئے اور جا کر اس کو دیکھا اور عرض کیا: خداوند! آپ کی عزت کی قسم (آپ نے دوزخ کو تو ایسا بنایا ہے کہ میرا خیال ہے کہ) جو کوئی بھی اس کا حال سن لے گا وہ کبھی بھی اس میں نہ جائے گا۔ (یعنی ایسے کاموں کے پاس نہیں جائے گا، جو آدمی کو دوزخ میں پہنچانے والے ہیں) اس کے بعد اللہ تعالیٰ نے دوزخ کو شہوات اور نفسانی لذات سے گھیر دیا (مطلب یہ ہے کہ نفسانی خواہشات والے وہ اعمال جن میں انسان کی طبیعت اور نفس کے لئے بڑی کشش ہے، جہنم کے گرد ان کی باڑ لگا دی اور اس طرح جہنم کی طرف جانے کے لئے ایک بڑی کشش پیدا ہوگئی) رسول اللہ ﷺ فرماتے ہیں کہ جبرئیل پھر گئے، اور جا کر اس کو (اور اس کے گرد شہوات ولذت کی جو باڑ لگائی گئی تھی، اس کو) دیکھا،

اور آکر عرض کیا: خداوند! آپ کی عزت وجلال کی قسم! اب تو مجھے یہ ڈر ہے کہ سب انسان ہی اسی میں نہ پہنچ جائیں (مطلب یہ ہے کہ جن شہوات ولذات سے آپ نے جہنم کو گھیر دیا ہے، ان میں نفس رکھنے والے انسانوں کے لئے اتنی زبردست کشش ہے کہ ان سے رُکنا بہت مشکل ہے، اور اس لئے خطرہ ہے کہ بے چاری ساری اولاد آدم نفسانی لذات وشہوات کی کشش سے مغلوب ہو کر دوزخ ہی میں نہ پہنچ جائے)۔''

فائدہ:

حدیث کا اصل مقصد اور اس میں ہمارے لئے خاص سبق یہ ہے کہ نفسانی خواہشات جو بظاہر بڑی لذیذ اور بڑی مرغوب ہیں ہم جان لیں کہ ان کا انجام دوزخ کا دردناک عذاب ہے، جس کا ایک لمحہ زندگی بھر کے عیشوں کو بھلا دے گا، اور احکام الٰہی کی پابندی والی زندگی جس میں ہمارے نفسوں کو گرانی اور سختی محسوس ہوتی ہے، اس کا انجام اور منتہیٰ جنت ہے جس میں ہمیشہ ہمیشہ کے لئے عیش وراحت کے وہ سامان ہیں جن کی دنیا کے کسی انسان کو ہوا بھی نہیں لگی ہے۔

دنیا میں سچی تڑپ اور طلب کا رُخ

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُولُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا رَأَيْتُ مِثْلَ النَّارِ نَامَ هَارِبُهَا وَلَا مِثْلَ الجَنَّةِ نَامَ طَالِبُهَا. (رواه الترمذی)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا:

میں نے نہیں دیکھی دوزخ کی طرح کی کوئی خوفناک بلا، کہ سوتا ہو اس سے بھاگنے والا، اور نہیں دیکھی میں نے جنت کی طرح کی کوئی مرغوب چیز، کہ سوتا ہو اس کا چاہنے والا۔''

فائدہ:

انسان کی فطرت ہے کہ جب وہ کسی بلا سے مثلاً اپنی طرف آنے والے کسی خوفناک درندے سے یا اپنا تعاقب کرنے والے کسی سخت ظالم اور طاقتور دشمن سے جان بچانے کے لئے بھاگتا ہے، تو بس بھاگا ہی چلا جاتا ہے، اور جب تک کہ اطمینان نہ ہو جائے، نہ سوتا ہے اور نہ آرام کرتا ہے، اسی طرح جب کسی انتہائی محبوب و مرغوب چیز کے حاصل کرنے کے لئے تگ ودو کرتا ہے، تو اثناء راہ میں نہ تو سوتا ہے، نہ چین سے بیٹھتا ہے لیکن دوزخ اور جنت کے بارے میں انسانوں کا عجب حال ہے، دوزخ سے بڑھ کر کوئی خوفناک بلا نہیں، مگر جن کو اس سے بچنے کے لئے بھاگنا اور ڈرنا چاہئے، وہ غفلت کی نیند سوتے ہیں، اور جنت جس کے حاصل کرنے کے لئے دل وجان سے جدوجہد کرنا چاہئے، اس کے چاہنے والے بھی محو خواب ہیں۔

پردے غفلت کے پڑگئے ہیں، بلا کی نیندیں امنڈ رہی ہیں
کچھ ایسے سوئے ہیں سونے والے کہ حشر تک جاگنا مشکل ہے

طالب آخرت بنو، طالب دنیا نہ بنو

فقیہ ابواللیثؒ اپنی سند کے ساتھ حضرت زید بن ثابت ؓ سے روایت کرتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جو شخص آخرت کی نیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیوں کو دور فرماتے ہیں، اس کے دل کو غنا سے بھر دیتے ہیں اور دنیا اس کے پاس ذلیل ہوکر آتی ہے اور جو شخص دنیا کی نیت کرتا ہے اللہ تعالیٰ اس کی پریشانیاں بڑھاتے ہیں، اس کا فقر اس کی نگاہوں کے سامنے کر دیتے ہیں اور دنیا اس کو اتنی ہی ملتی ہے جو اس کے لئے لکھ دی گئی ہے۔

حضرت جندبؓ فرماتے ہیں کہ حضرت عمر ؓ آنحضرت ﷺ کی خدمت عالیہ میں حاضر ہوئے۔ آپ ﷺ ایک چٹائی پر تھے۔ پہلوئے مبارک پر چٹائی کے نشان دیکھ کر رونے لگے۔ حضور ﷺ نے وجہ پوچھی تو عرض کیا کہ مجھے قیصر و کسریٰ اور ان کے سامان و آسائش یاد آنے لگے اور آپ اللہ تعالیٰ کے رسول ہیں اور حال یہ ہے کہ پہلو مبارک پر چٹائی کے نشانات پڑ رہے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ ان لوگوں کو ان کے حصہ کی نعمتیں دنیا میں ہی دے دی گئی ہیں اور ہمارے حصہ کی نعمتیں آخرت کے لئے محفوظ ہیں۔

حضرت علی ؓ فرماتے ہیں کہ مجھے تم پر صرف دو باتوں کا خطرہ ہے: لمبی امیدیں اور خواہشات کی اتباع۔ لمبی امیدیں آخرت کو بھلاتی ہیں اور خواہشات کی اتباع، حق سے روکتی ہے اور دنیا پشت پھیر کر کوچ کر چکی ہے اور آخرت آگے بڑھتی چلی آرہی ہے، اور ان دونوں میں سے ہر ایک کے ساتھ تعلق رکھنے والے لوگ ہیں۔ سو تم آخرت

والے بنو، دنیا والے مت بنو کہ آج عمل ہے حساب نہیں اور کل حساب ہوگا عمل نہیں ہوگا۔ مطلب یہ کہ آج خوب عمل کرلو کہ کل تمہیں عمل کی فرصت نہیں ملے گی۔ حساب کا سامنا کرنا ہوگا۔

حضور ﷺ کا خطبہ جمعہ دنیا و آخرت پر

حضرت حسن بصریؒ کا قول باسند نقل ہے کہ میں نے آنحضرت ﷺ کا وہ خطبہ جو آپ ہر جمعہ ارشاد فرماتے، چار سال تک تلاش کیا مگر نہ مل سکا حتیٰ کہ مجھے معلوم ہوا کہ وہ ایک انصاری صحابی کے پاس ہے۔ میں ان کے پاس پہنچا۔ وہ جابر بن عبداللہ رضی اللہ عنہ تھے۔ میں نے پوچھا کیا آپ نے حضور ﷺ کا وہ خطبہ سنا ہے جو آپ ہر جمعہ ارشاد فرماتے تھے؟ کہنے لگے ہاں! میں نے آپ کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا ہے کہ اے لوگو! بے شک تمہارے لئے علمی مجالس ہیں، وہاں جایا کرو۔ تمہارے لیے کمالات ہیں انہیں حاصل کرو اور بے شک مومن آدمی دو خطروں کے درمیان ہے: ایک یہ کہ جو عمر گزار چکا کچھ پتہ نہیں کہ اللہ تعالیٰ اس کے متعلق کیا فیصلہ فرمائیں، دوسرے یہ کہ جتنی عمر باقی ہے کچھ معلوم نہیں کہ اللہ تعالیٰ کی اس کے متعلق کیا تقدیر ہے؟ لہٰذا بندہ کو اپنی ذات ہی سے اپنے لئے زادِ سفر تیار کرنا چاہئے۔ اپنی حیات سے موت کے لئے، اپنی جوانی سے بڑھاپے کے لئے، اپنی دنیا سے آخرت کے لیے۔ بے شک دنیا تمہارے لیے پیدا کی گئی ہے اور تم آخرت کے لیے پیدا کئے گئے ہو۔ اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان ہے، مرنے کے بعد توبہ واستغفار کا کوئی موقعہ نہیں اور دنیا کے بعد

جنت یا دوزخ کے سوا کوئی گھر نہیں۔ بس میں یہی کہتے ہوئے اپنے لئے اور تمہارے لئے اللہ تعالیٰ سے مغفرت کا سوال کرتا ہوں۔

طالب آخرت اپنے پاس جمع نہیں رکھتا

سہل بن عبداللہ تستریؒ کا واقعہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مال بکثرت خرچ کرتے تھے۔ ان کی والدہ اور بہن عبداللہ بن مبارکؒ کے پاس ان کی شکایت لے کر حاضر ہوئیں اور کہنے لگیں کہ وہ بچا کے کچھ نہیں رکھتا۔ ہمیں ڈر ہے کہیں فقر میں مبتلا نہ ہو جائے۔ عبداللہ بن مبارکؒ نے بھی ان کی موافقت کا ارادہ کیا۔ سہلؒ کہنے لگے اے ابوعبدالرحمٰن! ذرا بتایئے اگر مدینہ کا کوئی باشندہ رستاق میں کوئی جگہ خریدے اور وہ مدینہ سے وہاں منتقل ہونے کا ارادہ کرے تو کیا وہ مدینہ میں اپنی کوئی چیز باقی رہنے دے گا جب کہ وہ رستاق میں رہنے لگ گیا ہے؟ عبداللہ نے کہا کہ اس کے بعد مدینہ میں کچھ بھی نہیں چھوڑے گا تو سہلؒ نے کہا کہ پھر جو شخص دنیا سے آخرت کی طرف نقل مکانی کا ارادہ رکھتا ہے تو وہ دنیا میں اپنی چیزیں کیسے چھوڑے گا؟

فائدہ:

عقلمند انسان دنیا سے قدر ضرورت پر کفایت کرتا ہے اور جمع کرنے میں مشغول نہیں ہوتا بلکہ اعمالِ آخرت میں لگتا ہے۔ اس لیے کہ آخرت قیام گاہ ہے، نعمتوں کا گھر ہے اور دنیا دار فنا ہے، دھوکہ اور فتنہ میں ڈالنے والی ہے۔

دنیا کی بدبودار ہوا اور اس کا اثر

حضرت ضحاکؒ روایت کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے جب آدم اور حواء علیہما السلام کو زمین پر اتارا اور انہوں نے جنت کی ہوا سے محروم ہونے کے بعد دنیا کی ہوا سونگھی تو اس کی بدبو کی وجہ سے چالیس روز بیہوش رہے۔ حضور ﷺ کا ارشاد پاک ہے کہ اس شخص پر بہت ہی تعجب ہے جو دائمی گھر (آخرت) کی تصدیق کر کے پھر بھی دھوکے والے گھر یعنی دنیا کے لئے عمل کرتا ہے۔

آخرت کی رغبت دلانے والی حدیث

حضرت جابر ؓ فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضور ﷺ کی مجلس میں بیٹھا تھا کہ آپ کی خدمت عالیہ میں ایک نورانی شکل کا آدمی حاضر ہوا۔ بہترین بال اور عمدہ رنگت اور سفید لباس میں ملبوس تھا۔ اس نے السلام علیک یارسول اللہ کہا۔ آنحضرت ﷺ نے وعلیک السلام ورحمۃ اللہ سے جواب دیا۔ اس نے عرض کیا یارسول اللہ! دنیا کیا ہے؟ ارشاد فرمایا نیند کی حالت کا خواب۔ ہاں مگر اس میں لگنے والے لوگ جزا و سزا پائیں گے۔ عرض کیا یارسول اللہ! آخرت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا ابدیت اور دوام جہاں ایک گروہ جنت میں اور ایک گروہ دوزخ میں ہوگا۔ عرض کیا یارسول اللہ! جنت کیا ہے؟ ارشاد فرمایا یہ دنیا کا بدل ہے۔ اسے چھوڑنے والے کو وہاں ابدی نعمتیں ملیں گی۔ عرض کیا تو جہنم کیا چیز ہے؟ ارشاد فرمایا یہ بھی دنیا کا بدل ہے۔ جو اس کی طلب میں رہا وہ اس میں

ہمیشہ رہے گا۔ عرض کیا تو اس امت کے بہترین لوگ کون ہیں؟ ارشاد فرمایا جو اطاعت خداوندی میں بہترین عمل کرتے ہیں۔ عرض کیا تو اس دنیا میں قیام کس قدر ہے؟ ارشاد فرمایا جس قدر کوئی قافلہ سے بچھڑا ہوا کہیں ٹھہر لیتا ہے۔ عرض کیا دنیا اور آخرت کے مابین فصل کتنا ہے؟ ارشاد ہوا پلک جھپکنے کی مقدار۔ صحابی کہتے ہیں کہ وہ شخص ان سوالات کے بعد اُٹھ کر چل دیا اور غائب ہوگیا۔ آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ یہ جبرائیل علیہ السلام تھے۔ اس لئے آئے تھے کہ تمہیں آخرت کی رغبت دلائیں اور دنیا کی بے رغبتی۔

حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام کے اخلاقِ ثلاثہ

کہتے ہیں کہ حضرت ابراہیم خلیل اللہ علیہ السلام سے کسی نے پوچھا آپ کو اللہ تعالیٰ نے کس سبب سے خلیل بنایا؟ فرمایا تین باتوں کی وجہ سے: پہلی یہ کہ جب بھی مجھے دو باتوں میں اختیار ملا تو میں نے اللہ تعالیٰ کی امید والی بات کو دوسری پر ترجیح دی۔ دوسری یہ کہ میں نے اپنے رزق کے بارے میں کبھی اہتمام وفکر نہیں کیا کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اس کی ضمانت لے رکھی ہے۔ تیسری یہ کہ میں نے صبح ہو یا شام، کبھی مہمان کے بغیر کھانا نہیں کھایا۔

دل کی حیات قناعت اور زہد میں ہے

بعض حکماء کا قول ہے کہ دل کی حیات چار چیزوں میں ہے: علم، رضا، قناعت اور زہد۔ علم کی بدولت رضا کا درجہ ملتا ہے اور رضا سے قناعت حاصل

ہوتی ہے اور قناعت زہد تک پہنچاتی ہے اور زہد دنیا کا نگاہوں میں بے وقعت ہونا ہے۔ نیز فرمایا کہ زہد تین چیزوں کا نام ہے: اول دنیا کی معرفت اور اس کے پیچھے نہ لگنا۔ دوسرے مولیٰ کی خدمت اور ادب کی رعایت کرنا۔ تیسرے آخرت کا شوق اور اس کے لئے طلب اور محنت کرنا۔

دنیا کا ساتھ چھوٹنے سے پہلے دنیا کو چھوڑ دو

یحییٰ بن معاذ رحمہ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حکمت آسمان سے قلوب میں اترتی ہے اور ایسے قلب میں نہیں ٹھہرتی جس میں چار خصلتیں ہوں: اول دنیا کی طرف میلان، دوسرے کل کی فکر، تیسرے بھائیوں سے حسد، چوتھے جاہ و شرافت کی محبت۔ انہی یحییٰ بن معاذ رحمۃ اللہ علیہ کا مقولہ ہے کہ کامیاب عاقل وہ شخص ہے جو تین کام کرلے: اول یہ کہ اس سے پہلے کہ دنیا اسے چھوڑے یہ اس کو چھوڑ دے۔ دوسرے قبر میں جانے سے پہلے اس کی تیاری کرے۔ تیسرے اپنے خالق کو اس کے ملنے سے پہلے راضی کرلے۔

جنت کی طلب اور دوزخ سے بچنے کے لیے چھ باتیں

حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ جو شخص چھ باتیں اختیار کرلے اس نے جنت کی طلب میں اور دوزخ سے بھاگنے میں کمی نہیں چھوڑی:

۱　جس نے اللہ تعالیٰ کی معرفت حاصل کی اور اس کی اطاعت اختیار کی۔

۲　جس نے شیطان کو پہچانا اور اس کی نافرمانی اختیار کی۔

۳ جس نے حق کو پہچانا اور اسے قبول کیا۔

۴ جس نے باطل کو پہچانا اور اس سے بچاؤ اختیار کیا۔

۵ جس نے دنیا کو پہچانا اور اسے چھوڑ دیا۔

۶ جس نے آخرت کو پہچانا اور اس کی طلب میں لگ گیا۔

آنحضرت ﷺ نے ارشاد فرمایا: اے علی! چار خصلتیں شقاوت و بدبختی سے شمار ہوتی ہیں: آنکھوں کا خشک ہونا، دل کا سخت ہونا، دنیا کی محبت، امیدوں کا طویل ہونا۔

ایک حدیث شریف میں ہے کہ اگر دنیا اللہ تعالیٰ کے نزدیک مچھر کے پر کے برابر بھی شمار ہوتی تو کافر کو اس سے پانی کا گھونٹ بھی نصیب نہ ہوتا۔

دنیا کی بے ثباتی کی مثالیں

۱......حضرت عبدالرحمٰن بن عثمان ؓ راوی ہیں کہ ایک دفعہ حضور ﷺ منہ اندھیرے تشریف لے گئے اور صبح کی نماز ایک قبیلہ کے قریب پڑھی جہاں پر ان کا کوڑا کرکٹ پڑتا تھا۔ ایک بکری کا بچہ دیکھا جس کی کھال میں کیڑے پڑ رہے تھے۔ اس کی طرف دیکھتے ہوئے آپ ﷺ نے ناقہ کو روک لیا، لوگ بھی رک گئے۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: تمہارا کیا خیال ہے کہ اس قبیلہ والوں کو اپنے اس بکری کے بچہ کی حاجت نہیں اور یہ ان کی نگاہ میں کچھ قیمت نہیں رکھتا؟ عرض کیا گیا جی ہاں؟ یہی خیال ہے۔ ارشاد فرمایا اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد ﷺ کی جان ہے کہ دنیا اللہ تعالیٰ کے ہاں اس سے بھی زیادہ بے قیمت ہے۔

۲......ایک حدیث شریف میں ہے کہ دنیا مومن کا جیل خانہ ہے اور قبر اس کا قلعہ اور جنت اس کا ٹھکانہ ہے، اور دنیا کافر کی جنت ہے اور قبر اس کی جیل ہے اور دوزخ اس کا ٹھکانہ ہے۔ فقیہؒ فرماتے ہیں کہ آپ ﷺ کے اس ارشاد کا مطلب کہ: ''دنیا مومن کا جیل خانہ ہے'' یہ ہے کہ مومن دنیا میں خواہ کتنا ناز و نعمت اور خوشحالی میں ہو مگر اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں کے مقابلہ میں جو اسے جنت میں ملنے والی ہیں ایسا ہی ہے جیسے کوئی جیل میں ہوتا ہے کیونکہ مومن کو وفات کے وقت جنت کا منظر پیش کیا جاتا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اس کے اعزاز و اکرام میں جو کچھ تیار کر رکھا ہے اسے دیکھ کر وہ یہی محسوس کرتا ہے کہ آج تک تو جیل خانہ میں ہی رہے اور کافر کو موت کے وقت دوزخ کا منظر دکھایا جاتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے عذاب اور وہ سزائیں جو اس کے لئے تیار ہیں، دیکھتا ہے تو یہ خیال کرنے لگتا ہے کہ آج تک وہ جنت ہی میں رہا۔ پس عقلمند انسان جیل خانہ میں کبھی خوشی محسوس نہیں کرتا اور نہ ہی وہاں پر کسی راحت کی تمنا کرتا ہے۔ لہٰذا عاقل کو چاہئے کہ دنیا میں نظر دوڑائے۔ اس کے بارے میں بیان کردہ مثالوں میں غور و فکر کرے کہ اس کی مثالیں خود اللہ تعالیٰ نے بیان فرمائی ہیں اور نبی کریم ﷺ نے بھی ارشاد فرمائی ہیں اور حکماء نے بھی اس کی بہت سی مثالیں ذکر کی ہیں اور اشیاء مثالوں کے ذریعہ خوب واضح ہو جاتی ہیں۔

فانی دنیا کی قرآنی مثال

۳......اللہ تعالیٰ کا پاک ارشاد ہے جو ہر کہنے والے سے بلند و بالا ہے:

اِنَّمَا مَثَلُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ

نَبَاتُ الْاَرْضِ مِمَّا يَأْكُلُ النَّاسُ وَالْاَنْعَامُ حَتّٰى إِذَا اَخَذَتِ الْاَرْضُ زُخْرُفَهَا وَازَّيَّنَتْ وَظَنَّ اَهْلُهَا اَنَّهُمْ قٰدِرُوْنَ عَلَيْهَا اَتٰهَا اَمْرُنَا لَيْلاً اَوْنَهَارًا فَجَعَلْنٰهَا حَصِيْدًا كَاَنْ لَّمْ تَغْنَ بِالْاَمْسِ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ .

(سورة یونس: ۲۴)

''دنیا کی زندگی کی حالت تو بس ایسی ہے جیسے ہم نے آسمان کی جانب سے پانی نازل کیا پھر اس پانی سے زمین کی نباتات جس کو آدمی اور چوپائے کھاتے ہیں، خوب گنجان ہوکر بڑھی یہاں تک کہ جب زمین نے خوب رونق حاصل کرلی اور خوب آراستہ ہوگئی اور زمین کے مالکوں نے دیکھ لیا کہ وہ اس کھیتی پر پوری دسترس رکھتے ہیں تو اسی حال میں رات کو یا دن کو اس کھیتی پر ناگہاں ہمارا فرمانِ عذاب پہنچ گیا پھر ہم نے اس پیداوار کو کاٹ کر ایسا کردیا گویا کل وہاں کچھ اُگا ہی نہ تھا۔ ہم اسی طرح اپنی نشانیاں ان لوگوں کے لئے تفصیل سے بیان کرتے ہیں جو غور وفکر کرتے ہیں۔''

فائدہ :

خلاصہ یہ کہ جس طرح سرسبز اور لہلہاتی کھیتی آفت ارضی یا سماوی سے تباہ ہوجاتی ہے، اسی طرح بہار پر آئی زندگی کو موت ہمیشہ کے لیے ختم کردیتی ہے۔ بس دنیا فانی ہے اور آخرت ہمیشہ باقی رہنے والی ہے۔

۴ ......ایک حدیث شریف میں ہے کہ ایک آدمی شام کے علاقہ سے خدمت عالیہ میں حاضر ہوا۔ آنحضرت ﷺ نے ان کی زمین کے متعلق حالات دریافت کیے۔ اس شخص نے وہاں کی زرخیزی اور سرسبزی کا خوب ذکر کیا۔ حضور ﷺ نے سوال فرمایا کہ تم لوگ کیسے بسر اوقات کرتے ہو؟ کہنے لگا خوب قسم قسم کے کھانے بناتے اور کھاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا بس دنیا کی مثال بھی ایسی ہی ہے۔

۵ ......یحییٰ بن معاذ رازیؒ فرماتے ہیں کہ دنیا رب العالمین کا کھیت ہے،، اور لوگ اس کی کھیتی ہیں، اور موت درانتی ہے، اور ملک الموت کاٹنے والا ہے، قبر اس کی گہائی کی جگہ ہے، اور قیامت فصل کا ڈھیر لگانے کی جگہ ہے، اور جنت و دوزخ ان کی خواہشات کا ٹھکانہ ہے، ایک فریق جنت میں اور ایک دوزخ میں ہوگا۔ لقمان حکیمؒ سے منقول ہے کہ انہوں نے اپنے بیٹے سے کہا اے بیٹے! دنیا ایک گہرا سمندر ہے جس میں بہت سے لوگ غرق ہو چکے ہیں۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کے تقویٰ کو اپنی کشتی بنالے۔

دنیا گہرا سمندر اور اعمال کشتی ہیں

۶ ......کسی عربی شاعر کا قول ہے (ترجمہ) بیشک اللہ تعالیٰ کے کچھ سمجھ دار بندے جنہوں نے دنیا کو طلاق دے دی اور فتنوں سے ڈر گئے، اس میں نگاہ دوڑائی اور جب یقین کرلیا کہ یہ کسی زندہ شخص کا وطن نہیں ہے تو انہوں نے اسے گہرا پانی قرار دیا اور نیک اعمال کی کشتیاں اس میں چلائیں۔ اے انسان! انہی اعمالِ صالحہ

میں تیری وہ متاع ہے جسے تو ان کشتیوں میں لادے ہوئے ہے اور ان کی حرص تیرا نفع ہے اور زمانہ بمنزلہ موجوں کے ہے اور توکل ان کا سائبان ہے اور کتاب اللہ رہنما ہے اور نفس کو خواہشات سے روکنا ان کی رسیاں ہیں اور موت ان کا ساحل ہے اور قیامت ان کے لئے تجارتی منڈی کی طرح ہے جہاں پر مال لے جاتے ہیں اور اللہ تعالیٰ مالک ہیں۔

دنیا غبار کی مثل ہے

حضرت فضیل بن عیاضؒ سے منقول ہے کہ دنیا قیامت کے دن اس طرح لائی جائے گی کہ وہ اپنی زیب و زینت میں ٹہلتی ہوئی آئے گی اور عرض کرے گی کہ اے اللہ! تو مجھے اپنے بہترین بندوں کا ٹھکانہ بنا دے۔ اللہ تعالیٰ ارشاد فرمائیں گے کہ میں تجھے ان کے لیے پسند نہیں کرتا، تو بالکل لایعنی ہے۔ جا! بکھرا ہوا غبار بن جا۔ چنانچہ وہ بکھرا ہوا غبار بن جائے گی۔ (تنبیہ الغافلین)

قیامت کے دن دنیا کی شکل

حضرت ابن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ دنیا کو قیامت کے دن ایک بدصورت بوڑھی کھوسٹ کی شکل میں لایا جائے گا۔ آنکھیں نیلگوں ہوں گی، دانت باہر نکلے ہوئے بھیانک شکل، جو بھی دیکھے گا گھن کرے گا۔ اسے لوگوں کے سامنے کر کے کہا جائے گا کیا تم لوگ اسے پہچانتے ہو؟ سبھی کہیں گے خدا کی پناہ! جو ہم اسے نہیں پہچانتے۔ تو کہا جائے گا کہ یہ وہی دنیا ہے جس کی بدولت تم لوگ

ایک دوسرے پر فخر کیا کرتے تھے اور اس پر لڑتے مرتے تھے۔ ایک روایت میں ہے کہ اسے جہنم میں ڈالنے کا حکم ہوگا تو وہ کہے گی کہ اے اللہ! میرے چاہنے والے اور میرے پیچھے لگنے والے کہاں ہیں؟ تو ان لوگوں کو بھی اس کے ساتھ جوڑ دیا جائے گا۔

اہل دنیا کی حسرت بڑھانے کیلئے دنیا کو دوزخ میں ڈالا جائیگا

فقیہ ابواللیثؒ فرماتے ہیں کہ دنیا کو تو وہاں پر عذاب نہ ہوگا کیونکہ اس کا تو کوئی گناہ ہی نہیں، اسے تو آگ میں اسلئے ڈالا جائیگا تا کہ اس کے چاہنے والے اس کو دیکھیں اور اس کی ذلت اور رسوائی کا مشاہدہ کرلیں جیسا کہ اس مقصد کے لئے بتوں کو بھی دوزخ میں ڈالا جائے گا جیسا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ اَنْتُمْ لَهَا وَارِدُوْنَ. (سورة الانبياء: ۹۸)

”بلاشبہ تم اور جن کو تم خدا کو چھوڑ کر پوج رہے ہو، سب جہنم کے ایندھن ہیں اور تم سب اس میں داخل ہوگے“۔

اور ظاہر ہے کہ اس میں بتوں کو کوئی عذاب نہیں ہے البتہ ان کے پجاریوں کے عذاب اور حسرت میں اس سے اضافہ مقصود ہوگا۔ اسی طرح دنیا بھی اہل دنیا کی حسرت بڑھانے کو دوزخ میں ڈالی جائے گی، تو مومن کو لائق ہے کہ آخرت کے لیے عمل کرے اور دنیا میں بقدرِ ضرورت ہی مشغول ہو اور اس کے ساتھ دل کو بالکل نہ لگائے۔

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا مقولہ

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کا قول ہے کہ تم لوگوں پر تعجب ہے کہ تم دنیا کے لیے محنت کرتے ہو حالانکہ تمہیں اس میں بلا محنت رزق ملتا ہے اور تم آخرت کے لیے محنت اور عمل نہیں کرتے حالانکہ وہاں پر تمہیں بغیر عمل کے رزق نہیں ملے گا۔

دنیا کی محبت سے تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں

حضرت ابوعبیدہ اسدی رحمۃ اللہ علیہ حضور ﷺ کا ارشاد مبارک نقل کرتے ہیں کہ جس شخص کے قلب میں دنیا سما جاتی ہے تو اس میں تین چیزیں پیدا ہوتی ہیں:

ا......ایسی مصروفیت جس کی مشقت سے کبھی نجات نہیں ملتی۔

۲......ایسی امیدیں جن کا منتہی نہیں۔

۳......ایسی حرص جس کا خاتمہ نہیں۔

دنیا طلب کرنے والی بھی ہے اور مطلوب بھی۔ ایسے ہی آخرت کسی کی طالب ہے اور کسی کی مطلوب بھی۔ چنانچہ جو شخص آخرت کا طالب ہوتا ہے دنیا اس کی طالب بنتی ہے حتیٰ کہ وہ اپنا حصہ اس سے وصول کرتا ہے اور جو شخص دنیا کی طلب میں لگتا ہے آخرت اس کی طلب میں لگ جاتی ہے حتیٰ کہ موت اسے اچانک آ دباتی ہے۔

دنیا کی دو چیزیں

حضرت ابو حازمؒ فرماتے ہیں کہ میں نے دنیا میں دو چیزیں دیکھی ہیں ان

میں سے ایک چیز میری ہے جو مجھے مل کر رہے گی اور دوسری چیز کسی اور کی ہے جسے میں کبھی نہیں پا سکتا۔ میری چیز غیر کے ہاتھ سے محفوظ اور دوسرے کی چیز میرے ہاتھ سے محفوظ ہے۔ بھلا ان دونوں میں سے میں کس چیز پر اپنی عمر لگا دوں؟ اور دنیا کی متاع میں سے جو چیز میرے پاس ہے وہ دو طرح کی ہے: ایک وہ جو میری موت سے بھی پہلے ختم ہو جائے گی اور میں یوں ہی رہ جاؤں گا اور دوسری وہ کہ میں اس سے پہلے مر جاؤں گا اور اسے دوسروں کے لیے چھوڑ جاؤں گا، تو ان دونوں میں سے کس کی خاطر میں اپنے رب کی نافرمانی کروں؟

دنیا سے اتنا حصہ لو جو ایک سوار کا زادِ سفر ہو

حضرت سعد بن ابی وقاص ؓ حضرت سلمان ؓ کی مزاج پرسی کے لیے تشریف لے گئے جب کہ وہ مریض تھے۔ حضرت سلمان ؓ رونے لگے۔ حضرت سعد ؓ تسلی دینے لگے کہ روتے کیوں ہو؟ تم تو وہ خوش نصیب ہو جس سے حضور ﷺ راضی خوشی اس دنیا سے تشریف لے گئے ہیں۔ سلمان ؓ کہنے لگے میں موت سے گھبرا کر نہیں رو رہا اور نہ ہی دنیا کی حرص میں روتا ہوں۔ دراصل بات یہ ہے کہ حضور ﷺ نے ہم سے عہد کیا تھا کہ دنیا سے اتنا حصہ وصول کرنا جتنا کہ ایک سوار کا زادِ سفر ہوتا ہے اور میرے گرد یہ سانپ بچھو یعنی مال و اسباب جمع ہیں، حالانکہ اس وقت ان کے پاس ایک پیالہ، لوٹا اور لگن، یہ کچھ گھر کا سامان تھا۔

حضرت سعد ﷺ نے کہا کہ اے ابو عبداللہ! ہمیں کوئی نصیحت فرمایئے جس پر ہم آپ کے بعد عمل پیرا رہیں۔ کہنے لگے اے سعد! جب کبھی کوئی ارادہ کرو تو اللہ کو یاد کرو، کوئی فیصلہ کرو تو اللہ کو یاد کرو اور قسم کھاؤ تو پورا کرتے وقت اللہ کو یاد کرو۔

سب سے بڑا زاہد

حضرت ضحاک رحمۃ اللہ علیہ روایت کرتے ہیں کہ: کسی نے رسول اللہ ﷺ سے عرض کیا کہ لوگوں میں سب سے بڑا زاہد کون ہے؟ ارشاد فرمایا جو شخص قبروں کو اور اپنے بوسیدہ ہونے کو نہیں بھولتا اور جس نے دنیا کی فضول زیب وزینت کو ترک کر دیا اور فنا ہونے والی دنیا پر باقی رہنے والی آخرت کو ترجیح دی اور اپنے کو زندہ شمار کرنے کی بجائے مردوں میں شمار کرتا رہا۔

چار چیزوں کو طلب کرو

ایک دانا کا قول ہے کہ ہم نے چار چیزوں کی طلب کی مگر ان کے طریقہ میں غلطی کھائی:

۱......ہم نے مال میں غنا کو تلاش کیا مگر وہ قناعت میں تھی۔

۲......ہم نے فراوانی اور کثرت میں راحت کو ڈھونڈا مگر وہ قلت اور فقر میں تھی۔

۳......ہم نے عزت مخلوق میں تلاش کی مگر وہ تقویٰ میں تھی۔

۴......ہم نے نعمت طعام ولباس میں سمجھی مگر وہ اسلام میں اور اللہ تعالیٰ کی ستاری یعنی پردہ پوشی میں تھی۔

فکر دنیا کا نتیجہ

ایک حدیث میں ہے کہ جو شخص صبح کرتا ہے اس حال میں کہ اسے سب سے بڑی فکر دنیا کی ہوتی ہے تو اللہ تعالیٰ اس کے قلب میں تین باتیں پیدا کر دیتے ہیں :

۱......ایسی فکر جو کبھی اس سے الگ نہیں ہوتی۔

۲......ایسی الجھنیں جن سے کبھی فرصت نہیں ہوتی۔

۳......ایسا فقر جو کبھی ختم نہیں ہوتا۔

دنیا اور اس کا حال

حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ دنیا میں جو شخص بھی ہے وہ مہمان ہے اور اس کا مال مانگے کا ہے۔ مہمان کو ایک دن کوچ کرنا ہے اور مانگا ہوا مال واپس کرنا ہے۔

حضرت فضیل بن عیاض رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ شرور اور برائیاں سب ایک مکان میں جمع کر دی گئی ہیں اور حُبِّ دنیا اس مکان کی کنجی ہے اور خیر اور بھلائیاں بھی ایک جگہ جمع کر دی گئی ہیں۔ دنیا کا زہد اس جگہ کی چابی ہے۔

دنیا کا مال واسباب آزمائش ہے

حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ حضور ﷺ سے اللہ پاک کا یہ ارشاد نقل کرتے

ہیں کہ میرا مومن بندہ جب متاعِ دنیا کی اس پر فراخی کر دوں تو خوش ہوتا ہے حالانکہ یہ بات اس کو مجھ سے دور کرتی ہے۔ آپ نے پھر یہ آیت تلاوت فرمائی:

اَیَحْسَبُوْنَ اَنَّمَا نُمِدُّهُمْ بِهٖ مِنْ مَّالٍ وَّ بَنِیْنَ نُسَارِعُ لَهُمْ فِی الْخَیْرٰتِ بَلْ لَّا یَشْعُرُوْنَ. (سورة المومنون:۵۵،۵۶)

"کیا یہ لوگ یوں گمان کر رہے ہیں کہ ہم ان کو جو کچھ مال و اولاد دیتے چلے جاتے ہیں تو ہم ان کو جلدی جلدی فائدہ پہنچا رہے ہیں؟ بلکہ یہ لوگ جانتے نہیں۔"

یعنی انہیں احساس تک نہیں ہوتا کہ یہ ان کے لیے ایک امتحان اور آزمائش ہے۔

ہلکے پھلکے اور بوجھل لوگ

حضرت انس بن مالک ﷛ راوی ہیں کہ ایک دن حضور ﷺ حضرت ابوذر ﷛ کا ہاتھ پکڑے ہوئے تشریف لائے اور ارشاد فرمایا: اے ابوذر! تیرے سامنے ایک کٹھن گھاٹی ہے جس پر ہلکے پھلکے لوگ ہی چڑھ سکیں گے۔ عرض کیا یا رسول اللہ! میں ہلکے پھلکے لوگوں میں سے ہوں یا ثقیل لوگوں میں سے؟ ارشاد فرمایا کیا تیرے پاس آج کا کھانا ہے؟ عرض کیا جی ہاں۔ فرمایا: اور کل کے لیے؟ عرض کیا ہے۔ ارشاد ہوا: اور پرسوں کے لیے؟ عرض کیا نہیں۔ ارشاد فرمایا: اگر تیرے پاس تین دن کے لیے خوراک ہوتی تو، تو بوجھ والے لوگوں میں شمار ہوتا۔ (واللہ اعلم)

اللہ تعالیٰ آخرت کی فکر نصیب عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆......☆......☆

اسلام

کے معاشرتی حقوق

افادات

پیر طریقت رہبر شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرامی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

بندوں پر اللہ کا حق

''حضرت معاذ ؓ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے، جس کو عفیر کہا جاتا تھا میں آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے آواز دی، اے معاذ! (بعض روایات میں تین بار آواز دینے کا ذکر ہے۔ تا کہ یہ خوب متوجہ ہو جائیں) جانتے ہو بندوں پر اللہ کا اور اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، اس کو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (اجازت ہو تو) یہ خوشخبری اور لوگوں کو بھی سنا دوں؟ فرمایا: نہیں کہیں وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ رہیں (اس حدیث کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)''

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمدُ للّٰہِ نحمدہ علیٰ ما انعم وعلّمنا ما لم نعلم والصّلوٰۃ علیٰ افضل الرسل واکرم.وعلی آلہٖ وصحبہٖ وبارِک وسلم.

اما بعد!

اسلام میں حقوق کی ادائیگی

عدل وانصاف اور ہر حق والے کو اس کا پورا حق دینا اللہ کی شریعت کی خوبیوں میں سے ہے۔ اللہ تعالیٰ نے عدل، احسان، اور قرابت والوں کو ان کا حق دینے کا حکم دیا ہے، رسول عدل کے ساتھ بھیجے گئے، کتابیں بھی عدل کے ساتھ اُتریں، اور دنیا وآخرت کے تمام امور بھی عدل وانصاف پر قائم ہیں۔

ہر آدمی کو اس کا حق دینا، اور ہر شخص کو اس کا صحیح مقام دینا عدل ہے اور یہ اس وقت تک ممکن نہیں جب تک کہ حقوق معلوم نہ ہوں۔ حقوق کی دو قسمیں ہیں۔ حقوق اللہ، حقوق العباد۔ اول الذکر پر مختصراً اور ثانی الذکر پر تفصیلاً قرآن وحدیث کی روشنی میں کچھ معروضات پیش خدمت ہیں، تاکہ ہر آدمی ان حقوق کو جانے، اور ان پر مقدور بھر عمل کرے۔

مختصر طور پر وہ حقوق درجِ ذیل ہیں:

۱۔ اللہ تعالیٰ کے حقوق ۲۔ نبی ﷺ کے حقوق

۳۔ والدین کے حقوق ۴۔ اولاد کے حقوق

۵۔ اقرباء (رشتہ داروں) کے حقوق

۶۔ میاں بیوی کے حقوق

۷۔ والی اور رعیت کے حقوق ۸۔ پڑوسیوں کے حقوق

۹۔ عام مسلمانوں کے حقوق ۱۰۔ غیر مسلموں کے حقوق

یہی وہ حقوق ہیں جن پر ہم مختصر طور پر گفتگو کریں گے۔

حقوقِ بندگی

عَنْ مَعَاذ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهُ عُفَيْرٌ فَقَالَ يَا مَعَاذُ تَدْرِىْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ وَمَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ اَلَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا قُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ النَّاس قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا۔ (الترمذی)

"حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ ایک گدھے پر سوار تھے، جس کو عفیر کہا جاتا تھا میں آپ ﷺ کے پیچھے بیٹھا ہوا تھا آپ ﷺ نے آواز دی،

اے معاذ! (بعض روایات میں تین بار آواز دینے کا ذکر ہے۔ تاکہ یہ خوب متوجہ ہو جائیں) جانتے ہو بندوں پر اللہ کا اور اللہ پر بندوں کا کیا حق ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کے رسول کو زیادہ علم ہے۔ فرمایا اللہ کا حق اس کے بندوں پر یہ ہے کہ صرف اسی کی بندگی کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور بندوں کا اللہ پر یہ حق ہے کہ جو اس کا شریک نہ ٹھہرائے، اس کو عذاب نہ دے۔ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ! (اجازت ہو تو) یہ خوشخبری اور لوگوں کو بھی سنا دوں؟ فرمایا: نہیں کہیں وہ اسی پر بھروسہ کر کے بیٹھ نہ رہیں (اس حدیث کو شیخین اور ترمذی نے روایت کیا ہے۔)"

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَا اَبَاهُرَیْرَةَ هَلْ تَدْرِیْ مَا حَقُّ النَّاسِ عَلَی اللّٰهِ وَمَا حَقُّ اللّٰهِ عَلَی النَّاسِ قُلْتُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ حَقُّ اللّٰهِ عَلَی النَّاسِ اَنْ یَعْبُدُوْهُ وَلَایُشْرِکُوْا بِهٖ شَیْئًا فَاِذَا فَعَلُوْا ذٰلِکَ فَحَقٌّ عَلَیْهِ اَنْ لَایُعَذِّبَهُمْ. (رواه احمد)

"حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اے ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ! جانتے ہو، لوگوں کا خدا پر اور خدا کا لوگوں پر کیا حق ہے، میں نے عرض کیا اللہ اور اس کا رسول ہی زیاد جانتے ہیں۔ فرمایا: خدا کا حق لوگوں پر یہ ہے کہ وہ اسی کی عبادت کریں اور کسی کو اس کا شریک نہ ٹھہرائیں اور جب وہ ایسا کریں تو اس پر یہ حق ہے کہ پھر ان کو عذاب نہ دے۔"

پہلا حق (اللہ تعالیٰ کا حق)

یہ حق سب سے اہم اور سب سے زیادہ مقدم اور ضروری ہے اس لئے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا حق ہے جو سب کا خالق و مالک ہے، اور وہی سب کے کام بنانے والا ہے، یہ اُس مالک اور بادشاہ حقیقی کا حق ہے جو زندۂ جاوید اور سب کا تھامنے والا ہے، اُسی کے حکم سے آسمان وزمین قائم ہیں، اس نے اپنی کامل حکمت کے ساتھ ہر چیز کو صحیح اندازے پر پیدا کیا ہے یہ اُس ذات کا حق ہے جو ہمیں عدم سے وجود میں لایا جب ہم تم کوئی قابلِ ذکر چیز نہ تھے، یہ اس کا حق ہے، جس نے طرح طرح کی نعمتوں سے تمہیں تمہاری ماں کے پیٹ میں۔ تین اندھیروں میں پالا جہاں مخلوقات میں سے کوئی بھی تمہیں غذا اور تمہاری زندگی کی نشو ونما کی چیزیں پہنچا نہیں سکتا تھا۔ اس نے ماں کی چھاتیوں میں تمہارا رزق رکھا اور ان دو راستوں کی طرف تمہاری رہنمائی کی اور ماں باپ کو تمہارے کام میں لگا دیا۔ تمہیں طرح طرح کی نعمتوں، عقل اور فہم سے نوازا اور تمہیں انہیں قبول کرنے اور ان سے فائدہ حاصل کرنے کی صلاحیت بخشی (اللہ کا فرمان ہے):۔

وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِنْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ شَيْئًا وَجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ. (سورۃ النحل: آیت/۷۸)

”اور اللہ نے تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے اس حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے، اور تمہارے لئے کان، آنکھیں اور دل پیدا کیے تاکہ تم شکر ادا کرو۔“

تمہاری زندگی محض اس کے فضل سے ہے، اس کے بغیر تم ایک سیکنڈ بھی زندہ نہیں رہ سکتے تم پر اس کا بے حد فضل وکرم ہے، اسی وجہ سے تم پر سب سے بڑا حق بس اُسی کا ہے، اس لیے کہ یہ تمہیں وجود میں لانے، تربیت کرنے اور صلاحیت بخشنے کی وجہ سے ہے، وہ (اللہ) تم سے رزق اور کھانا نہیں چاہتا۔ ارشاد باری ہے:

لَانَسْأَلُکَ رِزْقًا نَحْنُ نَرْزُقُکَ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی.

(سورة طه: آیت/۱۳۲)

''ہم تم سے رزق نہیں چاہتے، رزق تو ہم تمہیں دیں گے اور بہتر انجام تقویٰ ہی کا ہے۔''

تم سے اللہ کی چاہت کیا ہے؟

وہ تم سے بس ایک ہی چیز کا طالب ہے اور اس میں بھی بھلائی اور فائدہ خود تمہارا اپنا ہی ہے کہ تم صرف اسی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ شرک نہ کرو۔

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ، مَا اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِنْ رِزْقٍ وَمَا اُرِيْدُ اَنْ يُطْعِمُوْنِ، اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ.

(سورة الذاريات: آیت/۵۸)

''اور میں نے جنات اور انسانوں کو اس کے سوا کسی اور کام کے لئے پیدا نہیں کیا کہ وہ میری عبادت کریں۔ میں ان سے کسی قسم کا رزق نہیں چاہتا، اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ وہ مجھے کھلائیں۔ اللہ تو خود ہی رزاق ہے، مستحکم قوت والا۔''

وہ تم سے یہی چاہتا ہے کہ تم اس کے ہر لحاظ سے بندے بن کر رہو، جیسے وہ تمہارا ہر لحاظ سے رب ہے عاجز اور مسکین بندے بن کر رہو، اس کے حکموں پر چلتے

رہو جن کاموں سے روکا ہے ان سے رُکے رہو اس کی خبر (بات) کی تصدیق کرو، دیکھتے نہیں کہ کس طرح اس کی نعمتوں کی تم پر بارش ہو رہی ہے ان نعمتوں کی ناشکری پر کیا تمہیں حیا نہیں آتی؟

اگر کسی انسان کا تم پر احسان ہوتا تو تم اس کی نافرمانی اور مخالفت ہرگز نہ کرتے پھر اپنے اس رب کی نافرمانی کیسے کرتے ہو۔ جس کے فضل سے ہی تم پر فضل ہے اور ہر تکلیف اس کی مہربانی سے ہٹتی ہے۔ اور تم پر جو بھی نعمت ہے وہ تو اللہ ہی کی طرف سے ہے، پھر جب تمہیں کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو تم اس کی پناہ لیتے ہو۔"

عقیدہ وعمل کی درستگی اللہ کا حق ہے

عقیدے کی درستگی کے ساتھ فرائض وشعائر اسلام کا اقرار اور ان پر عمل بھی اتنا ہی ضروری ہے جتنا ایمان۔

اِنَّ اَبَاهُرَيْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ لَمَّا تُوُفِّيَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَاسْتُخْلِفَ اَبُوْبَكْرٍ وَكَفَرَ مَنْ كَفَرَ مِنَ الْعَرَبِ قَالَ عُمَرُ يَا اَبَابَكْرٍ كَيْفَ تُقَاتِلُ النَّاسَ وَ قَدْ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اُمِرْتُ اَنْ اُقَاتِلَ النَّاسَ حَتّٰى يَقُوْلُوْا لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ فَمَنْ قَالَ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ عَصَمَ مِنِّيْ مَالَهٗ وَنَفْسَهٗ اِلَّا بِحَقِّهٖ وَحِسَابُهٗ عَلَى اللّٰهِ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ وَاللّٰهِ لَاُقَاتِلَنَّ مَنْ فَرَّقَ بَيْنَ الصَّلٰوةِ وَ الزَّكٰوةِ فَاِنَّ الزَّكٰوةَ حَقُّ الْمَالِ وَاللّٰهِ لَوْ مَنَعُوْنِيْ عَنَاقًا كَانُوْا يُؤَدُّوْنَهَا اِلٰى

رَسُوْلِ اللّٰهِ صلّى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لقاتَلْتُهُمْ بِمَنْعِهَا قَالَ عُمَرُ فَوَ اللّٰهِ مَا هُوَ اِلَّا مَا هُوَ اِلَّا اَنْ رَأَيْتُ اَنْ قَدْ شَرَحَ اللّٰهُ صَدْرَ اَبِي بَكْرٍ لِلْقِتَالِ فَعَرَفْتُ اَنَّهُ الْحَقُّ. (رواه البخاری)

''حضرت ابو ہریرہ ﷛ روایت فرماتے ہیں کہ جب رسول اللہ ﷺ کا وصال ہوگیا اور ان کے بعد ابو بکر ﷛ خلیفہ ہوئے اور عرب میں جن جن قبائل کو کافر بننا تھا وہ کافر بن گئے (تو ابو بکر ﷛ نے اُن سے جنگ کرنے کا ارادہ فرمایا) حضرت عمر ﷛ نے کہا اے ابو بکر ﷛ آپ اُن سے کیسے جنگ کرسکتے ہیں، حالانکہ رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ مجھے اس بات کا حکم دیا گیا ہے کہ میں مشرکین سے جنگ جاری رکھوں، یہاں تک کہ وہ یہ اقرار کرلیں کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، جو جو شخص یہ اقرار کرلے تو اس نے اپنی جان و مال کو مجھ سے بچالیا۔ ہاں جو باز پرس اسلامی ضابطہ کے ماتحت ہوگی وہ اب بھی باقی رہے گی۔ رہی یہ بات کہ اس کا یہ اقرار دل سے تھا یا زبانی اس کا حساب خدا کے سپرد۔ ابو بکر ﷛ نے فرمایا خدا کی قسم! جو شخص نماز پڑھے گا اور زکوٰۃ کا انکار کرے گا میں اس کے ساتھ بھی ضرور جنگ کروں گا کیونکہ (جس طرح نماز بدنی عبادت ہے اسی طرح) زکوٰۃ مالی عبادت ہے، خدا کی قسم! اگر یہ لوگ مجھے بکری کا بچہ بھی دینے سے انکار کردیں گے جسے وہ آنحضرت ﷺ کو دیا کرتے تھے تو میں اس پر بھی ان سے جنگ کروں گا۔ عمر ﷛ کہتے ہیں خدا کی قسم میں سمجھ گیا کہ ان سے جنگ کے معاملہ میں ان کو پورا پورا شرح صدر ہوگیا ہے۔ بالآخر مجھے بھی یقین ہوگیا کہ حق بات یہی ہے۔''

اور اپنا یہ حق جو اس نے تم پر رکھا ہے کوئی مشکل اور گراں بھی نہیں، اللہ کا فرمان ہے:

وَ جَاهِدُوْا فِي اللّٰهِ حَقَّ جِهَادِهٖ هُوَ اجْتَبٰكُمْ وَمَا جَعَلَ عَلَيْكُمْ فِي الدِّيْنِ مِنْ حَرَجٍ مِلَّةَ اَبِيْكُمْ اِبْرَاهِيْمَ، هُوَ سَمّٰكُمُ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ قَبْلُ وَفِيْ هٰذَا لِيَكُوْنَ الرَّسُوْلُ شَهِيْدًا عَلَيْكُمْ وَتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ، فَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاعْتَصِمُوْا بِاللّٰهِ هُوَ مَوْلٰكُمْ فَنِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ.

(سورة الحج: ۷۸)

اور اللہ کے راستہ میں اس طرح جہاد کرو، جیسا کہ جہاد کا حق ہے، اس نے تمہیں (اپنے دین کے لئے) منتخب کرلیا ہے، اور تم پر دین کے معاملے میں کوئی تنگی نہیں رکھی، اپنے باپ ابراہیم کے دین کو مضبوطی سے تھام لو اس نے پہلے بھی تمہارا نام مسلم رکھا تھا اور (قرآن) میں بھی تا کہ یہ رسول اللہ تمہارے لئے گواہ بنیں اور تم دوسرے لوگوں کے لئے گواہ بنو۔ لہٰذا نماز قائم کرو اور زکوٰۃ ادا کرو، اور اللہ کو مضبوطی سے تھامے رکھو، وہ تمہارا رکھوالا ہے، دیکھو، کتنا اچھا رکھوالا اور کتنا اچھا مددگار۔''

فائدہ:

یہ مثالی عقیدہ اور حق پر ایمان اور مفید نیک عمل ہے، ایسا عقیدہ جس کی بنیاد محبت و تعظیم پر ہے، اس کا پھل اخلاص ہے۔ دن رات میں پانچ نمازیں ہیں۔ جن

سے اللہ خطائیں معاف کرتا اور درجے بلند کرتا ہے اور ان کی ادائیگی سے اللہ تعالیٰ دلوں اور حالات کو سنوار دیتا ہے۔

فاتقوہ اللّٰہ ما استطعتم.

''پس اللہ سے ڈرو جتنا تمہارے بس میں ہے''۔

حقوق اللہ کی ادائیگی میں آسانیاں اور رعایتیں

حقوق اللہ کی ادائیگی میں اللہ تعالیٰ نے انسانی کمزوری اور اعذار کو مدنظر رکھتے ہوئے آسانیاں رکھی ہیں۔

نبی پاک ﷺ نے حضرت عمران بن حصین رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے جب کہ وہ بیمار تھے فرمایا:

''کھڑے ہوکر نماز پڑھو، اگر اس کی طاقت نہ ہو تو پھر بیٹھ کر پڑھو، اگر اس کی بھی طاقت نہ ہو تو لیٹ کر پڑھو۔''

زکوٰۃ یہ تمہارے مال میں سے ایک بالکل ہی معمولی سا حصہ ہے جو تم مسلمانوں فقیروں، مسکینوں، مسافروں اور جنکا نقصان ہوگیا ہو زکوٰۃ کے مستحقوں کو دیتے ہو۔

اور ایک سال میں ایک ماہ کے روزے رکھنا۔ البتہ اس میں بھی اللہ پاک نے یہ سہولت عطا کی ہے کہ جو بیمار ہو یا مسافر اور اس عذر کی وجہ سے جتنے روزے اس کے رہ جائیں وہ اپنے روزے بعد میں رکھ لے، اور جو ایسا معذور ہو کہ صحت کی کوئی اُمید ہی نہ ہو تو وہ ایک روزہ کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلا دے۔

بیت اللہ شریف کا حج زندگی میں صرف ایک بار فرض ہے اور اس پر جو گنجائش رکھتا ہو۔ یہ وہ اصول اور ارکان ہیں جو بندوں پر اللہ کا حق ہیں، ان کے علاوہ وقت پڑنے پر جیسے جہاد فی سبیل اللہ اور ایسے حالات جن میں مظلوم کی مدد ضروری ہو جاتی ہے۔

فائدہ:

دیکھو بھائی! یہ عمل کے لحاظ سے تو بہت آسان حق ہے مگر اجر کے لحاظ سے بہت بڑا، اور جب تم اس پر عمل کرو گے تو دنیا و آخرت میں خوش رہو گے۔ دوزخ سے بچ جاؤ گے اور جنت میں داخل ہو جاؤ گے۔ ارشاد ربانی ہے:

فَمَنْ زُحْزِحَ عَنِ النَّارِ وَاُدْخِلَ الْجَنَّةَ فَقَدْ فَازَ. وَمَا الْحَيٰوةُ الدُّنْيَآ اِلَّا مَتَاعُ الْغُرُوْرِ. (سورۃ ال عمران:۱۸۶)

''پھر جس کسی کو دوزخ سے دور ہٹا لیا گیا اور جنت میں داخل کر دیا گیا، وہ صحیح معنی میں کامیاب ہو گیا، اور یہ دنیوی زندگی تو (جنت کے مقابلے میں) دھوکے کے سامان کے سوا کچھ بھی نہیں۔''

دوسرا حق (رسول پاک ﷺ کا حق)

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَايَسْمَعُ بِیْ اَحَدٌ مِنْ هٰذِهِ الْاُمَّةِ يَهُوْدِیٌّ وَلَانَصْرَانِیٌّ وَمَاتَ وَلَمْ يُؤْمِنْ بِالَّذِیْ اُرْسِلْتُ بِهٖ اِلَّا كَانَ مِنْ اَصْحَابِ النَّارِ. (رواہ احمد ومسلم)

''حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ روایت فرماتے ہیں کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا ہے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں محمد (ﷺ) کی جان ہے، اس امت میں کوئی یہودی ایسا نہیں ہے اور نہ کوئی نصرانی جو میری خبر پائے پھر اس دین پر ایمان نہ لائے جو میں دیکر بھیجا گیا ہوں اور (اسی حال پر) مرجائے مگر وہ دوزخیوں میں ہوگا۔''

مخلوقات میں سب سے بڑا حق رسول پاک ﷺ کا ہے، اللہ کا فرمان ہے:

اِنَّآ اَرْسَلْنٰکَ شَاهِدًا وَّمُبَشِّرًا وَّنَذِيْرًا لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ. (سورة فتح :۸،۹)

''(اے پیغمبر!) ہم نے تمہیں گواہی دینے والا، خوشخبری دینے والا اور خبردار کرنے والا بنا کر بھیجا ہے۔ تاکہ (اے لوگو!) تم اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ، اور اُس کی مدد کرو، اور اُس کی تعظیم کرو۔''

اسی بنا پر محبت رسول کو تمام مخلوقات کی محبت پر مقدم رکھنا ضروری ہے حتیٰ کہ اپنی جان، اولاد اور والد سے بھی بڑھ کر ان سے محبت کرے۔ آپ ﷺ نے فرمایا:

''تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک میں اسے اس کی اولاد، والد اور سب لوگوں سے زیادہ محبوب نہ ہو جاؤں''۔

فائدہ:

نبی پاک ﷺ کے حقوق میں ان کے شایانِ شان عزت، احترام اور توقیر ہے جن میں کمی بیشی نہ ہو، آپ ﷺ کی مبارک زندگی میں عزت وتوقیر یہ ہے کہ آپ ﷺ کی سنت اور ذاتِ کریم کی عزت کی جائے اور وصال کے بعد آپ ﷺ کی

سنت اور شریعت کی عزت وتوقیر ہے، صحابہ کرام نے آپ کی عزت وتوقیر کی جوان پر واجب تھی اگر وہ پیش نظر ہو تو اس کا صحیح اندازہ ہو سکتا ہے۔

تعظیم واحترام ہو تو ایسا

عروہ بن مسعود جو صلح حدیبیہ میں قریش کی طرف سے آپ ﷺ کے ساتھ مذاکرات کے لیے آئے تھے انہوں نے قریش کو جا کر بتایا کہ: ''میں نے قیصرو کسریٰ اور نجاشی کے دربار دیکھے ہیں، بخدا میں نے کسی کو کسی کی اتنی عزت ومحبت کرتے ہوئے نہیں دیکھا جتنی صحابہ کو محمد (ﷺ) سے کرتے دیکھا ہے جب وہ انہیں کسی کام کے کرنے کا حکم دیتے ہیں تو وہ ان پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور جب وہ وضو کرتے ہیں تو وہ وضو کے پانی پر ٹوٹ پڑتے ہیں اور جب وہ بات کرتے ہیں تو وہ ان کے سامنے اپنی آوازیں پست کر لیتے ہیں اور تعظیماً ان کو نظر بھر کر دیکھتے بھی نہیں''۔

صحابہ آپ ﷺ کی ایسی تعظیم کیا کرتے تھے۔ آپ ﷺ کو اللہ نے ''خلق کریم'' پیارے اخلاق سے نوازا ہوا تھا، نہایت نرم اور مہربان تھے، اگر آپ ﷺ میں سختی ہوتی تو لوگ آپ ﷺ کے اتنے قریب نہ ہوتے۔ ماضی اور مستقبل سے متعلقہ جن امور کی بابت آپ ﷺ نے اطلاع دی ہے اُس کی تصدیق کرنا۔ جس کا حکم دیا ہے اس کی تعمیل کرنا اور جس سے روکا ہے اس سے رُک جانا یہ سب آپ کے حقوق میں شامل ہے اور آپ کی لائی ہوئی ہدایت سب سے مکمل اور شریعت سب شریعتوں سے بڑھ کر اور نہایت ہی مکمل ہے آپ ﷺ کی شریعت پر کسی نظام اور

شریعت کو ہرگز مقدم نہ سمجھے، (چاہے اس کا مصدر کوئی بھی ہو)۔

تکمیل ایمان کا تقاضہ محبتِ رسول ﷺ

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايُؤْمِنُ اَحَدُكُمْ حَتّٰى اَكُوْنَ اَحَبَّ اِلَيْهِ مِنْ وَلَدِهٖ وَ وَالِدِهٖ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ. (رواہ الشیخان)

''حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے تم میں کوئی مومن نہیں ہے جب تک میں اسے اپنے بیٹے، باپ اور تمام لوگوں سے زیادہ پیارا نہ ہو جاؤں۔''

عَنْ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ هِشَامٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَ هُوَ اٰخِذٌ بِيَدِ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فَقَالَ لَهٗ عُمَرُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ لَاَنْتَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ اِلَّا مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ لَا وَالَّذِيْ نَفْسِيْ بِيَدِهٖ حَتّٰى اَكُوْنَ اِلَيْكَ مِنْ نَفْسِكَ فَقَالَ عُمَرُ فَاِنَّكَ الْاٰنَ وَاللّٰهِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ نَفْسِيْ فَقَالَ الْاٰنَ يَا عُمَرُ.

(رواہ البخاری فی الایمان والنذور)

''حضرت عبداللہ بن ہشام رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ ہم آنحضرت ﷺ کے ساتھ تھے، آپ عمر رضی اللہ عنہ کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لئے ہوئے تھے، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے آپ سے عرض کیا یا رسول اللہ! آپ مجھے اپنی جان کے سوا ہر چیز سے زیادہ عزیز ہیں، آپ نے فرمایا: اس ذات کی قسم جس کے قبضہ میں میری جان

ہے جب تک تم کو میں اپنی جان سے بھی زیادہ محبوب نہ ہوجاؤں تم مومن نہیں، حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے عرض کیا، اچھا اب آپ مجھے اپنی جان سے بھی عزیز ہوگئے، آپ نے فرمایا: تو اب پکے مومن بھی ہوگئے۔"

اللہ کا فرمان ہے:

فَلَا وَرَبِّکَ لَایُؤْمِنُوْنَ حَتّٰی یُحَکِّمُوْکَ فِیْمَا شَجَرَ بَیْنَھُمْ ثُمَّ لَایَجِدُوْا فِیْٓ اَنْفُسِھِمْ حَرَجًا مِّمَّا قَضَیْتَ وَیُسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا. (سورۃ النساء: ۶۵)

"نہیں، (اے پیغمبر) تمہارے پروردگار کی قسم! یہ لوگ اس وقت تک مؤمن نہیں ہوسکتے جب تک یہ اپنے باہمی جھگڑوں میں آپ کو فیصل نہ بنائیں، پھر آپ جو کچھ فیصلہ کریں اس کے بارے میں یہ لوگ اپنے دلوں میں کوئی تنگی محسوس نہ کریں اور اس کے آگے مکمل طور پر سرِ تسلیم خم کردیں۔"

شریعت کا دفاع بھی حقوق میں سے ہے

دوسری جگہ ارشاد ہے۔

قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ وَیَغْفِرْلَکُمْ ذُنُوْبَکُمْ، وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ. (سورہ آل عمران: آیت/ ۳۱)

"(اے پیغمبر! لوگوں سے) کہہ دو کہ اگر تم اللہ سے محبت رکھتے ہو تو میری اتباع کرو، اللہ تم سے محبت کرے گا اور (تمہاری خاطر) تمہارے گناہ معاف کردے گا۔ اور اللہ بہت معاف کرنے والا، بڑا مہربان ہے۔"

ہر حال میں ممکن حد تک آپ ﷺ کی شریعت ہدایت کا دفاع کرنا بھی

آپ ﷺ کے حقوق میں سے ہے جب دشمن اسلام میں شبہات پیدا کرنے کی کوشش کرے تو اس کا مضبوط علمی دفاع فرض ہے۔اس کے دلائل کا علمی رد، اس کے شکوک وشبہات کا ازالہ اور اس کے فساد و بگاڑ کو واضح کرنا ضروری ہے، اسی طرح اگر وہ ہتھیاروں سے حملہ آور ہو تو اس کا ویسا ہی جواب ضروری ہے کسی مومن و مسلمان کے لیے یہ جائز نہیں کہ آپ ﷺ کی ذات یا شریعت پر حملہ ہو تو دفاع کی قدرت ہوتے ہوئے وہ خاموش رہے۔

تیسرا حق (والدین کے حقوق)

عَنْ اَبِیْ اُمَامَۃَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ اَنَّ رَجُلاً قَالَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ مَا حَقُّ الْوَالِدَیْنِ عَلٰی وَلَدِھِمَا قَالَ ھُمَا جَنَّتُکَ وَ نَارُکَ.

(رواہ ابن ماجہ)

”حضرت ابوامامہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا کہ:۔حضرت ﷺ! اولاد پر ماں باپ کا کتنا حق ہے؟ آپ نے ارشاد فرمایا: کہ وہ تمہاری جنت ہیں یا دوزخ۔“

اولاد پر والدین کے حقوق مسلم ہیں، اولاد کا وجود بھی ان کی وجہ سے ہے اور ان دونوں کا اولاد پر بڑا حق ہے، انہوں نے بچپن میں اُسے پالا پوسا اور اس کے آرام وراحت کی خاطر خود تکلیف اُٹھائی اور اس کی نیند کی خاطر اپنی نیند قربان کی۔ تقریباً نو ماہ اپنے پیٹ میں رکھا صحت اور پرورش پاتا رہا، اسی کے بارہ میں اللہ نے قرآن مجید میں اشارہ کیا ہے:............

حَمَلَتْهُ أُمُّهُ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا. (سورة احقاف : ۱۵)

''اس کی ماں نے بڑی مشقت سے اُسے (پیٹ میں) اُٹھائے رکھا، اور بڑی مشقت سے اُس کو جنا۔''

اسی طرح تمہارے بچپن میں تمہارے والد تمہاری زندگی اور خوراک کی کس طرح تگ ودو کرتے رہے یہاں تک کہ تو اپنے پاؤں پر کھڑا ہو گیا۔

اسی طرح انہوں نے تمہاری تربیت اور رہنمائی میں سعی کی جب کہ تمہیں اپنے نفع نقصان کا بھی کچھ پتہ نہ تھا اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اولاد کو والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرنے اور ان کی قدر کرنے کا حکم دیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

''اور ہم نے انسان کو اپنے والدین کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیا ہے، اس کی ماں نے تکلیف اُٹھا کر اُسے اپنے پیٹ میں رکھا اور دو سال میں اس کا دودھ چھڑایا، کہ شکر کرو میرا اور اپنے والدین کا، میری طرف ہی لوٹنا ہے''۔

(سورۃ لقمان:۱۴)

والدین کے حقوق کی شدید تاکید

نیز فرمایا:

وَ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا، اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَاتَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّ لَاتَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِيْ صَغِيْرًا. (سورہ بنی اسرائیل: ۲۴)

”اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو۔ اگر والدین میں سے کوئی ایک یا دونوں تمہارے پاس بڑھاپے کو پہنچ جائیں تو انہیں اُف تک نہ کہو، اور نہ انہیں جھڑکو، بلکہ ان سے عزت کے ساتھ بات کیا کرو، اور ان کے ساتھ محبت کا برتاؤ کرتے ہوئے ان کے سامنے اپنے آپ کو اِنکساری سے جھکاؤ، اور یہ دعا کرو کہ: یا ربّ! جس طرح انہوں نے میرے بچپن میں مجھے پالا ہے، آپ بھی اُن کے ساتھ رحمت کا معاملہ کیجئے۔“

فائدہ:

تم پر تمہارے والدین کا یہ حق ہے کہ ان کے ساتھ نیکی کرو اور زبان اور عمل سے احسان سے پیش آؤ، جانی اور مالی ہر طرح کی خدمت کرو، ان کے حکم کی اطاعت کرتے رہو بشرطیکہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو اور خود تمہیں دینی نقصان نہ پہنچ رہا ہو، ان سے نرمی سے بات کرو اور خندہ پیشانی سے ملو اور ان کی ان کے شایانِ شان خدمت کرتے رہو، ان کے بڑھاپے، بیماری اور کمزوری میں دل برداشتہ نہ ہو اور نہ ہی اسے بار سمجھو، اس لیے کہ تم بھی جلد انہی کی جگہ لے لو گے، تم بھی باپ کی جگہ پر آ جاؤ گے اور اگر اللہ کو منظور ہوا تو اپنی اولاد کے سامنے بڑھاپے کی عمر کو پہنچو گے جیسے آج وہ پہنچے ہوئے ہیں اور تم بھی اُسی طرح اپنی اولاد کے اچھے سلوک کے محتاج ہو گے جیسے آج وہ ہیں، اگر تم نے ان سے نیکی کی تو تمہیں بڑا ثواب ہوگا اور اپنی اولاد سے بھی ویسا ہی بدلہ ملے گا اس لیے کہ جس نے اپنے والدین سے بھلائی کی اس کی اولاد اس سے بھلائی کرے گی، اور جس نے اپنے ماں باپ کی نافرمانی کی اس کی اولاد بھی اس کی نافرمانی

کرے گی۔ جیسا عمل ویسا ہی بدلہ بھی ہوگا: اسی لیے کہا جاتا ہے۔

"ادلے کا بدلہ"

اللہ نے والدین کو بہت بڑا اور اونچا درجہ عطا کیا ہے اور اپنے حق اور اپنے رسول کے حق کے فوراً بعد ان کا حق رکھا ہے، ارشاد ہے:

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَّ بِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا.

"اور اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ ٹھہراؤ، اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو" (سورہ نساء:۳۶)

نیز فرمایا:

"میرا شکر کرو اور اپنے والدین کا"۔

والدین کا حق جہاد پر مقدم

آپ ﷺ نے والدین کی خدمت کو جہاد پر مقدم فرمایا: جیسا کہ حدیث میں ہے۔

حضرت ابن مسعود رضی اللہ عنہ کہتے ہیں کہ میں نے عرض کیا کہ اے اللہ کے رسول! اللہ کے ہاں محبوب عمل کونسا ہے؟ فرمایا:

"وقت پر نماز پڑھنا"

میں نے کہا کہ پھر کونسا؟ فرمایا:

"والدین کی خدمت"

میں نے عرض کیا پھر کونسا؟ فرمایا:

''جہاد فی سبیل اللہ''۔

اس سے والدین کے حق کی اہمیت معلوم ہوتی ہے جسے آج بہت سوں نے ضائع کردیا ہے اوران کے حقوق کا لحاظ نہیں رکھتے اوران کی نافرمانی اور قطع تعلقی پر اُتر آئے ہیں اور کبھی تو ان کو حقارت سے دیکھتے اور انہیں ڈانتے ہیں اور خودان کے سامنے بڑے بنتے ہیں وہ اپنے اس عمل کا دیرسویر ویسا ہی بدلہ بھی پائیں گے۔

چوتھا حق (اولاد کے حقوق)

عَنْ اَنَس رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَكْرِمُوْا اَوْلَادَكُمْ وَ اَحْسِنُوْا اٰدَابَهُمْ. (رواه ابن ماجه)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ اپنی اولاد کا اکرام کرو، اور (اچھی تربیت کے ذریعہ) اُن کو حُسنِ ادب سے آراستہ کرو۔''

بچوں کی بہترین تربیت، والدین کی ذمہ داری

اولاد میں بچے اور بچیاں دونوں شامل ہیں، اولاد کے حقوق بہت سے ہیں ان میں سب سے اہم اور ضروری تربیت کا مسئلہ ہے، اور وہ ان کے دلوں میں دین اسلام اور اسلامی اخلاق کو راسخ کرنا ہے تاکہ وہ ان سے آراستہ ہوں، اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّقُوْدُهَا النَّاسُ وَالْحِجَارَةُ. (سورة التحريم: آيت/٦)

''اے ایمان والو! اپنے آپ کو اور اپنے گھروالوں کو اُس آگ سے بچاؤ جس کا ایندھن انسان اور پتھر ہوں گے۔''

نبی پاک ﷺ کا ارشاد ہے:

اَلا کُلُّکُمْ رَاعٍ وَکُلُّکُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِیَّتِہٖ.

''تم میں سے ہر ایک ذمہ دار اور اپنی ذمہ داری کا جواب دہ ہے (اور مرد اپنے گھر میں اپنے بال بچوں کا ذمہ دار ہے اور ان کے بارے میں جواب دہ ہے)۔''

فائدہ:

پس اولاد ماں باپ کے ہاں ایک امانت ہے، اور قیامت میں ان دونوں سے ان کی اس ذمہ داری اور دینی تربیت کے بارے میں پوچھا جائے گا، اگر والدین نے اپنی اس رعیت (اولاد) کی صحیح تربیت کی تو وہ دونوں جہانوں میں ان کی آنکھوں کی ٹھنڈک ہوگی۔ اللہ کا فرمان ہے:

وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْھُمْ ذُرِّیَّتُھُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِھِمْ ذُرِّیَّتَھُمْ وَمَآ اَلَتْنٰھُمْ مِّنْ عَمَلِھِمْ مِّنْ شَیْءٍ ، کُلُّ امْرِئٍۭ بِمَا کَسَبَ رَھِیْنٌ.(سورۃ الطور: ۲۱)

''اور جو لوگ ایمان لائے ہیں، اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں اُن کی پیروی کی ہے تو ان کی اولاد کو ہم انہی کے ساتھ شامل کر دیں گے اور اُن کے عمل میں سے کسی چیز کی کمی نہیں کریں گے۔ ہر انسان کی جان اپنی کمائی کے بدلے رہن رکھی ہوئی ہے۔''

نیک اولاد صدقہ جاریہ ہے

آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''جب آدمی مرجاتا ہےتو اس کے اپنے عمل کا سلسلہ ختم ہوجاتا ہے مگر تین کام باقی رہتے ہیں۔ صدقہ جاریہ یا ایسا علم جس سے بعد میں فائدہ اٹھایا جائے یا نیک اولاد جو اس کے لیے دُعا کریں''۔

یہ بچے کی صحیح دینی تربیت کا ثمرہ ہے کہ وہ والدین کے دنیا سے چلے جانے کے بعد بھی ان کے حق میں نافع ہے۔

اولاد کی بربادی کے ذمہ دار والدین ہیں

بہت سے والدین نے اس حقِ تربیت کی ادائیگی میں غفلت و سستی کے باعث اپنی اولاد کو برباد کردیا اور وہ اپنی اس ذمہ داری کو بھول گئے وہ ان سے جانے آنے کے بارے میں پوچھتے بھی نہیں، کہاں گئے تھے؛ اور کب آئے، اور نہ ان کے دوستوں اور ساتھیوں کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ وہ کیسے ہیں؛ نہ انہیں خیر اور بھلائی کی رہنمائی کرتے ہیں اور نہ شر سے روکتے ہیں، عجیب بات ہے کہ یہ سب اپنے مالوں کی حفاظت اور بڑھوتری کے تو بہت حریص اور مشتاق ہیں اور وہ یہ مال تو بڑھا رہے ہیں جو غالبا دوسروں کے کام آئے گا اور اولاد کی انہیں سرے سے کوئی فکر ہی نہیں جب کہ ان کی حفاظت دنیا وآخرت میں خود ان کے حق میں سب سے زیادہ بہتر اور مفید ہے۔ جس طرح ایک والد کا یہ فرض ہے کہ وہ ان کے جسموں کی غذا، کھانے پینے اور پوشاک کا انتظام کرے اُسی طرح اس کا یہ بھی فرض

ہے کہ وہ ان کے دلوں کے لیے علم اور ایمان والی غذا مہیا کرے اور ان کی روح کو تقویٰ کا لباس مہیا کرے جو سب سے بہتر ہے۔

اولاد پر حلال طریقے سے اخراجات ان کا حق ہے

ماں باپ پر اولاد کے حقوق میں یہ بھی ہے کہ وہ ان پر خرچ کرنے میں کنجوسی سے کام نہ لے اور نہ اسراف سے اور جو اللہ نے مال کی نعمت انہیں عطا کی ہے یہ اس کا شکر بھی ہے کہ خرچ میں کوتاہی نہ کرے وہ اپنی زندگی میں ان سے مال کو کیسے روکتا اور خرچ کرنے میں کیسے بخل کرسکتا ہے، جب کہ ان کے لیے اسے جمع کرتا رہتا ہے کہ وہ اس کے انتقال کے بعد اسے سختی سے لے لیں، اور جو والدین ان پر خرچ کرنے میں کنجوسی کریں وہ معروف طریقے سے بقدر کفایت مال لے سکتے ہیں جیسا کہ رسول پاک ﷺ نے ہند بنت عتبہ کو اس کی اجازت دی تھی۔

اولاد میں فرق و امتیاز حق تلفی ہے

لین دین اور بخشش میں کسی کو دوسرے پر ترجیح نہ دیں، یہ بھی اولا کے حقوق میں سے ہے یہ نہ ہو کہ وہ کسی بچے کو ایک چیز دے رہے ہوں اور دوسرے کو محروم کر رہے ہوں کیونکہ یہ بھی ظلم ہے اور اللہ تعالیٰ ظالموں کو پسند نہیں کرتا، اس سے محروم اولاد متنفر ہو جاتی ہے، ان میں اور جنہیں دیا جاتا ہے ان میں دشمنی راہ پالیتی ہے اور کبھی یہ دشمنی ان میں اور خود ان کے والدین میں پیدا ہو جاتی ہے اور کچھ والدین اپنی اولاد میں سے کسی ایک سے نیکی اور محبت میں امتیازی سلوک کرتے ہیں اور وہ لڑکا بھی امتیازی سلوک کرتا ہے، یہ تخصیص بھی اچھی نہیں، جس کے ساتھ امتیازی

سلوک کیا گیا ہے اُسے جائز نہیں کہ وہ اس کا بدلہ دے کہ اس کی نیکی کا اجر تو اللہ کے ہاں ہے اور لین دین میں امتیازی سلوک کرنے والے کی نیکی اُنہیں بہر حال اچھی لگے گی اور وہ اسے اچھا سمجھنے لگیں گے اور دوسروں سے نفرت ہوگی اور وہ مستقل نافرمان ہوجائیں گے پھر یہ کیسے معلوم کہ حالات پلٹا کھاجائیں اور اچھا سلوک کرنے والا بیٹا نافرمان ہوجائے اور نافرمان فرمانبردار۔ اس لیے کہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں وہ جسے چاہتا ہے انہیں پھیر دیتا ہے۔ بخاری و مسلم کی ایک روایت جو نعمان بن بشیر سے ہے وہ کہتے ہیں کہ ان کے والد بشیر بن سعد نے انہیں ایک غلام دیا اور نبی پاک ﷺ کو اس کی اطلاع دی آپ ﷺ نے اُن سے پوچھا کہ آپ نے اپنے ہر بیٹے کے ساتھ یہی سلوک کیا ہے؟ انہوں نے کہا کہ: ''نہیں''

فرمایا کہ:

''پھر اس سے واپس لے لیں''۔

اور ایک روایت ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

''اللہ سے ڈرو اپنی اولاد میں عدل وانصاف کرو''

پانچواں حق (اقرباء و رشتہ داروں کے حقوق)

اسلامی تعلیم میں والدین کے علاوہ دوسرے اہل قرابت کے ساتھ حسنِ سلوک اور ان کے حقوق کی ادائیگی پر بھی بہت زور دیا گیا ہے، اور ''صلۂ رحمی'' اس کا خاص عنوان ہے۔ قرآن مجید میں جہاں والدین کی خدمت اور ان کے ساتھ حسن سلوک کی تاکید فرمائی گئی ہے وہیں ''وَذِی الْقُرْبٰی'' فرما کر دوسرے اہل قرابت

کے ساتھ حسن سلوک اور ان کے حقوق قرابت کی ادائیگی کی بھی وصیت فرمائی گئی ہے۔

صحیح بخاری وصحیح مسلم کے حوالہ سے ایک سائل کے جواب میں رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ خدمت اور حسن سلوک کا سب سے پہلا حق تم پر تمہاری ماں کا ہے، اس کے بعد باپ کا، اس کے بعد درجہ بدرجہ دوسرے اہل قرابت کا۔

اب یہاں چند وہ حدیثیں اور پڑھ لیجئے جن میں صلۂ رحمی کی اہمیت اور اس کے فضائل وبرکات بیان فرمائے گئے ہیں، یا اس کے برعکس قطع رحمی کے بُرے انجام سے خبردار کیا گیا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلرَّحِمُ شُجْنَةٌ مِنَ الرَّحْمٰنِ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی مَنْ وَصَلَکَ وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَکَ قَطَعْتُہٗ. (رواہ البخاری)

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ: رحم (یعنی حق قرابت) مشتق ہے رحمٰن سے (یعنی خداوند رحمٰن کی رحمت کی ایک شاخ ہے اور اس نسبت ہے) اللہ تعالیٰ نے اس سے فرمایا کہ جو تجھے جوڑے گا میں اُسے جوڑوں گا، اور جو تجھے توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ انسانوں کی باہم قرابت اور رشتہ داری کے تعلق کو اللہ تعالیٰ

کے اسم پاک رحمٰن سے اور اس کی صفتِ رحمت سے خاص نسبت ہے، اور وہی اس کا سرچشمہ ہے، اور اسی لئے اس کا عنوان رحم مقرر کیا گیا ہے۔ اس خصوصی نسبت ہی کی وجہ سے عنداللہ اس کی اتنی اہمیت ہے کہ اللہ تعالیٰ کا یہ فیصلہ ہے کہ جو صلہ رحمی کریگا (یعنی قرابت اور رشتہ داری کے حقوق ادا کرے گا، اور رشتہ داروں کے ساتھ اچھا سلوک کرے گا) اس کو اللہ تعالیٰ اپنے سے وابستہ کر لے گا اور اپنا بنا لے گا، اور جو کوئی اس کے برعکس قطع رحمی کا رویہ اختیار کرے گا اللہ تعالیٰ اس کو اپنے سے کاٹ دے گا اور دور اور بے تعلق کر دے گا۔

اِسی ایک حدیث سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی تعلیم میں صلہ رحمی کی (یعنی رشتہ داروں اور اہل قرابت کے ساتھ حسن سلوک کی) کتنی اہمیت ہے اور اس میں کوتاہی کتنا سنگین جرم اور کتنی بڑی محرومی ہے۔ آگے درج ہونے والی حدیثوں کا مضمون بھی اس کے قریب ہی قریب ہے۔

عَنْ عَبْدِ الرَّحْمٰنِ بْنِ عَوْفٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى اَنَا اللّٰهُ وَ اَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَشَقَقْتُ لَهَا مِنْ اِسْمِیْ فَمَنْ وَصَلَهَا وَصَلْتُهُ وَمَنْ قَطَعَ بَتَّتُّهٗ. (رواہ ابو داؤد)

''حضرت عبد الرحمٰن بن عوف ؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول خدا ﷺ سے سنا، آپ فرماتے تھے کہ: اللہ تبارک وتعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں اللہ ہوں۔ میں الرّحمٰن ہوں، میں نے رشتہ قرابت کو پیدا کیا

ہے اور اپنے نام رحمٰن کے مادہ سے نکال کر اس کو رَحم کا نام دیا ہے، پس جو اسے جوڑے گا میں اس کو جوڑوں گا اور جو اس کو توڑے گا میں اس کو توڑوں گا۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی حکمت اور مشیت سے پیدائش کا ایسا نظام بنایا ہے کہ ہر پیدا ہونے والا رشتوں کے بندھنوں میں بندھا ہوتا ہے، پھر ان رشتوں کے کچھ فطری تقاضے اور حقوق ہیں جن کا عنوان اللہ تعالیٰ نے رحم مقرر کیا ہے، جو اس کے نام پاک رحمٰن سے گویا مشتق ہے (یعنی دونوں کا مادّہ ایک ہی ہے) پس جو بندہ انسان کی فطرت میں رکھے ہوئے اور اللہ تعالیٰ کے مقرر کئے ہوئے ان حقوق اور تقاضوں کو ادا کرے گا (یعنی صلہ رُحمی کرے گا) اس کے لئے اللہ تعالیٰ کا اعلان ہے کہ وہ اس کو جوڑے گا (یعنی اس کو اپنا بنالے گا اور فضل وکرم سے نوازے گا) اور اس کے برعکس جو کوئی قطع رحمی کا روّیہ اختیار کرے گا اور قرابت کے اُن حقوق کو پامال کرے گا، جو اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں اور انسان کی فطرت میں رکھے ہیں تو اللہ تعالیٰ اس کو توڑ دے گا یعنی اپنے قرب اور اپنی رحمت وکرم سے محروم کردے گا۔

آج کی دنیا میں مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اور اللہ تعالیٰ کی رحمت وعنایت سے محرومی کا منظر جو ہر جگہ نظر آرہا ہے، بلاشبہ وہ زندگی کے مختلف شعبوں سے تعلق رکھنے والی ہماری بہت سی بداعمالیوں کا نتیجہ ہے، لیکن ان احادیث کی روشنی

میں یقین کے ساتھ کہا جاسکتا ہے کہ اس بربادی اور محرومی میں بڑا دخل ہمارے اس جرم کو بھی ہے کہ صلہ رحمی کی تعلیم وہدایت کو ہماری غالب اکثریت نے بالکل ہی بھلا دیا ہے، اوراس باب میں ہمارا طرزِ عمل غیر مسلموں سے کچھ بھی مختلف نہیں ہے۔

چھٹا حق (میاں بیوی کے حقوق)

عَنْ عَائِشَةَ رضی اللّٰہ تعالیٰ عنها قَالَتْ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الْمَرْأَةِ زَوْجُهَا وَاَعْظَمُ النَّاسِ حَقًّا عَلَى الرَّجُلِ اُمُّهٗ. (رواه الحاكم في المستدرك)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت پر سب سے بڑا حق اس کے شوہر کا ہے۔ اور مرد پر سب سے بڑا حق اس کی ماں کا ہے۔“

شادی کے حقوق بہت اہم اور تقاضے بہت زیادہ ہیں، یہ میاں بیوی کے درمیان ایک مضبوط رابطہ ہے، ہر ایک پر دوسرے کے حقوق لازم ہیں، ان میں بدنی ،اجتماعی اور مالی سب حقوق شامل ہیں۔

ہر ایک پر دوسرے کے ساتھ عمدہ سلوک کرنا ضروری ہے، اور اپنے اس حق کی ادائیگی برضاء ورغبت ہونی چاہئے، اس میں اخلاص ہونا چاہئے، اللہ کا فرمان ہے کہ:

وَعَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (سورہ نساء: ۱۹)

”اوران کے ساتھ بھلے انداز میں زندگی بسر کرو۔“

اور فرمایا:

وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ وَ لِلرِّجَالِ عَلَیْهِنَّ دَرَجَةٌ وَ اللّٰهُ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ. (سورہ بقرہ : ۲۲۸)

''اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں، جیسے (مردوں کو) اُن پر حاصل ہیں۔ ہاں مردوں کو ان پر ایک درجہ فوقیت ہے۔ اور اللہ غالب اور حکمت والا ہے۔''

اسی طرح عورت پر لازم ہے کہ وہ اپنے میاں کے حقوق جو اس پر ہیں ادا کرے، اور جب تک وہ دونوں اپنے اپنے حقوق ادا کرتے رہیں گے ان کی زندگی خوشگوار اور پرسکون ہوگی اور اگر انہوں نے ایسا نہ کیا تو پھر ان میں سے ہر ایک کی زندگی مکدر ہوگی اور معاملہ برعکس ہوگا اور ان کے درمیان نزاع اور اختلافات پیدا ہو جائیں گے۔

عورت کے حقوق کی مکمل ادائیگی اور پوری رعایت کے بارے میں قرآن و حدیث کی بہت سی نصوص آئی ہیں اور کسی کا ہر لحاظ سے مکمل ہونا تو محال ہے۔

آپ کا ارشاد ہے:

''میں تمہیں عورتوں کے ساتھ اچھے سلوک کا حکم دیتا ہوں، عورت پسلی کی پیدائش ہے اور پسلی میں اوپر کا حصہ زیادہ ٹیڑھا ہوتا ہے اگر تم اس کو سیدھا کرنے لگو گے تو اس کو توڑ دو گے، اور چھوڑ دو گے تو وہ اپنی حالت پہ رہے گی، تو عورتوں کے ساتھ اچھا سلوک کرنے کی میری وصیت قبول کرو۔'' (ترمذی)

ایک روایت میں ہے:

''عورت پسلی کی پیدائش ہے اُسے تم پوری طرح سیدھا نہیں کر سکتے، اس

سے اسی حالت میں فائدہ حاصل کرتے رہو، اگر تم اُسے سیدھا کرنا چاہو گے تو توڑ دو گے اور اس کو توڑنا اُسے طلاق دے دینا ہے۔"

بحیثیت بیوی عورت کے حقوق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لَایَفْرِکُ مُؤْمِنٌ مُؤْمِنَةً اِنْ کَرِهَ مِنْهَا خُلُقًا رَضِیَ مِنْهَا آخَرَ. (مسلم: ۱۴۶۹)

"آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ: کوئی مومن مرد مومن عورت (بیوی) سے بُغض نہ رکھے، اگر اس کی ایک ادا پسند نہیں تو دوسری پسند ہوگی۔"

ان احادیث میں رسول پاک ﷺ نے اپنی امت کے مردوں کو یہ تعلیم دی ہے کہ وہ اپنی بیویوں کے ساتھ حسن سلوک کریں، ان کے مناسب یہی ہے کہ وہ ان سے اچھے سلوک سے رہیں، اس کی پیدائش ہی ایسے انداز میں ہوئی ہے کہ اُسے ہر لحاظ سے کامل و مکمل نہیں کر سکتے، اس میں یہ ٹیڑھا پن تو ضرور ہی ہوگا، اور مرد اس کو پیش نظر رکھ کر نباہ کریں۔ ان احادیث میں یہ بھی بتادیا گیا ہے کہ آدمی کے لیے مناسب یہی ہے کہ وہ بیوی کی اچھائیوں اور برائیوں میں ضرور موازنہ کرے، اگر اس کی ایک ادا پسند نہیں تو جو پسند ہے اس سے اس کا موازنہ کرے، اُسے غصے اور نفرت کی ایک ہی عینک سے نہ دیکھے۔

بہت سے خاوند اپنی بیویوں کو انتہائی کامل صورت میں دیکھنا چاہتے ہیں جو کہ ناممکن ہے، اسی وجہ سے وہ دل برداشتہ ہوتے ہیں اور اپنی بیویوں سے کما حقہ فائدہ

حاصل نہیں کرسکتے، اور بعض اوقات طلاق تک نوبت جا پہنچتی ہے جیسا کہ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اگر تم اسے پورا سیدھا کرنا چاہو گے تو اُسے توڑ دو گے اور اُسے توڑنا دراصل اس کی طلاق ہے، خاوند کو لازم ہے کہ وہ چشم پوشی اور درگذر سے کام لے، اور دین اور شرف وفضیلت کے اندر رہتے ہوئے جو کچھ بیوی کر رہی ہے اس کا لحاظ رکھے اور برداشت سے کام لے بیوی کے اپنے خاوند پر جو حقوق ہیں ان میں اس کا نان و نفقہ، لباس اور رہائش وغیرہ سب چیزیں داخل ہیں، اللہ کا فرمان ہے:

''اور مرد پر معروف طریقے سے ان کا رزق اور لباس ہے۔'' (سورہ نساء:۵)

اور آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''اور ان کے تم پر حقوق میں ان کا رزق، اور معروف طریقے سے لباس ہے''۔

اور جب بیوی کے حق کے بارہ میں سوال کیا گیا تو فرمایا:

''جب تم کھاؤ تو اُسے بھی کھلاؤ اور جو تم پہنو تو اس کو پہناؤ اور منہ پر نہ مارو اور برا نہ کہو اور (اختلاف کی صورت میں) اسے گھر میں ہی علیحدہ رکھو''۔

(ابوداؤد)

دو بیویوں میں برابری ان کا حق ہے

ان حقوق میں یہ بھی ہے کہ اگر اس کی دو بیویاں ہوں تو ان میں عدل و انصاف کرے، یہ انصاف نان ونفقہ، رہائش اور ان کے ساتھ رہنے میں ہوگا اور ممکن حد تک عدل وانصاف کرے صرف ایک ہی کی طرف مائل ہوجانا کبیرہ گناہ ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ:

''جس کی دو بیویاں ہوں اور وہ ایک کی طرف مائل رہا، تو وہ قیامت میں
ایسی حالت میں آئے گا کہ اس کے جسم کا ایک پہلو ایک طرف جھکا ہوا ہوگا۔''

ہاں جس بات میں عدل وانصاف ممکن نہیں محبت اور راحتِ نفس وغیرہ تو اس میں کوئی گناہ نہیں اس لئے کہ اس میں اس کا بس نہیں چلتا۔ اللہ کا فرمان ہے:

''تم ان عورتوں میں عدل کر ہی نہیں سکتے اگر چہ تم کرنا بھی چاہو۔''

آپ ﷺ اپنی بیویوں میں عدل وانصاف اور تقسیم کے اصول کے ہمیشہ پابند رہے اور دعا کیا کرتے تھے۔ اے اللہ یہ میری تقسیم ہے جس پر میرا بس چلتا ہے اور جس پر میرا بس نہیں تو اس پر مجھے ملامت نہ فرما۔

اگر ایک بیوی نے خود اپنی مرضی سے اپنی باری دوسرے کو دے دی تو اس میں کوئی حرج نہیں، جس طرح آپ ﷺ نے حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو خود ان کی اور حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی باری حضرت سودہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے کہنے پر انہیں دے دی تھی۔ آپ ﷺ اپنی آخری بیماری میں بھی برابر یہ پوچھتے رہے کہ میں کل کہاں ہوں گا؟ تو تمام بیویوں نے آپ ﷺ کو اجازت دے دی کہ آپ جہاں چاہیں رہیں، تو اس کے بعد آپ ﷺ آخری وقت تک حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے گھر میں رہے۔

خاوند (شوہر) کے حقوق

عَنْ اَنَسٍ رضی اللہ تعالیٰ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَلْمَرْأَۃُ اِذَا صَلَّتْ خَمْسَھَا وَصَامَتْ شَھْرَھَا

وَاَحْصَنَتْ فَرْجَهَا وَ اَطَاعَتْ بَعْلَهَا فَلْتَدْخُلْ مِنْ اَیِّ اَبْوَابِ الْجَنَّةِ شَاءَتْ. (رواه ابونعیم فی الحلیة)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورت جب پانچوں وقت کی نماز پڑھے اور ماہِ رمضان کے روزے رکھے اور اپنی شرم وآبرو کی حفاظت کرے اور شوہر کی فرمانبردار رہے تو پھر (اُسے حق ہے کہ) جنت کے جس دروازے سے چاہے اس میں داخل ہو۔''

جہاں تک خاوند کے بیوی پر حقوق کا تعلق ہے تو وہ عورت کے حقوق سے زیادہ اور بڑے ہیں اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے

وَ لَهُنَّ مِثْلُ الَّذِیْ عَلَیْهِنَّ بِالْمَعْرُوْفِ. (سورۃ بقرہ: ۲۲۸)

''اور ان عورتوں کو معروف طریقے کے مطابق ویسے ہی حقوق حاصل ہیں جیسے (مردوں کو) اُن پر حاصل ہیں۔''

مرد عورت کا نگران ہے وہ اس کے تمام مصالح، ادب اور رہنمائی کا ذمہ دار ہے جیسا کہ اللہ کا فرمان ہے۔

اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَی النِّسَآءِ، بِمَا فَضَّلَ اللّٰهُ بَعْضَهُمْ عَلٰی بَعْضٍ وَّبِمَآ اَنْفَقُوْا مِنْ اَمْوَالِهِمْ. (سورۃ النساء: ۳۴)

''مرد عورتوں کے نگراں ہیں، کیونکہ اللہ نے ان میں سے ایک کو دوسرے پر فضیلت دی ہے۔ اور کیونکہ مردوں نے اپنے مال خرچ کئے ہیں۔''

خاوند کے بیوی پر حقوق میں یہ بھی شامل ہے کہ وہ خاوند کی اس وقت تک اطاعت کرتی رہے جب تک کہ اس میں اللہ کی نافرمانی نہ ہو۔ اس کے مال اور اس

کے راز کی حفاظت کرے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''اگر میں کسی کو سجدہ کا حکم دیتا (اور جائز ہوتا) تو عورت کو حکم دیتا کہ وہ اپنے خاوند کو سجدہ کرے''۔ (جامع ترمذی)

آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''جب خاوند اپنی بیوی کو بستر پر بلائے اور وہ آنے سے انکار کردے اور خاوند اسی غصے میں رات گذار دے تو اس عورت پر فرشتے صبح تک لعنت بھیجتے رہتے ہیں۔'' (ترمذی)

اور خاوند کے اس پر حقوق میں یہ بات بھی ہے کہ وہ کوئی ایسا کام نہ کرے جس کی وجہ سے خاوند اس سے پورا فائدہ نہ اُٹھا سکے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے:

''کسی عورت کو جب اُس کا خاوند موجود ہو تو بغیر اس کی اجازت کے روزہ رکھنا جائز نہیں اور کسی کو اس (خاوند) کی اجازت کے بغیر گھر میں نہ آنے دے''۔ (مشکوٰۃ)

آپ ﷺ نے خاوند کی رضا کو اس کے جنت میں داخل ہونے کا سبب بتایا ہے۔

ترمذی شریف میں حضرت ام سلمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی روایت کردہ حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

'' جو عورت ایسے حال میں دنیا سے گئی کہ اس کا خاوند اس سے راضی تھا تو وہ جنت میں جائے گی''۔ (ترمذی)

ساتواں حق (حاکم ورعیت کے حقوق)

حاکموں میں ملک کے سربراہ اعلیٰ اور دیگر شعبوں کے سربراہ بھی شامل ہیں اوران سب کا رعیت پر اور رعیت کا ان پر حق ہے۔

رعیت کے والی پر جو حقوق ہیں ان میں امانت ہے جس کی ذمہ داری اللہ نے انہیں دی ہے اور رعیت کی بھلائی، ہمدردی اور مفادات کا تحفظ ان پر کماحقہ لازم ہے اور پہلے مسلمانوں کی راہ پر چلنا ضروری ہے، اور یہی راہ رسول پاک ﷺ کی تھی اسی میں ان کی اور رعایا اور ماتحت عملہ کی سعادت وخوش نصیبی ہے، اور یہ رعایا کی رضا ان کے حق میں نہایت ہی خوش آئند ہے اسی سے ان کے درمیان رابطہ رہے گا اور ان کے تابع فرمان رہیں گے اور ان کے امور کو امانتدارانہ ادا کرسکیں گے۔ پس جو اللہ سے ڈرتا رہے گا اس سے لوگ بھی ڈریں گے جو اللہ کی رضا کی فکر کرے گا تو اسے اللہ کافی ہوگا۔ اوراس سے لوگوں کو راضی رکھے گا، اس لیے کہ دل اللہ کے ہاتھ میں ہیں اور جیسے چاہتا ہے وہ انہیں پھیر دیتا ہے رعیت پر والیوں کے جو حقوق ہیں ان میں ان کے ساتھ ہمدردی ہے اور جس چیز میں ان سے غفلت ہوجائے اس میں ان کو وعظ ونصیحت اور یاد کرانا ہے اور جب وہ راہِ راست سے ہٹنے لگیں تو ان کے حق میں دعائے خیر کرنا ہے، اوران امور میں ان کی اطاعت کرنا ہے جس میں اللہ کے حکموں کی نافرمانی نہ ہو، اس پر تمام اموراوران کی مخالفت اور نافرمانی سے فساد برپا ہوجائے گا، اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''اے ایمان والو! اللہ، اس کے رسول اوراپنے میں سے حکم والے کی اطاعت کرو''۔ (سورہ نساء:۵۹)

حاکم وقت کی سمع واطاعت لازمی ہے

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلسَّمْعُ وَالطَّاعَةُ عَلَی الْمَرْءِ الْمُسْلِمِ فِیْمَا اَحَبَّ وَکَرِهَ مَا لَمْ یُؤْمَرْ بِمَعْصِیَةٍ فَاِذَا اُمِرَ بِمَعْصِیَةٍ فَلَا سَمْعَ وَلَاطَاعَةَ. (صحیح البخاری: ۷۱۴۴)

آپ ﷺ کا فرمان ہے: ''مسلمان پر سننا اور اطاعت کرنا لازم ہے چاہے وہ اسے پسند کرے یا نہ الا یہ کہ حاکم کسی بات کا حکم دے جس میں اللہ کی نافرمانی ہو، ایسے میں اس کی کوئی اطاعت نہیں۔''

حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت ہے کہ ہم ایک سفر میں رسول پاک ﷺ کے ہمراہ تھے، ایک منزل پہ اُترے، رسول پاک ﷺ کی طرف سے ایک منادی نے سب کو یہ کہہ کر کہ: نماز جمع کرنے والی ہے'' بلایا، ہم سب آپ ﷺ کے پاس جمع ہو گئے۔ آپ ﷺ نے فرمایا کہ: اللہ نے جو بھی نبی بھیجا ان کے ذمہ اپنی امت کی ہر خیر و بھلائی کی رہنمائی کرنا ضروری تھا، اور اسی طرح ہر برائی اور شر کے انجام سے ڈرانا بھی ان کے ذمہ تھا، اور تمہاری اس امت کی عافیت اس کے اول (پہلے لوگوں) میں رکھ دی گئی ہے اور اسکے آخر میں آنے والوں کو بہت سی آزمائش اور ایسے کاموں سے واسطہ پڑے گا جنہیں وہ پسند نہیں کریں گے، اور ان پر فتنوں کی آمد آمد ہو گی۔ ان میں مومن بندہ پکار اُٹھے گا کہ اس فتنہ میں میری ہلاکت ہے، اور وہ ختم نہیں ہو گا کہ دوسرا آجائے گا اور وہ یہ سمجھے گا کہ مجھے یہ لے بیٹھے گا جسے

یہ پسند ہو کہ اُسے دوزخ سے بچا کر جنت میں داخل کردیا جائے تو اس کی موت اس حالت میں آنی چاہئے کہ وہ اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتا ہو، اور وہ لوگوں کے ساتھ وہی سلوک کرتا ہو جیسا وہ خود ان سے، اپنے حق میں چاہتا ہے (اچھا سلوک کرے) اور جس نے کسی سربراہ کے ہاتھ میں ہاتھ دیا اور بیعت کی اور اسے اپنا خلوص پیش کردیا تو اُسے جس حد تک ممکن ہو اس کی اطاعت کرنی چاہیے، اگر کسی دوسرے شخص نے آکر اس کے ساتھ نزاع کیا تو اس دوسرے کی گردن ماردو)! (مسلم)

ایک آدمی نے آپ ﷺ سے سوال کیا کہ کہ اے اللہ کے نبی! اگر ہم پر ایسے حکمران آجائیں جو ہم سے اپنا حق تو مانگیں مگر ہمارا حق نہ دیں تو ایسے میں، ہمارے لیے آپ ﷺ کا کیا حکم ہے؟ تو آپ ﷺ نے اس سے اِعراض کیا، اس نے دوبارہ پوچھا تو فرمایا:

"سنو اور اطاعت کرو وہ ان کی ذمہ داری ہے اور یہ تمہاری ذمہ داری ہے۔"

والیوں کے اپنی رعایا پر جو حقوق ہیں ان میں یہ بھی ہے کہ وہ اپنے والیوں سے ان کے کاموں میں ہاتھ بٹائیں اور ان کی ان کاموں کے نفاذ میں مدد کریں، ان میں سے ہر ایک کو سوسائٹی میں اپنی ذمہ داری جاننی چاہیے، تاکہ کام ٹھیک انجام پائیں اور نظام درست رہے، اگر رعایا اپنے والیوں کا ان کی ذمہ داریوں میں ہاتھ نہیں بٹائے گی تو وہ انہیں صحیح طرح انجام نہیں دے سکیں گے۔

آٹھواں حق (حقِ ہمسائیگی) پڑوسیوں کے حقوق

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهُ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ

وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَّا یَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ.

(مسند احمد: ۸۸۵۵)

''وہ آدمی جنت میں نہیں جائے گا، جس کے پڑوسی اس کی تکلیف سے محفوظ نہیں۔''

آج بہت سے لوگ حق ہمسائیگی کا پاس نہیں کرتے اور نہ ان کے پڑوسی ان کی تکلیف سے محفوظ ہیں آپ ہمیشہ انہیں آپس میں لڑتا جھگڑتا اور زیادتی کرتا ہوا دیکھیں گے یا انہیں زبانی اور عملی طور پر ایذاء پہنچاتے ہوئے دیکھیں گے۔ یہ اللہ اور اس کے رسول کے حکم کی واضح خلاف ورزی ہے، اور مسلمانوں کی جدائی اور ان کے دلوں کی دوری کا باعث ہے اور ایک دوسرے کی عزت کو پامال کرنا ہے۔

مکان اور جگہ میں قریبی آدمی آپ کا پڑوسی ہے اس کا تم پر بڑا حق ہے اگر وہ رشتہ دار بھی ہو اور مسلمان بھی تو پھر اس کے تم پر تین حق ہیں پڑوس کا، رشتہ داری کا، اور اسلام کا، اگر وہ مسلمان ہے مگر اس کے ساتھ کوئی خاندانی رشتہ داری نہیں تو اس کے حق دو ہیں پڑوس کا اور مسلمانی کا، اگر رشتہ بھی نہیں اور مسلمان بھی نہیں تو پھر اس کا صرف ایک ہی حق...... حق ہمسائیگی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ بِالْوَالِدَیْنِ اِحْسَانًا وَّبِذِی الْقُرْبٰی وَالْیَتٰمٰی وَالْمَسٰکِیْنِ وَ الْجَارِ ذِی الْقُرْبٰی وَ الْجَارِ الْجُنُبِ وَالصَّاحِبِ بِالْجَنْبِ.

(سورۃ النساء: آیت/۳۶)

''اور والدین کے ساتھ اچھا سلوک کرو، نیز رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، قریب والے پڑوسی، دور والے پڑوسی، ساتھ بیٹھے (یا ساتھ کھڑے) ہوئے شخص کے ساتھ بھی (اچھا سلوک کرو)۔''

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰی عَنْهَا عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ مَازَالَ يُوْصِيْنِيْ جِبْرِيْلُ بِالْجَارِ حَتّٰى ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَيُوَرِّثُهٗ. (صحیح البخاری:۶۰۱۴)

آپ ﷺ نے فرمایا: ”پڑوسی کے بارہ میں جبرئیل نے مجھے بار بار اتنی تاکید کی کہ مجھے گمان ہوا کہ اُسے اس کا وارث قرار دے دیا جائے گا۔“

ایک پڑوسی کا دوسرے پر یہ حق ہے کہ وہ اس کے ساتھ جتنا ممکن ہو، مال عزت اور فائدہ پہنچانے میں اچھا سلوک کرے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ

”اللہ کے ہاں اچھا پڑوسی وہ ہے جو اپنے پڑوسی کے حق میں اچھا ہے“۔

آپ ﷺ نے فرمایا:

”جو اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتا ہے اُسے چاہیئے کہ وہ اپنے پڑوسی سے اچھا سلوک کرے۔“

آپ ﷺ نے یہ بھی فرمایا: ”جب سالن پکاؤ تو اس میں پانی زیادہ ڈالدو اور اپنے پڑوسیوں کو بھی دو۔“

پڑوسی کے ساتھ اچھے سلوک کا یہ مطلب ہے کہ مناسب موقعوں پر انہیں تحفے اور ھدیئے دیتے رہو، اس لیے کہ ھدیہ دینے سے محبت بڑھتی اور دشمنی ختم ہوتی ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا برتاؤ لازمہ ایمان

عَنْ اَبِيْ شُرَيْحٍ الْعَدَوِيِّ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ سَمِعَتْ اُذُنَايَ وَاَبْصَرَتْ عَيْنَايَ حِيْنَ تَكَلَّمَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ

فَقَالَ مَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ جَارَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيُكْرِمْ ضَيْفَهُ وَمَنْ كَانَ يُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْآخِرِ فَلْيَقُلْ خَيْرًا اَوْلِيَصْمُتْ. (رواہ بخاری و مسلم)

حضرت ابوشریح عدوی ﷺ سے روایت ہے کہ میں نے اپنے کانوں سے رسول اللہ ﷺ کا ارشاد سنا اور جس وقت آپ یہ فرما رہے تھے اس وقت میری آنکھیں آپ ﷺ کو دیکھ رہی تھیں آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا جو شخص اللہ اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اس کے لئے لازم ہے کہ اپنے پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ کرے اور جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ مہمان کا اکرام کرے اور جو اللہ پر اور یوم آخرت پر ایمان رکھتا ہو اسے لازم ہے کہ اچھی بات بولے یا پھر چپ رہے"

فائدہ:

اللہ رحم فرمائے آج ہم مسلمانوں میں ان باتوں میں سے ایک بات بھی نہیں ہے نہ پڑوسی کے ساتھ اکرام کا معاملہ ہے نہ مہمان کے ساتھ اور جب بولیں گے تو اخلاق کے دائرے سے ہٹ کر بولیں گے فضول وقت ضائع کریں گے، اس سے بہتر تو یہ ہے کہ خاموش اور چپ رہیں کم سے کم ثواب نہ ملا تو گناہ تو لازم نہ آئے۔

شریر اور فسادی پڑوسی مؤمن نہیں ہوسکتا

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلّٰى

اللّٰہُ عَلَیْہِ وَآلِہٖ وَسَلَّمَ وَاللّٰہِ لَایُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَایُؤْمِنُ وَاللّٰہِ لَایُؤْمِنُ قِیْلَ مَنْ یَارَسُوْلَ اللّٰہِ قَالَ الَّذِیْ لَایَاْمَنُ جَارُہٗ بَوَائِقِہٖ.

(بخاری و مسلم)

''حضرت ابوہریرہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ایک دن ارشاد فرمایا کہ خدا کی قسم وہ شخص مومن نہیں خدا کی قسم اس میں ایمان نہیں خدا کی قسم وہ صاحب ایمان نہیں عرض کیا گیا یارسول اللہ کون شخص (یعنی حضور کس بدنصیب شخص کے بارے میں قسم کے ساتھ ارشاد فرمارہے ہیں کہ وہ مؤمن نہیں اوراس میں ایمان نہیں) آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ وہ آدمی جس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور فساد پردازیوں سے مامون اور بے خوف نہ ہوں۔(یعنی ایسا آدمی ایمان سے محروم ہے)۔''

فائدہ:

حدیث کے الفاظ میں غور کرکے ہر شخص اندازہ کرسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد کیسے جلال سے معمور ہے اور جس وقت آپ نے یہ ارشاد فرمایا ہوگا اس وقت آپ کا حال اور آپ کے خطاب کا انداز کیا رہا ہوگا۔

بہرحال اس پرجلال ارشاد کا مدعا اور پیغام یہی ہے کہ ایمان والوں کے لئے لازم ہے کہ پڑوسیوں کے ساتھ ان کا برتاؤ اور رویہ ایسا شریفانہ رہے کہ وہ ان کی طرف سے بالکل مطمئن اور بے خوف رہیں ان کے دل و دماغ میں بھی ان کے بارے میں کوئی اندیشہ اور خطرہ نہ ہو اگر کسی مسلمان کا یہ حال نہیں ہے اور اس کے پڑوسی اس سے مطمئن نہیں ہیں تو رسول اللہ ﷺ کا ارشاد ہے کہ اسے ایمان کا مقام نصیب نہیں ہے۔

پڑوسیوں کی ایذاءرسانی پر جنت سے محرومی

عَنْ اَنَسٍ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهِ عَلَيْهِ وَاٰلِهٖ وَسَلَّمَ لَا يَدْخُلُ الْجَنَّةَ مَنْ لَا يَاْمَنُ جَارُهٗ بَوَائِقَهٗ.

(مسلم)

''حضرت انس ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا وہ آدمی جنت میں داخل نہ ہوسکے گا جس کی شرارتوں اور ایذاءرسانیوں سے اس کے پڑوسی مامون نہ ہوں۔''

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ جس آدمی کا کردار اور رویہ ایسا ہو کہ اس کے پڑوسی اس کی شرارتوں اور بداطواریوں سے خائف رہتے ہوں وہ اپنی اس بدکرداری کی وجہ سے اور اس کی سزا پائے بغیر جنت میں نہ جاسکے گا ان دو حدیثوں سے سمجھا جاسکتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کی ابتدائی تعلیم وہدایت میں ہمسایوں کے ساتھ حسن سلوک کا کیا درجہ ومقام ہے نبوت کی زبان میں کسی عمل کی سخت تاکید اور دین میں اس کی انتہائی اہمیت جتانے کے لئے آخری تعبیر یہی ہوتی ہے کہ اس میں کوتاہی کرنے والا مومن نہیں، یا یہ کہ وہ جنت میں نہ جاسکے گا۔

افسوس ہے کہ اس طرح کی حدیثیں ہمارے علمی اور درسی حلقوں میں اب کلامی بحثوں اور علمی موشگافیوں کا موضوع بن کر رہ گئی ہیں شاذ ونادر ہی اللہ کے وہ خوش نصیب بندے ہوں گے جو یہ حدیثیں پڑھ کر اور سن کر زندگی کے اس مقصد کو

درست کرنے کی فکر میں لگ جائیں حالانکہ حضور ﷺ کے ان ارشادات کا مقصد و مدعا یہی ہے۔

یہ حدیثیں پڑھنے اور سننے کے بعد بھی اپنے پڑوسیوں کے ساتھ برتاؤ اور رویہ کو بہتر اور خوشگوار بنانے کی فکر نہ کرنا بلاشبہ بڑی شقاوت اور بدبختی کی نشانی ہے۔

پڑوسی کی فکر و خبر گیری ضروری ہے

عَنْ اَنَس رَضِیَ اللّٰہُ تَعَالٰی عَنْہُ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مَا اٰمَنَ مَنْ بَاتَ شَبْعَانٌ وَجَارُہٗ جَائِعٌ اِلٰی جَنْبِہٖ وَھُوَ یَعْلَمُ بِہٖ. (رواہ بزار والطبرانی فی الکبیر)

"حضرت انس ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: وہ آدمی مجھ پر ایمان نہیں لایا (اور وہ میری جماعت میں نہیں ہے) جو ایسی حالت میں اپنا پیٹ بھر کر رات کو (بے فکری سے) سو جائے کہ اس کے برابر رہنے والا اس کا پڑوسی بھوکا ہو اور اس آدمی کو اس کی بھوکے ہونے کی خبر بھی ہو۔"

فائدہ:

افسوس ہم مسلمانوں کے طرز عمل اور رسول اللہ ﷺ کے ان ارشادات میں اتنا بعد اور فاصلہ ہو گیا ہے کہ کسی ناواقف کو اس بات کا یقین کرنا مشکل ہے ان ارشادات میں اعلان فرما دیا ہے کہ جو شخص اپنے پڑوسیوں کے بھوک و پیاس کے مسئلوں اور اسی طرح کی دوسری ضرورتوں سے بے فکر اور بے نیاز ہو کر زندگی گزارے وہ مجھ پر ایمان نہیں لایا اور اس نے میری بات بالکل نہیں مانی

اور وہ میرا نہیں ہے، یہ بات بھی ملحوظ رکھنے کی ہے کہ ان تمام حدیثوں میں مسلم اور غیر مسلم پڑوسی کی کوئی تخصیص نہیں کی گئی بلکہ یہ سارے حقوق غیر مسلم پڑوسیوں کے بھی ہیں۔

لمحہ فکریہ

آج مسلمان جن حالات سے دوچار ہیں اس بات کا نتیجہ ہے کہ مسلمان کی زندگی حضور ﷺ کی تعلیمات و ہدایات سے خالی ہے جب تک ہم اپنی زندگیوں میں حضور ﷺ کی تعلیمات و ہدایات سے خالی ہیں جب تک ہم اپنی زندگیوں میں حضور ﷺ کی سنتوں کو رواج نہیں دیں گے اور آپ ﷺ کی تعلیمات پر عمل نہیں کریں گے اس وقت تک ہم ایسے ہی پریشان اور خائف رہیں گے اور آپ ﷺ نے جو حقوق پڑوسیوں کے بتائے ہیں اگر مسلمان ان پر عمل کریں اور اپنی زندگیوں میں ان کو رواج دیں تو وہ دن دور نہیں کہ ہر ایک دوسرے سے محبت کریں اور اس کے مال کی حفاظت کریں، جان کی اور عزت و آبرو کی بھی حفاظت کریں، آپس میں بھائی چارگی ہو امن و امان ہو ہر کوئی دوسرے کا حق ادا کرنے والے ہوں نہ کہ حق دبانے والے ہوں، آج اس طرح ہوسکتا ہے بشرطیکہ ہم اپنا اصل چہرہ قرآن و حدیث کے آئینہ میں دیکھیں اور قرآن و حدیث کو اپنا ضابطہ حیات بنائیں اور اپنی آخرت کی فکر کریں کہ ہم سب کو عند اللہ جواب دینا ہے تو اس سے پہلے ہم اس کی تیاری کریں اللہ ہم سب کو حضور ﷺ کی سنتوں پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور پڑوسیوں کے حقوق ادا کرنے کی توفیق دے۔ آمین

پڑوسیوں سے ہمہ وقت کا تعلق اور واسطہ

انسان کا اپنے ماں باپ اپنی اولاد اور قریبی رشتہ داروں کے علاوہ ایک مستقل واسطہ اور تعلق ہمسایوں اور پڑوسیوں سے بھی ہوتا ہے اور اس کی خوشگواری اور ناخوشگواری کا زندگی کے چین وسکون پر اور اخلاق کے بناؤ و بگاڑ پر بہت زیادہ اثر پڑتا ہے۔ رسول اکرم ﷺ نے اپنی تعلیم و ہدایات میں ہمسائیگی اور پڑوسی کے اس تعلق کو بڑی عظمت بخشی ہے اور اس کے احترام اور رعایت کی بڑی تاکید فرمائی ہے یہاں تک کہ اس کو ایمان کا جزو اور حصہ قرار دیا ہے اور حصول جنت کی شرط اور رسول خدا سے محبت کا معیار ٹھہرایا ہے۔ آیئے احادیث کی گہرائی میں جا کر ذرا اس مضبوط رشتہ کی تحقیق واہمیت کا اندازہ لگائیں اور پھر احادیث طیبہ سے ملنے والے احکامات کے مطابق پڑوسیوں کے حقوق کا بھی خاص خیال رکھنے کی بھرپور کوشش کریں۔

پڑوسیوں کے بارے میں حضرت جبرئیل کی وصیت

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ رَضِیَ اللّٰهُ تَعَالیٰ عَنْهُ قَالَ مَا زَالَ یُوْصِیْنِیْ جِبْرِیْلُ بِالْجَارِ حَتّٰی ظَنَنْتُ اَنَّهٗ سَیُوَرِّثُهٗ. (صحیح البخاری: ۲۰۱۴)

”حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا اور حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کہ حضرت جبرئیل پڑوسی کے حق کے بارے میں مجھے برابر وصیت اور تاکید کرتے رہے یہاں تک کہ میں خیال کرنے لگا کہ وہ اس کو وارث قرار دیں گے۔“

مطلب یہ ہے کہ پڑوسی کے حق اور اس کے ساتھ اکرام ورعایت کا رویہ

رکھنے کے بارے میں اللہ کی طرف سے حضرت جبرئیل مسلسل ایسے تاکیدی احکام لاتے رہے کہ مجھے خیال ہوا کہ شاید اس کو وارث بھی بنادیا جائے گا۔

یعنی خداوند قدوس کی طرف سے یہ حکم آجائے گا کہ کسی کے انتقال کے بعد جس طرح اس کے ماں باپ اور اولاد وغیرہ وارث بنتے ہیں اسی طرح پڑوسیوں کو بھی وراثت کا حق دیا جائے۔ اس سے مقصود پڑوسیوں کے حقوق کی اہمیت کا اظہار ہے۔

پڑوسیوں کے ساتھ اچھا رویہ

عن عبدالرحمٰن بن ابی قراد رضی الله تعالیٰ عنه ان النبی صلی اللّٰه علیه وسلم توضا یوماً فجعل اصحابه یتمسحون بوضوئه فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم ما حملکم علی هذا قالوا حب اللّٰه ورسوله فقال النبی صلی اللّٰه علیه وسلم من سره ان یحب اللّٰه ورسوله او یحبه اللّٰه ورسوله فلیصدق حدیثه اذا حدث ولیرد امانته اذا اوتمن ولیحسن جوار من جاوره. (شعب الایمان: ۱۴۴۰)

"عبدالرحمٰن بن ابی قراد ؓ سے روایت ہے کہ ایک دن رسول اللہ ﷺ نے وضو فرمایا تو آپ کے وضو کا استعمال شدہ پانی لے کر اپنے اوپر ملنے لگے۔ حضور ﷺ نے ان سے فرمایا کہ تمہارے لیے اس کا کیا باعث اور محرک ہے (یعنی اس طرح کرنے کا تم کو کس نے کہہ دیا) انہوں نے عرض کیا کہ بس اللہ

اور رسول کی محبت۔ آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کی یہ خوشی اور چاہت ہو کہ اس کو اللہ اور رسول کی محبت نصیب ہو تو اسے چاہیے کہ وہ ان تین باتوں کا اہتمام کرے۔ ۱۔ بات کرے تو سچ بولے، ۲۔ جب کوئی امانت اس کو سپرد کی جائے تو امانت داری کے ساتھ اس کو ادا کرے۔ ۳۔ اور اپنے پڑوسیوں کے ساتھ اچھا رویہ رکھے۔"

پڑوسیوں کے کچھ متعین حقوق

عن بهز بن حكيم عن ابيه عن جده قال قلت يا رسول الله ما حق جاری علیّ؟ قال ان مرض عدته وان مات شيعته وان استقرضك اقرضته وان اَعْوَرَ سترته وان اصابه خير هنّاته وان اصابته مصيبة عزّيته ولاترفع بناءك فوق بنائه فتسُدّ عليه الريح ولاتؤذه بريح قدرك الّا ان تغرف لهمنها. (المعجم الکبیر: ۱۰۱۴)

"عن بہز بن حکیم ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا: پڑوسیوں کے حقوق تم پر یہ ہیں کہ اگر وہ بیمار ہو جائے تو اس کی عیادت اور خبر گیری کرو اور اگر انتقال کر جائے تو اس کے جنازے کے ساتھ جاؤ اور اگر وہ قرض مانگے تو اس کو قرض دو اور اگر وہ کوئی برائی کر بیٹھے تو پردہ پوشی کرو اور اگر اسے کوئی نعمت ملے تو اس کو مبارک باد دو اور اگر کوئی مصیبت پہنچے تو تعزیت کرو اور اپنی عمارت اس کی عمارت سے اس طرح بلند نہ کرو کہ اس کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور (جب تمہارے گھر کوئی اچھا کھانا پکے تو اس کی کوشش کرو

کہ) تمہاری ہانڈی کی مہک اس کے لیے ایذا کا باعث نہ بنے الا یہ کہ اس میں سے تھوڑا سا کچھ اس کے گھر بھی بھیج دو۔"

فائدہ:

اس حدیث میں پڑوسی کے حقوق باقاعدہ متعین کر کے بتا دیئے گئے ہیں جن کی پاسداری رکھنا نہایت ضروری اور ایمان کا حصہ ہے لیکن ان حقوق میں سے آخری دو حقوق خاصی اہمیت کے حامل ہیں۔ پہلا یہ کہ اپنے گھر کی تعمیر میں اس بات کا لحاظ رکھو کہ اس کی دیواریں اس طرح نہ اٹھاؤ کہ پڑوسی کے گھر کی ہوا بند ہو جائے اور یہ اس کی تکلیف کا باعث بنے۔ دوسرا یہ کہ جب گھر میں کوئی مرغن اور لذیذ چیز پکے تو اس بات کا ضرور خیال رکھو کہ ہانڈی کی مہک اس کے گھر تک نہ پہنچے جو یقیناً مشکل ہے بلکہ بہتر یہ ہے کہ کچھ نہ کچھ اس کے گھر بھیج دو۔ رسول اکرم ﷺ کی ان دو ہدایتوں سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ پڑوسیوں کے بارے میں کتنے نازک اور باریک پہلوؤں کی رعایت کو آپ نے ضروری قرار دیا ہے۔ آیئے اس ضمن میں ایک اور حدیث پر نظر ڈالتے ہیں۔

"حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جب تم میں سے کسی کے ہاں سالن کی ہانڈی پکے تو اسے چاہیے کہ شوربہ زیادہ کر لے پھر اس میں سے کچھ پڑوسی کو بھی بھیج دے۔"

(معجم اوسط للطبرانی)

پڑوسیوں کی تین قسمیں

حضرت جابر ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ پڑوسی تین قسم کے ہوتے ہیں۔

(۱) ایک وہ پڑوسی جس کا صرف ایک ہی حق ہو اور وہ (حق کے لحاظ سے) سب سے کم درجہ کا پڑوسی ہے۔

(۲) دوسرا وہ پڑوسی جس کے دو حق ہیں۔

(۳) اور تیسرا وہ پڑوسی جس کے تین حق ہیں۔ تو ایک حق والا پڑوسی مشرک ہے جس سے کوئی رشتہ داری بھی نہیں ہے تو اس کا صرف پڑوسی ہونے کا حق ہے۔ اور دو حق والا آدمی پڑوسی ہونے کے ساتھ مسلمان ہے اور تین حق والا پڑوسی وہ ہے جو پڑوسی بھی ہو، مسلمان بھی ہو اور رشتہ دار بھی ہو تو اس کا ایک مسلمان ہونے کا حق، دوسرا حق پڑوسی ہونے کا اور تیسرا حق رشتہ داری کا ہوگا۔

فائدہ:

پڑوسیوں کے جو حقوق قرآن و حدیث میں بیان فرمائے گئے ہیں اور ان کے اکرام اور رعایت و حسن سلوک کی جو تاکیدیں فرمائی گئی ہے ان میں غیر مسلم بھی شامل ہیں اور ان کے بھی وہی حقوق ہیں جو ایک پڑوسی کو حاصل ہوتے ہیں۔ اسلام کی تعلیمات میں سے یہ ایک عظیم تعلیم و درس ہے یعنی اسلام ایک ایسا بین الاقوامی مذہب ہے کہ اس میں حقوق کے حوالے سے کافروں اور مشرکوں کو بھی فراموش نہیں کیا گیا ہے۔ آج حقوق کی حق تلفی کا بازار گرم ہے اپنے پڑوسیوں کو کئی طریقوں سے

ستایا جاتا ہے۔ اس کو جہاں اپنی پریشانیوں کا سامنا ہوتا ہے وہاں ایک اور پڑوسی کی ایذا رسانیوں کا بھی شکار ہونا پڑتا ہے۔ یاد رکھیں کہ اپنے پڑوسی کو ستانے والوں کو کبھی نہیں بخشا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ ہم سب کو ہمسایوں کے حقوق کی مکمل خیال داری کی توفیق نصیب فرمائے۔ آمین

نواں حق (عام مسلمانوں کے حقوق)

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَة رضی الله تعالیٰ عنه قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِلْمُسْلِمِ عَلَی الْمُسْلِمِ سِتُّ خِصَالٍ یَعُوْدُهٗ اِذَا مَرِضَ وَیَشْهَدُهٗ اِذَا مَاتَ وَیُجِیْبُهٗ اِذَا دَعَاهُ وَمُسَلِّمٌ عَلَیْهِ اِذَا لَقِیَهٗ وَیُشَمِّتُهٗ اِذَا عَطَسَ وَ یَنْصَحُ لَهٗ اِذَا غَابَ اَوْ شَهِدَ. (ذکره صاحب المشکوٰة . (بروایة النسائی)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ روایت فرماتے ہیں کہ ایک مسلمان کے دوسرے مسلمان پر چھ حق واجب ہیں، بیمار ہوتو اس کی عیادت کرے، مرجائے تو اس کے جنازہ میں شرکت کرے، اگر وہ بلائے تو اس کی دعوت قبول کرلے ۔ ملاقات ہوتو اس کو سلام کرے، چھینکے اور الحمد للہ کہے تو اس کے جواب میں یرحمک اللہ کہے اور حاضر و غائب یکساں اس کی خیر خواہی کرتا رہے۔''

اس حدیث میں مسلمانوں کے چند باہمی حقوق بیان کئے گئے ہیں:

بیمار کی عیادت مسلمان کا حق ہے

پہلا حق یہ ہے کہ: جب وہ بیمار ہو جائے تو اس کی بیمار پرسی کرے، اور مریض کی عیادت دراصل اُسے ملنے جانا ہے اور یہ اس کا مسلمانوں پر حق ہے اور انہیں یہ حق ادا کرنا چاہئے اور جب بیمار رشتہ دار، دوست یا پڑوسی ہو تو پھر اس کا یہ حق اور بھی زیادہ ہو جاتا ہے۔ عیادت بیمار اور بیماری کے لحاظ سے ہی ہوگی کبھی حالات کا تقاضہ یہ ہوگا کہ عیادت زیادہ کی جائے اور کبھی کم۔ بہتر یہ ہے کہ حالات کے پیش نظر عیادت کی جائے اور جو عیادت کے لیے جائے اس کے لیے سنت طریقہ یہ ہے کہ مریض سے اس کا حال پوچھے اور اس کے لیے دعا کرے، اس کے لیے تکلیف دور ہونے کی بات کرے اور امید دلائے اور یہ صحت وسلامتی اور شفاء کا سبب ہے، اور مناسب ہوگا کہ اُسے اچھے انداز میں توبہ کرنے کی طرف متوجہ کرے مثلاً یوں کہنا کہ اس بیماری سے بہت سی خیر آپ کے حصہ میں آ گئی، بیماری سے اللہ تعالیٰ خطائیں دور کرتا ہے اور برائیوں کو مٹا دیتا ہے اور امید ہے کہ اس تکلیف پر اللہ آپ کو بڑا اجر دے گا۔ اس میں اللہ کی یاد، گناہوں کی بخشش مانگنا اور دُعا کرنا بڑا مفید ہوگا۔

مسلمان کا جنازہ و تدفین اس کا حق ہے

دوسرا حق یہ ہے کہ: جب وہ فوت ہو جائے تو اس کے جنازہ میں جانا مرنے والے مسلمان کا اس کے زندہ مسلمان بھائی پر حق ہے، اس میں بڑا اجر و ثواب ہے۔ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ جو جنازہ میں گیا یہاں تک کہ اس کی نماز

جنازہ ادا کی گئی اس کو ایک قیراط کے برابر ثواب ملے گا اور جس نے اس کی تدفین تک انتظار کیا اُسے دو قیراط ثواب ملے گا، پوچھا گیا کہ قیراط کیا ہے؟ فرمایا:

''ایک قیراط کی مقدار آپ ﷺ نے احد پہاڑ جتنی بتائی''۔(مشکوٰۃ)

مسلمان کا احترام اور اذیت سے بچانا بھی اس کا حق ہے

مسلمان کے مسلمان پر حقوق میں اس سے تکلیف کا دور کرنا بھی ہے، مسلمانوں کو اذیت دینا بہت بڑا گناہ ہے، اللہ کا ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ يُؤْذُوْنَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ بِغَيْرِ مَا اكْتَسَبُوْا فَقَدِ احْتَمَلُوْا بُهْتَانًا وَّ اِثْمًا مُّبِيْنًا.(سورۃ الاحزاب: آیت:۵۸)

''اور جو لوگ مؤمن مردوں اور مؤمن عورتوں کو اُن کے کسی جرم کے بغیر تکلیف پہنچاتے ہیں، انہوں نے بہتان طرازی اور کھلے گناہ کا بوجھ اپنے اوپر لا دلیا ہے۔''

اور اگر کسی نے (قصداً) کسی مسلمان کو اذیت دی تو اللہ تعالیٰ آخرت سے پہلے دنیا میں ہی اس سے انتقام لے گا۔ آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

''ایک دوسرے سے بغض نہ رکھو اور نہ منہ موڑو، اور اللہ کے بندے بھائی بھائی ہو جاؤ۔'' (مشکوٰۃ: ص/۴۲۷)

دوسری روایت میں ہے:

''مسلمان مسلمان کا بھائی ہے اس پر ظلم وزیادتی نہیں کرتا، اُسے ذلیل نہیں کرتا اور نہ اسے حقیر سمجھتا ہے، کسی آدمی کے لیے اس کی یہی برائی کافی ہے کہ وہ اپنے مسلمان بھائی کو حقیر سمجھے، مسلمان مسلمان پر حرام ہے، اس کا

خون، اس کا مال اور اس کی عزت و آبرو سب حرام ہیں"۔ (مسلم شریف)

مسلمان کے مسلمان پر بہت سے حقوق ہیں، اس میں سب سے جامع آپ ﷺ کا ارشاد ہے:

"مسلمان مسلمان کا بھائی ہے جب وہ اس سے اخوت اور بھائی چارے کے تقاضے پورے کرنے کے لیے کمر باندھ لے گا تو پھر وہ اپنے بھائی کے لیے ہر بھلائی چاہے گا۔ اور ہر اس بات سے بچے گا جس سے اس کے مسلمان بھائی کو کوئی بھی تکلیف پہنچ سکتی ہے۔"

کمزور اور حاجت مند طبقوں کے حقوق

معاشرے کا ایک پست طبقہ یعنی کمزور طبقہ جو کہ ہمیشہ ظلم کا شکار رہا ہے اور حالات ہمیشہ ان کے مخالف گئے ہیں اور معاشرے میں سب سے زیادہ ناانصافیوں کا شکار ہے ایسے حالات میں اسلام نے کمزور طبقہ کو ایسے ہی بے سہارا نہیں چھوڑا بلکہ ان کے وسائل کو بڑھانے کے لئے جابجا ہدایات دی ہیں، اور معاشرہ پر اس کے کچھ حقوق بتائے ہیں لیکن کیا کیا جائے زندگی کے سمندر میں بڑی مچھلی چھوٹی مچھلی کو کھائے جارہی ہے، نفسانیت کے جنگل میں شیر اور چیتے اور بھیڑیے، بکریوں اور بھیڑوں کو پھاڑے کھا رہے ہیں، بدی نیکی پر، رزالت شرافت پر، خواہشات عقل پر، پیٹ کے تقاضے روح کے تقاضوں پر غالب آچکے ہیں، انسان بالکل ایک درندہ بن چکا ہے، اسے اپنے پرائے غریب، یتیم، میں کوئی بھی نظر نہیں آتا، کسی کا حق دبایا، کسی یتیم کے مال و ملکیت پر قبضہ کیا یا کہیں کسی کی عزت پر ہاتھ اٹھایا کسی کو

قتل کر ڈالا حالانکہ حضور ﷺ نے حاجت مند، اور یتیم بیواؤں سے اچھے سلوک کرنے والوں کے لئے خوشخبریاں سنائیں اور فضائل بتلائے ہیں۔

مسلمان کی دعوت قبول کرنا اس کا حق ہے

تیسرا حق یہ کہ جب وہ تمہیں دعوت دے تو قبول کرو، اگر وہ اپنے کھانے پہ بلائے تو قبول کرو، اور دعوت قبول کرنا سنت مؤکدہ ہے، اس سے داعی اور مدعو کے دل میں جوڑ پیدا ہوتا ہے اور محبت و اُلفت قائم ہوتی ہے، شادی کے موقع پر دعوتِ ولیمہ کا حکم اس سے مستثنیٰ ہے اس کا قبول کرنا معروف شرائط کے ساتھ واجب ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''جس نے دعوتِ ولیمہ قبول نہ کی اس نے اللہ اور اس کے رسول کی نافرمانی کی'' اور آپ ﷺ کا یہ فرمان کہ جب وہ بلائے تو قبول کرو۔''

اس میں یہ بات بھی آسکتی ہے کہ جب وہ آپ کی مدد اور تعاون حاصل کرنا چاہے تو اس کی مدد اور تعاون کرو، اس لیے کہ تمہیں اس کا حکم دیا گیا ہے اگر وہ کسی چیز کے اُٹھانے یا اُتارنے کے لیے بلائے یا اسی طرح کے کسی دوسرے کام کے لیے تو قبول کرو کہ اس کی مدد کا تمہیں حکم ملا ہوا ہے، آپ ﷺ کا فرمان ہے کہ:

''ایک مومن دوسرے کے لیے ایک عمارت کی حیثیت رکھتا ہے جس کا ایک حصہ دوسرے سے ملا ہوا اور تقویت کا باعث ہوتا ہے۔''

اپنے ہاں سلام کو پھیلاؤ

چوتھا حق یہ ہے کہ: السلام علیکم کہنا ہے، یہ سنت مؤکدہ ہے اور یہ مسلمانوں کی باہمی محبت و پیار کا سبب ہے جیسا کہ ظاہر ہے۔ اس سلسلہ میں آپ ﷺ کا یہ ارشاد بھی ہے:

"بخدا تم جنت میں داخل نہیں ہو گے جب تک کہ ایمان نہ لاؤ اور مومن نہیں ہو گے جب تک کہ ایک دوسرے سے محبت نہ کرو، کیا میں تمہیں ایسی بات نہ بتاؤں جب اس پر عمل کرو تو تم میں محبت پیدا ہو جائے؟ صحابہ کرام ؓ نے عرض کیا! حضور! ضرور بتائیں، آپ ﷺ نے ارشاد فرمایا: "سلام کو عام کرو۔"

آپ ﷺ کو جو ملتا آپ اُسے سب سے پہلے سلام کیا کرتے تھے اور جب آپ ﷺ بچوں کے پاس سے گزرتے تو بھی انہیں سلام کیا کرتے تھے۔

یہ بھی سنت ہے کہ چھوٹا بڑے کو سلام کرے اور تھوڑے لوگ زیادہ کو، اور سوار پیدل چلنے والوں کو سلام کریں، اگر وہ شخص جسے پہل کرنی چاہیئے تھی وہ نہ کر سکے تو دوسرے کو سلام کر دینا چاہیے تاکہ سلام کا حق ضائع نہ ہو۔ اگر چھوٹا سلام نہ کرے تو بڑا کر دے اور جب تھوڑے لوگ سلام نہ کریں تو زیادہ لوگ کر دیں تاکہ ثواب پائیں۔

حضرت عمار بن یاسر ؓ کا کہنا ہے کہ جس نے تین باتوں کو جمع کر لیا اس نے اپنے ایمان کو مکمل کر لیا (۱) اپنے معاملہ میں انصاف سے کام لینا (۲) اور جہاں میں سلام کو رواج دینا (۳) اور تنگدستی کے عالم میں بھی (اللہ کی راہ میں) خرچ کرنا"۔

اگر سلام کرنا سنت ہے تو اس کا جواب فرضِ کفایہ ہے، اگر ان میں سے کسی ایک نے بھی جواب دے دیا تو سب کی طرف سے کافی ہوگا۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے:

وَ اِذَا حُيِّيْتُمْ بِتَحِيَّةٍ فَحَيُّوْا بِاَحْسَنَ مِنْهَآ اَوْرُدُّوْهَا. (سورة النساء:٨٦)

''اور جب تمہیں کوئی شخص سلام کرے تو تم اسے اس سے بھی بہتر طریقے پر سلام کا جواب دو یا (کم از کم) انہی الفاظ میں اس کا جواب دے دو۔''

سلام کے جواب میں صرف اھلاً و سھلاً کہنا کافی نہیں اس لیے کہ یہ اس سے بہتر نہیں اور نہ اس جیسا ہے، جب اس نے السلام علیکم کہا تو چاہیے کہ جواب دینے والا: ''وعلیکم السلام'' کہے اور جب وہ اَھلاً کا جواب اَھلاً سے دیا تو یہ اسی جیسا ہے اور اگر اس نے سلام کہا تو یہ اس سے کہیں بہتر ہے۔

چھینک پر دعا دینا مسلمان کا حق ہے

پانچواں حق یہ ہے کہ: جب اُسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ کہے تو اس کے جواب میں تو اُسے یرحمک اللہ کہے، چھینک کے موقع پر اپنے رب کی حمد میں جو اس نے یہ کلمہ کہا ہے اس کی قدر کرتے ہوئے یرحمک اللہ کہے اگر اُسے چھینک آئے اور وہ الحمدللہ نہ کہے تو پھر اس پر کوئی حق نہیں۔ اس لیے کہ جب اس نے اللہ کی حمد میں الحمدللہ نہیں کہا تو اس کا بدلہ یہ ہے کہ وہ جواباً یرحمک اللہ نہ کہے۔ چھینکنے والے کے الحمدللہ کہنے پر ''یرحمک اللہ'' سے جواب دینا فرض ہے اُسے بھی چاہیئے کہ وہ اس کے جواب میں یھدیکم اللہ ویصلح بالکم کہے، اور اگر اُسے

بار بار چھینکیں آنے لگیں تو تین مرتبہ یرحمک اللہ کہے اور چوتھی بار اُسے یرحمک اللہ کے بجائے ''عافاک اللّٰہ'' کہنا چاہیے۔

نصیحت وخیر خواہی مسلمان کا حق ہے

چھٹا حق یہ ہے کہ: جب وہ نصیحت چاہے تو اُسے نصیحت کرو، اس کا مطلب یہ ہے کہ اگر وہ کسی چیز میں آپ کے پاس آ کر نصیحت چاہے تو اس کو نصیحت کرو اس لیے کہ یہ دینی بات ہے، آپ ﷺ نے فرمایا:

عَنْ تَمِيْمِ الدَّارَمِيْ رَضِيَ اللّٰهُ تَعَالٰى عَنْهُ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ الدِّيْنُ النَّصِيْحَةُ قُلْنَا لِمَنْ قَالَ لِلّٰهِ وَلِكِتَابِهٖ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِاَئِمَّةِ الْمُسْلِمِيْنَ وَعَامَّتِهِمْ. (صحیح مسلم:۵۵)

''دین نام ہی نصیحت وخیر خواہی کا ہے، اللہ، اس کی کتاب، اس کے رسول ﷺ، مسلمانوں کے سربراہ اور عام لوگوں کے ساتھ''۔

اگر وہ تمہارے پاس اس غرض کے لیے نہیں آتا اور آئندہ اُسے نقصان پہنچ سکتا ہے یا گناہگار ہو سکتا ہے تو اُسے تمہارا نصیحت کرنا واجب ہے۔ اس لئے کہ یہ مسلمانوں سے تکلیف اور ناگواری کو دور کرنا ہے۔

اور اگر اس میں نقصان اور گناہ کی کوئی بات نہیں اور تم یہ دیکھتے ہو کہ دوسرے کی بنسبت اس میں زیادہ فائدہ ہے تو تمہارا اس سے کچھ کہنا کوئی ضروری نہیں الا یہ کہ وہ خود تم سے نصیحت طلب کرے، ایسے میں نصیحت کرنا لازم ہوگا۔

بیواؤں و ناداروں کا رکھوالا مجاہد کی طرح ہے

عن ابی هريرة رضی الله تعالىٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه واله وسلم الساعى على الأرملة والمسكين كالمجاهد فی سبيل الله واحسبه قال كالقائم لايفتر والصّائم لايفطر. (رواه البخاری و مسلم)

''حضرت ابو ہریرہ ﷺ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا کسی بیچاری بے شوہر والی عورت یا کسی مسکین حاجت مند کے لئے دوڑ دھوپ کرنے والا بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک (اجر و ثواب میں) راہ خدا میں جہاد کرنے والے بندے کے مثل ہے اور، میرا گمان ہے کہ یہ بھی فرمایا تھا۔ اس قائم اللیل (یعنی شب بیدار) بندے کی طرح جو (عبادت اور شب خیزی میں) سستی نہ کرتا ہو اور اس صائم الدہر بندے کی طرح ہے جو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو کبھی ناغہ نہ کرتا ہو''

فائدہ:

ہر شخص جو دین کی کچھ بھی واقفیت رکھتا ہے جانتا ہے کہ راہ خدا میں جہاد و جانبازی بلند ترین عمل ہے اسی طرح کسی بندے کا یہ حال کہ اس کی راتیں عبادت میں کٹتی ہوں اور دن کو ہمیشہ روزہ رکھتا ہو، بڑا ہی قابل رشک ہے لیکن رسول اللہ ﷺ نے اس حدیث میں فرمایا ہے کہ اللہ کے نزدیک یہی درجہ اور مقام ان لوگوں کا بھی ہے، جو کسی حاجت مند مسکین یا کسی ایسی لاوارث عورت کی خدمت

واعانت کے لئے جس کے سر پر شوہر کا سایہ نہ ہو دوڑ دھوپ کریں جس کی صورت یہ بھی ہوسکتی ہے کہ خود محنت کر کے کمائیں اور ان پر خرچ کریں اور یہ بھی کہ دوسرے لوگوں کو ان کی خبر گیری اور اعانت کی طرف متوجہ کرنے کے لئے دوڑ دھوپ کریں بلاشبہ وہ بندے بڑے محروم ہیں جو اس حدیث کے علم میں آجانے کے بعد بھی اس سعادت سے محروم رہیں بے شک آج اس سعادت کو حاصل کرنے والے بہت کم ہے۔

حضور ﷺ کی جنت میں رفاقت کی بشارت

عن سهل بن سعد رضي الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلى الله عليه وسلم انا وكافل اليتيم في الجنة هكذا و اشار بالسبابة والوسطى و فرج بينهما شيئًا. (رواه البخاری)

"حضرت سہل ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا میں اور یتیم کی کفالت کرنے والا آدمی جنت میں اس طرح (قریب) ہوں گے اور آپ نے اپنی انگشت شہادت اور بیچ والی انگلی سے اشارہ کر کے بتلایا اور ان کے درمیان تھوڑی سی کشادگی رکھی۔"

فائدہ:

مطلب یہ ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے اپنی کلمہ والی انگلی اور اس کے برابر والی انگلی اس طرح اٹھا کر کہ ان کے درمیان تھوڑا سا فاصلہ رکھا بتلایا کہ جتنا تھوڑا سا فاصلہ اور فرق تم میری ان دو انگلیوں کے درمیان دیکھتے ہو بس اتنا ہی فاصلہ اور فرق

جنت میں میرے اور اس مردمؤمن کے مقام میں ہوگا جو اللہ کے لئے اس دنیا میں کسی یتیم کی کفالت اور پرورش کا بوجھ اُٹھائے خواہ وہ یتیم اس کا اپنا ہو (جیسے پوتا یا بھتیجہ وغیرہ) یا پرایا ہو یعنی رشتہ داری وغیرہ کا کوئی خاص تعلق نہ ہو، اللہ تعالیٰ ان حقیقتوں پر یقین نصیب عطا فرمائے

اور ایک جگہ آپ ﷺ نے فرمایا:

یتیموں پر مہربان جنت میں

عن ابی امامة رضی الله تعالیٰ عنه قال قال رسول الله صلی الله علیه وسلم من مسح راس یتیم لم یمسحه الا لله کان له بکل شعرة یمر علیها یده حسنات ومن احسن بیتیمةٍ او یتیم عنده کنت انا وهو فی الجنة کهاتین و قرن بین اصبعیه .

(رواه احمد و ترمذی)

''حضرت ابوامامہ ؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص نے کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا صرف اللہ کی رضا کے لئے تو سر کے جتنے بالوں پر اس کا ہاتھ پھرا تو ہر ہر بال کے حساب سے اس کی نیکیاں ثابت ہوں گی اور جس نے اپنے پاس رہنے والی کسی یتیم بچی یا یتیم بچے کے ساتھ بہتر سلوک کیا تو میں اور وہ آدمی جنت میں ان دو انگلیوں کی طرح قریب قریب ہوں گے اور آپ ﷺ نے اپنی دو انگلیوں کو ملا کر بتایا اور دکھایا کہ ان دو انگلیوں کی طرح بالکل پاس پاس ہوں گے۔''

فائدہ:

اس حدیث سے صراحت کے ساتھ معلوم ہوا کہ یتیموں کے ساتھ حسن سلوک پر جو روح پرور بشارت اس حدیث میں سنائی گئی ہے وہ اس شرط کے ساتھ مشروط ہے کہ یہ حسن سلوک خالصتاً اللہ کے لئے ہو اس کو بھی قاعدہ کلیہ کی طرح اس طرح کی تمام ترغیبی اور تبشیری حدیثوں میں ملحوظ رکھنا چاہئے۔ آپ ﷺ کی تعلیمات اور ہدایات امت کے لئے مشعل راہ ہیں اور ہر ہر چیز میں مددگار ہیں آپ ﷺ نے ہمیں ہر کام کا طریقہ بتایا، ہر ہر چیز کے متعلق حکم فرمایا کہ شادی کس طرح کرنی ہے، اولاد کی تربیت کس طرح کرنا ہے رشتہ دار اور پڑوسیوں سے کس طرح سلوک کرنا ہے یعنی آپ ﷺ نے ہر چیز کے بارے میں بتایا ہے۔ لیکن آج مسلمان ان طریقوں کو چھوڑ کر غیروں کے طریقوں پر عمل پیرا ہیں جس کی وجہ سے آج ہر طرف مسلمان کمزور اور بے یار و مددگار نظر آتے ہیں، اس کی وجہ صرف اور صرف آپ ﷺ کی تعلیمات سے دوری ہے اور کوئی وجہ نہیں ہے۔

دسواں حق (غیر مسلموں کے حقوق)

غیر مسلموں میں تمام کافر آجاتے ہیں ان کی چار قسمیں ہیں، (۱) جنگ کرنے والے، (۲) امن چاہنے والے، (۳) معاہدہ والے، (۴) اور ذمّی۔

حربی (جنگ والے) کافر کا کوئی بھی حق ہم پر نہیں، نہ حمایت کا اور نہ رعایت کا۔ پناہ اور امن مانگنے والوں کا ہم پر وقت اور جگہ دینے میں حق حمایت

ہے، اللہ کا فرمان ہے:

وَ اِنْ اَحَدٌ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ اسْتَجَارَكَ فَاَجِرْهُ حَتّٰى يَسْمَعَ كَلٰمَ اللّٰهِ ثُمَّ اَبْلِغْهُ مَاْمَنَهٗ. (سورۃ التوبۃ: آیت/٦)

''اور اگر مشرکین میں سے کوئی تم سے پناہ مانگے تو اُسے اُس وقت تک پناہ دو جب تک وہ اللہ کا کلام سن لے، پھر اسے اس کی امن کی جگہ پہنچا دو۔''

معاہدے والے کافر جن سے کوئی معاہدہ ہو ان کے ساتھ معاہدہ کی مدت تک عہد وفا کرنا ہمارے ذمہ لازم ہے جب تک کہ وہ اس معاہدہ پر قائم رہیں، کمی نہ کریں اور ہمارے خلاف کسی کی مدد نہ کریں، اور ہمارے دین میں کوئی طعنہ والی بات نہ لائیں، اللہ کا فرمان ہے:

اِلَّا الَّذِيْنَ عٰهَدْتُّمْ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ ثُمَّ لَمْ يَنْقُصُوْكُمْ شَيْئًا وَّ لَمْ يُظَاهِرُوْا عَلَيْكُمْ اَحَدًا فَاَتِمُّوْٓا اِلَيْهِمْ عَهْدَهُمْ اِلٰى مُدَّتِهِمْ. اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ. (سورۃ التوبۃ: آیت/٤)

''البتہ (مسلمانو!) جن مشرکین سے تم نے معاہدہ کیا، پھر ان لوگوں نے تمہارے ساتھ عہد میں کوئی کوتاہی نہیں کی، اور تمہارے خلاف کسی کی مدد بھی نہیں کی، تو ان کے ساتھ کیے ہوئے معاہدے کی مدت کو پورا کرو۔ بیشک اللہ احتیاط کرنے والوں کو پسند کرتا ہے۔''

ذمی کافر جہاں تک ذمیوں کا تعلق ہے تو ان سب میں ان کے سب سے زیادہ حقوق ہیں اس لئے کہ وہ جزیہ دیکر مسلمانوں کے ملکوں میں ان کے زیر سایہ زندگی گذارتے ہیں، مسلمانوں کے والی کا فرض ہے کہ ان کی جان، مال، عزت و

آبرو میں اسلام کا حکم نافذ کریں اور حرام کاموں کے ارتکاب پر ان پر حد نافذ کریں۔ ان (والیوں) کے ذمہ ان کی حمایت اور ان سے تکلیف کا ہٹانا ضروری ہے۔ ان کا مسلمانوں سے الگ لباس ہونا چاہیئے، انہیں کوئی ایسا کام نہیں کرنا چاہیے جس کی اسلام کی رُو سے انہیں اجازت نہ ہو اور دینی شعائر میں سے جیسے ناقوس اور صلیب وغیرہ ہیں ان کا اظہار نہیں کرنا چاہیئے۔ اہل علم کی کتابوں میں ذمیوں کے احکام موجود ہیں اس لیے ہم یہاں طوالت کی وجہ سے اس کا تذکرہ نہیں کر رہے ہیں۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو مکمل اتباع سنت نصیب فرمائے ۔اور ہر ایک کے حقوق ادا کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ (آمین)

وآخر دعوانا ان الحمدلله رب العالمين

☆......☆......☆

درود شریف

کے

فضائلِ و برکات

افادات

پیرِ طریقت رہبرِ شریعت

حضرۃ مولانا عبدالواحد صاحب رحمۃ اللہ علیہ

تلمیذِ رشید

شیخ الاسلام حضرۃ مولانا حسین احمد مدنی رحمۃ اللہ علیہ

خلیفہ مجاز

مرشد الموحدین قطب الاقطاب حضرۃ مولانا حماد اللہ ہالیجوی رحمۃ اللہ علیہ

ترتیب و تزئین

عاصم عبداللہ

کرملی دار الکتب کراچی

جامعہ حمادیہ شاہ فیصل کالونی 2 کراچی 75230

0333-2124384

حضور ﷺ پر درود کی کثرت اللہ کی رضا کا ذریعہ

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ دربارِ الٰہی میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو، اسے چاہیے کہ مجھ پر درود کی کثرت کرے''۔

(القول البدیع)

بسم اللہ الرحمن الرحیم

درود شریف کی اہمیت، فضیلت اور برکات

یَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

قرآن کریم میں درود و سلام کا حکم

اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں درود و سلام بھیجنے کے بارے میں عجیب انداز سے بیان فرمایا:

إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهُ يُصَلُّونَ عَلَى النَّبِيِّ ؕ
يٰٓاَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوا صَلُّوا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوا تَسْلِيمًا ۝

"بے شک اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں رسول پر، اے ایمان والو! تم بھی ان پر درود و سلام بھیجا کرو۔"

(سورۃ الاحزاب، آیت ۵۶)

درود بھیجنے کا مطلب

حضور ﷺ پر اللہ تعالیٰ کا درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کی تعریف کرتا ہے اپنی رحمتوں کی بارش فرماتا ہے اور آپ ﷺ کے درجات میں اضافہ کرتا ہے۔

فرشتوں کی طرف سے آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا مطلب یہ ہے کہ فرشتے آپ ﷺ کے حق میں اللہ تعالیٰ سے دعا کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ آپ ﷺ کو اعلیٰ سے اعلیٰ مراتب عطا فرمائیں۔

اور اہل ایمان کی طرف سے درود بھیجنے کا مطلب اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں حضور اقدس ﷺ کی شان بلند و بالا کرنے کی دعا ہے کہ اے اللہ! تو ہی اپنے محبوب (ﷺ) کی شان اور مرتبے کو صحیح طرح جانتا ہے (ہم نہ تو حضور اقدس ﷺ کی تعریف اور احسانات کا حق ادا کر سکتے ہیں اور نہ ہی حضور اقدس ﷺ کے اوصاف و کمالات کا احاطہ کر سکتے ہیں اور نہ ہی درود شریف پڑھنے کا حق ادا کر سکتے ہیں) اس لئے تو ہماری طرف سے اللہ کی بارگاہ میں یہ دعا ہوتی ہے کہ اے اللہ اپنے محبوب (ﷺ) پر درود بھیج جو کہ ان کی شان کے مطابق ہو۔

اس آیت کی ابتداء میں اہل ایمان کو اللہ تعالیٰ نے یہ نہیں فرمایا کہ تم درود بھیجو، بلکہ یہ فرمایا: ''اللہ اور اس کے فرشتے درود بھیجتے ہیں نبی پر۔'' اس سے دو باتوں کی طرف اشارہ فرمادیا ایک یہ کہ حضور اقدس ﷺ کو تمہارے درود کی ضرورت نہیں، اس لئے کہ ان پر پہلے ہی سے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتے درود بھیج

رہے ہیں لیکن اگر تم اپنی بھلائی اور خیر چاہتے ہو تو تم بھی نبی کریم ﷺ پر درود بھیجو۔ دوسرے اس بات کی طرف اشارہ فرمایا کہ یہ درود شریف بھیجنے کا جو عمل ہے اس عمل کی شان نرالی ہے مثلاً نماز ہے بندہ پڑھتا ہے، اللہ تعالیٰ نماز نہیں پڑھتے ۔روزہ بندہ رکھتا ہے، اللہ تعالیٰ روزہ نہیں رکھتے۔ زکوۃ یا حج وغیرہ جتنی عبادتیں ہیں ،ان میں سے کوئی عمل ایسا نہیں جس میں بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی شریک ہوں لیکن درود شریف ایک ایسا مبارک عمل ہے جس کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے فرمایا یہ عمل میں پہلے سے کر رہا ہوں اگر تم بھی کرو گے تو تم بھی ہمارے ساتھ اس عمل میں شریک ہو جاؤ گے۔ "اللہ اکبر" کتنی اہمیت ہے اس عمل کی کہ بندہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ بھی اس عمل میں شریک ہو رہے ہیں۔

حضور ﷺ امت کے سب سے بڑے محسن

حضور اقدس ﷺ کی ذات مقدس تمام بنی نوع انسانوں کے لئے اللہ تعالیٰ کا سب سے بڑا انعام ہے۔ اللہ تعالیٰ نے رسول اللہ ﷺ کو دونوں جہانوں کے لئے رحمت للعالمین بنا کر بھیجا جنہوں نے بھٹکی ہوئی انسانیت کو نجات و ہدایت کا ایک ایسا روشن راستہ دکھایا جو رہتی دنیا تک ہر زمانے اور ہر دور کی تمام ضروریات پورا کرنے کی صلاحیت رکھتا ہے، اس لئے اس کائنات میں ایک مومن کا سب سے بڑا محسن نبی کریم ﷺ کے سوا کوئی نہیں ہوسکتا۔ آپ ﷺ کے جتنے احسانات اس امت پر ہیں اتنے کسی کے بھی نہیں ہیں خود حضور اقدس ﷺ کا یہ حال تھا کہ اپنی امت کی فکر میں دن رات گھلتے رہتے تھے۔ ایک صحابیؓ حضور اقدس ﷺ کی اس حالت کو بیان

فرماتے ہوئے کہتے ہیں: ''جب بھی آپ (ﷺ) کو دیکھتا ہوں تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ آپ (ﷺ) کسی فکر میں ہیں، اور کوئی غم آپ ﷺ پر طاری ہے''۔ علماء فرماتے ہیں کہ یہ فکر اور غم کوئی اس بات کا نہیں تھا کہ آپ ﷺ کو تجارت میں نقصان ہو رہا تھا اور مال و دولت میں کمی آرہی تھی یا دنیا کے اور دوسرے مال و اسباب میں قلت آرہی تھی، بلکہ یہ فکر اور غم اس امّت کے لئے تھا کہ میری امت کسی طریقے سے جہنم کے عذاب سے بچ جائے اور اللہ تعالیٰ کی رضا اس کو حاصل ہو جائے۔

ہر سچے مومن اور مسلمان پر لازم ہے کہ وہ اپنے محسن اعظم کے احسان عظیم کا بدلہ اور شکریہ ادا کرنے کے لئے ایسا طریقہ اختیار کرے جو اللہ تعالیٰ کے پاس مقبول اور پسندیدہ ہو۔ چونکہ ہم اپنے محسن حضور اقدس ﷺ کے احسانات کا بدلہ چکانے سے عاجز تھے خداوند تعالیٰ نے ہمارا یہ عجز دیکھ کر ہمیں ایک آسان اور بہترین طریقہ سکھایا کہ ہم حضور اقدس ﷺ پر کثرت سے درود و سلام بھیجیں۔ جو دعا بھی ہے، دوا بھی ہے، سلام بھی ہے، ہدیہ بھی ہے، شکریہ بھی ہے اور اظہار محبت بھی۔

فرشتوں کا حضور اقدس ﷺ کو درود و سلام پہنچانا

یہ ایک ایسا مبارک عمل ہے کہ جب کوئی مسلمان بندہ حضور اقدس ﷺ پر درود بھیجتا ہے تو اس درود شریف کو آپ ﷺ تک پہنچانے کے لئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو متعین کیا ہوا ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو

شخص میرے اوپر میری قبر کے قریب درود بھیجتا ہے تو میں اس کو خود سنتا ہوں اور جو دور سے مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھے پہنچا دیا جاتا ہے"۔ (القول البدیع)

☆ حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ کے بہت سے فرشتے ایسے ہیں جو زمین میں گھومتے پھرتے ہیں اور جو کوئی بندہ مجھ پر سلام بھیجتا ہے وہ فرشتے اس سلام کو مجھ تک پہنچا دیتے ہیں۔" (سنن نسائی)

☆ حضرت عمار بن یاسرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "اللہ تعالیٰ نے ایک فرشتہ میری قبر پر مقرر کر رکھا ہے جس کو ساری مخلوق کی باتیں سننے کی قدرت عطا فرما رکھی ہے جو شخص مجھ پر قیامت تک درود بھیجتا رہے گا وہ فرشتہ مجھ کو اس کا اور اس کے والد کا نام لیکر درود پہنچاتا رہے گا کہ فلاں کا بیٹا ہے اور اس نے آپ پر درود بھیجا ہے"۔ (القول البدیع)

انسان کی اس سے بڑی کیا سعادت ہوگی کہ حضور اقدس ﷺ کی محفل میں اس کا نام پہنچ جائے۔

درود شریف کا پڑھنا ہر حال میں قبول ہے

علامہ شامیؒ نے ایک طویل بحث (کیا درود شریف کا پڑھنا بھی مقبول اور غیر مقبول ہوتا ہے؟) میں شیخ ابو سلیمان دُرّانیؒ سے نقل کیا ہے کہ ساری عبادتوں میں مقبول اور نا مقبول ہونے کا احتمال ہے لیکن نبی اکرم ﷺ پر درود تو ہر حال میں مقبول ہے اور یہی بات دُرمختار میں ہے کہ درود شریف کا تعلق آپ ﷺ کے

درجات بابرکت کی بلندی سے ہے اس وجہ سے کسی حال میں نامقبول نہیں ہوتا۔

درود شریف کے بے شمار فضائل ہیں لیکن یہاں برکت کے لئے چند فضائل بیان کئے جارہے ہیں۔

درود شریف کے فضائل و برکات

درود شریف پڑھنے پر اللہ تعالیٰ راضی ہوتے ہیں

حضرت عائشہ صدیقہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس شخص کو یہ بات پسند ہو کہ جب وہ دربار الٰہی میں حاضر ہو تو اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہو، اسے چاہئے کہ مجھ پر درود کی کثرت کرے"۔ (القول البدیع)

درود شریف پڑھنے پر آپ ﷺ کا شفیع بننا

حضرت ابوبکر صدیقؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کو فرماتے سنا: "جو مجھ پر درود پڑھے میں اس کا قیامت کے دن شفیع بنوں گا"۔ (القول البدیع)

درود شریف پڑھنے پر آپ ﷺ سے قریب ترین ہونا

حضرت عبداللہ بن مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"قیامت کے دن مجھ سے قریب ترین اور مجھ پر زیادہ حق رکھنے والا میرا وہ امتی ہوگا جو مجھ پر زیادہ درود بھیجنے والا ہوگا"۔ (جامع ترمذی)

درود شریف پڑھنے پر عرش کا سایہ ملنا

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو مجھ پر درود کی کثرت کرے گا وہ عرش کے سایہ میں ہوگا''۔

(زادالسعید)

درود شریف پڑھنے پر ملائکہ کی رحمت کی دعا

حضرت عامر بن ربیعہؓ سے روایت ہے کہ میں نے حضور اقدس ﷺ سے سنا:

''جو شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو جب تک وہ درود بھیجتا ہے ملائکہ اس کے لئے رحمت کی دعا کرتے رہتے ہیں۔'' (ابن ماجہ)

درود شریف پڑھنے پر پل صراط پر عظیم نور عطا ہونا

حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''مجھ پر درود پڑھنے والے کو پل صراط پر عظیم نور عطا ہوگا اور جس کو پل صراط پر نور عطا ہوگا وہ اہل دوزخ سے نہ ہوگا''۔ (القول البدیع)

حضور اقدس ﷺ پر ایک مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا:

''جو بندہ مجھ پر ایک مرتبہ درود بھیجے گا اللہ تعالیٰ اس پر دس مرتبہ رحمت بھیجے گا اور اس کی دس خطائیں معاف کرے گا اور اس کے

دس درجے بلند کرے گا۔" (سنن نسائی)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو مجھ پر ایک بار درود پڑھے گا اس کے لئے اللہ تعالیٰ ایک قیراط اجر لکھتا ہے اور ایک قیراط احد پہاڑ جتنا ہے"۔ (القول البدیع)

حضور اقدس ﷺ پر تین مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

حضرت ابو کاملؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"اے کامل! جو شخص مجھ پر ہر دن اور ہر رات کو تین تین مرتبہ میری محبت اور میری طرف شوق کی وجہ سے درود پڑھے تو اللہ تعالیٰ پر حق ہے کہ اس کے اس دن اور رات کے گناہ بخش دے"۔

(القول البدیع)

حضور اقدس ﷺ پر دس مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

حضرت ابو الدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص صبح اور شام دس دس مرتبہ مجھ پر درود پڑھے تو قیامت کے دن اس کے لئے میری شفاعت ہوگی۔ (الطبرانی)

حضور اقدس ﷺ پر پچاس مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

حضرت عبدالرحمٰن بن عیسیٰ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص دن میں مجھ پر پچاس (۵۰) مرتبہ درود شریف پڑھے گا

میں قیامت کے دن اس سے مصافحہ کروں گا۔" (القول البدیع)

حضور اقدس ﷺ پر سو مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

حضرت علیؓ سے مرفوعاً روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو کوئی سو (۱۰۰) مرتبہ مجھ پر درود شریف پڑھے گا اس کی سو (۱۰۰) حاجتیں پوری کی جائیں گی۔" (القول البدیع)

حضور اقدس ﷺ پر ایک ہزار مرتبہ درود بھیجنے پر انعام

حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

جس نے دن بھر میں مجھ پر ایک ہزار مرتبہ درود شریف پڑھا وہ اس وقت تک نہیں مرے گا جب تک کہ وہ جنت میں اپنا ٹھکانہ نہ دیکھ لے۔" (القول البدیع)

درود شریف دعا کی قبولیت کے لئے شرط ہے

حضرت عمرؓ سے روایت ہے:

" دعا آسمان اور زمین کے درمیان ہی رکی رہتی ہے اوپر نہیں جاسکتی جب تک کہ رسول اللہ ﷺ پر درود نہ بھیجا جائے۔"

(ترمذی)

شبِ جمعہ اور جمعہ کے دن درود شریف پڑھنے کی فضیلت

☆ حضرت ابو مسعود انصاریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جمعہ کے دن میرے اوپر کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے
کہ جو شخص بھی جمعہ کے دن مجھ پر درود بھیجتا ہے وہ مجھ پر فوراً
پیش ہوتا ہے''۔(کنز العمال)

☆ حضرت ابوالدرداءؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''میرے اوپر جمعہ کے دن کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے یہ
ایسا مبارک دن ہے کہ ملائکہ اس میں حاضر ہوتے ہیں اور جب
کوئی شخص مجھ پر درود بھیجتا ہے تو وہ درود اس کے فارغ ہوتے
ہی مجھ پر پیش کیا جاتا ہے۔ میں نے عرض کیا: یا رسول اللہ
(ﷺ)! آپ کے انتقال کے بعد بھی؟ حضور (ﷺ) نے
ارشاد فرمایا: ہاں انتقال کے بعد بھی۔ اللہ تعالیٰ نے زمین پر یہ
بات حرام کردی ہے کہ وہ انبیاء کرام (علیہم الصلاۃ والسلام)
کے بدنوں کو کھائے''۔ (ابن ماجہ)

☆ حضرت عمر بن الخطابؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے
فرمایا:

''میرے اوپر روشن رات یعنی جمعرات اور روشن دن یعنی جمعہ میں
کثرت سے درود بھیجا کرو اس لئے کہ تمہارا درود مجھ پر پیش ہوتا
ہے اور میں تمہارے لئے دعا اور استغفار کرتا ہوں''۔

(القول البدیع)

☆ حضرت انسؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

''جو شخص میرے اوپر جمعہ کے دن یا جمعہ کی شب میں درود بھیجے اللہ تعالیٰ اس کی سو (۱۰۰) حاجتیں پوری کرتے ہیں اور اس پر ایک فرشتہ مقرر کر دیتے ہیں جو اس کو میری قبر میں مجھ تک اسی طرح پہنچاتا ہے جیسے تم لوگوں کے پاس ہدایا بھیجے جاتے ہیں''۔
(فضائل درود)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو شخص جمعہ کے دن سو (۱۰۰) مرتبہ درود پڑھے اس کے ساتھ قیامت کے دن ایک ایسی روشنی آئے گی کہ اگر اس روشنی کو ساری مخلوق پر تقسیم کیا جائے تو سب کو کافی ہو جائے''۔ (کنز العمال)

درود شریف نہ پڑھنے پر وعیدیں

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو مجھ پر درود پڑھنا بھول گیا وہ جنت کا راستہ بھول گیا''۔ (القول البدیع)

☆ حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''بخیل ہے وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر کیا جائے اور وہ مجھ پر درود نہ بھیجے''۔ (البدیع)

☆ حضرت عائشہ صدیقہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''تین قسم کے لوگ میرے چہرے کو نہیں دیکھیں گے۔

۱۔ والدین کا نافرمان ۲۔ میری سنت کو چھوڑنے والا

۳۔ وہ شخص جس کے سامنے میرا ذکر آئے اور وہ مجھ پر درود نہ پڑھے''۔

☆ حضرت ابو امامہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:
''جو لوگ کسی مجلس میں بیٹھیں پھر اللہ کے ذکر اور حضور ﷺ پر درود بھیجنے سے پہلے اُٹھ کھڑے ہوں تو وہ مجلس قیامت کے دن وبال ہوگی''۔ (فضائل درود)

اگر کوئی اپنے مقاصد کے لئے دعاؤں کی جگہ بھی درود پڑھے تو اس کے تمام مسائل غیب سے حل ہونگے

حضرت ابی بن کعبؓ سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں عرض کیا: میں چاہتا ہوں کہ آپ (ﷺ) پر درود زیادہ بھیجا کروں آپ مجھے بتا دیجئے کہ اپنی دعا میں سے کتنا حصہ آپ پر درود کے لئے مخصوص کر دوں؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو۔ میں نے عرض کیا: (اس وقت کا) چوتھائی حصہ؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو اور اگر اور زیادہ کر دو گے تو تمھارے لئے بہتر ہی ہوگا۔ میں نے عرض کیا: نصف؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا چاہو کر دو اور اگر اور زیادہ کرو گے تو تمھارے لئے بہتر ہوگا۔ میں نے عرض کیا: تو پھر اس میں سے دو تہائی؟ آپ ﷺ نے فرمایا جتنا تم چاہو کر دو اور اگر زیادہ کر دو گے تو تمھارے لئے خیر ہی کا باعث ہو گا۔ میں نے عرض کیا: پھر تو میں اپنی دعا کا سارا ہی وقت آپ پر درود کے لئے مخصوص کرتا ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: ''اگر تم ایسا کرو گے تو تمھاری ساری فکروں اور ضرورتوں کی اللہ تعالیٰ کی طرف سے کفایت کی جائے گی اور تمھارے گناہ و قصور ختم کر دیئے جائیں گے''۔ (ترمذی)

فائدہ:

اب یہ ہر مسلمان کی ذمہ داری ہے جہاں تک ممکن ہو سکے وہ اپنے محسن اعظم حضور اقدس ﷺ پر کثرت سے درود شریف پڑھتا رہے، یہ محض احسان مندی کا اظہار نہیں بلکہ عبادت کا درجہ بھی رکھتا ہے، بلکہ یہ ایک ایسا پاکیزہ اور نیک عمل ہے جو انسان کو اس کی نسبت سطحی سے بلند کر کے غیر معمولی رفعتوں اور عظمتوں تک آسانی سے پہنچا دیتا ہے اور آن کی آن میں انسان کو عجیب و غریب روحانی بلندیوں کے چھونے کے قابل بنا دیتا ہے۔ ہمارے اکابر حضرات نے اس کا بہت تجربہ کیا ہے کہ جس شخص نے کثرت سے درود شریف کا ورد کیا اللہ تعالیٰ نے اس کو حضور اقدس ﷺ کا دیدار نصیب فرمایا اور درود شریف کی کثرت کی وجہ سے اس شخص کے دل میں آپ ﷺ کی محبت پیدا ہوئی اور اس شخص کا سنتوں پر چلنا آسان ہو گیا اور ہر وقت اس کی یہی خواہش رہی کہ میں آپ کی ہر ہر سنت پر عمل کرنے والا بن جاؤں۔ جو لوگ یہ لاجواب ورد کرتے ہیں اور اس درود و سلام کے تحفے کو اس کریم رب العالمین کی بارگاہ میں پیش کر کے اللہ تعالیٰ اور اس کے فرشتوں کے ہمنوا بنتے ہیں وہ دنیا میں بھی بلند ترین مقام پر ہوتے ہیں اور آخرت میں بھی بہت بلند مقامات پر ہوں گے کہ جس کو نہ آنکھ نے دیکھا، نہ کان نے سنا۔ جس طرح درود شریف کا مقام بلند ہے اسی طرح درود شریف پڑھنے والے کا بھی دنیا میں مقام بلند ہوتا جائے گا کیونکہ کوئی درود شریف ایسا نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا نام نہ آتا ہو۔ درود شریف پڑھنے سے اللہ تعالیٰ کا ذکر اور نبی کریم ﷺ درود و سلام دونوں ہی کام ہو جاتے ہیں۔

مشاہدے میں یہ بات آئی ہے کہ جس شخص نے بھی کم از کم ایک ہزار مرتبہ

درود شریف پڑھنے کا معمول بنایا تو اللہ تعالیٰ نے اس شخص کی زندگی آسان بنادی۔ اس کے تمام کام اللہ تعالیٰ کر رہا ہے، رزق کی اس پر خوب فراوانی ہے، اس کی اولاد اس کے تابع ہے، اور اس سے اللہ تعالیٰ دین کی خدمت لے رہا ہے، اور وہ شخص لوگوں میں بہت محبوب بن جاتا ہے۔ اگر کوئی شخص ایک نشست میں ایک ہزار مرتبہ درود شریف نہ پڑھ سکے تو مختلف اوقات میں اس تعداد کو پورا کر لے۔ اگلے صفحے پر مختصر درود شریف لکھ دیئے ہیں ان میں سے آپ کو جو بھی آسان لگے اس کا معمول بنالیں۔

مختصر درود شریف

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

☆ صَلَّى اللهُ عَلَى النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ

☆ صَلَّى اللهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ

☆ مُحَمَّدٌ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمْ

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ وَسَلِّمْ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ شَفِيْعِ الْاُمَّةِ

☆ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

آداب درود شریف

محبت کا تقاضہ یہ ہے کہ آداب کو ملحوظ رکھتے ہوئے بارگاہ رسالت ﷺ میں درود شریف پیش کیا جائے۔ لہٰذا یہاں چند آداب لکھے جارہے ہیں ان کو پیش نظر رکھتے ہوئے درود شریف پڑھیں۔

☆ درود شریف پڑھتے وقت یہ نیت پیش نظر رکھنی چاہئے کہ میں اللہ تعالیٰ کی رضا اور اس کے حکم کی تعمیل میں درود شریف پڑھ رہا ہوں۔

☆ ہر عبادت کے لئے پاکیزگی اور طہارت ضروری ہے اس لئے درود شریف پڑھنے والے کا جسم اور لباس پاک وصاف ہونا چاہئے۔ درود شریف با وضو (وضو مسواک کے ساتھ) پڑھیں تو اچھا ہے۔ خوشبو لگانا بھی بہت بہتر ہے۔ درود شریف جس جگہ پڑھا جائے وہ جگہ پاک وصاف ہو اور وہ جگہ تصاویر وغیرہ سے بھی پاک ہو۔

☆ درود شریف پورے ذوق وشوق، لگن اور محبت سے پڑھنا چاہئے۔ درود شریف پڑھتے وقت دل ودماغ کو پوری طرح حاضر رکھنا چاہئے اور ہر طرح کے خیالات سے پاک رکھنا چاہئے اور پوری توجہ درود شریف پڑھنے کی طرف ہونی چاہئے۔

☆ اگر درود شریف میں سَیِّدِنَا کا لفظ نہ ہو تو خود پڑھتے وقت سَیِّدِنَا کا اضافہ کرلے کیونکہ سَیِّدِنَا کا لفظ ادب و تعظیم کا ہے اس لئے آپ ﷺ کے ذاتی نام کے ساتھ اس لفظ کا اضافہ کرنا بہتر ہے۔ (مقام درود شریف)

درود شریف پڑھنے کا خاص طریقہ

بزرگوں کے ہاں درود شریف پڑھنے کا ایک خاص طریقہ ہے جس کو یہاں تحریر کیا جارہا ہے۔ درود شریف پڑھنے کے لئے ایسا وقت منتخب کریں جب آپ اپنے دنیاوی مشاغل سے آزاد ہوں اور آپ کو بالکل اطمینان ہو۔ وضو مسواک کے ساتھ کریں، کپڑے صاف ستھرے پہنے اور خوشبو بھی لگالیں، ایسی پاک وصاف جگہ بیٹھیں جہاں آپ کی ذہنی یکسوئی قائم رہے۔ اب آنکھوں کو بند کریں اور تصور کریں کہ آپ روضہ اقدس کے سامنے اس جگہ پر بیٹھے ہیں جہاں کھڑے ہوکر آپ ﷺ پر صلوٰۃ وسلام پڑھا جاتا ہے، اور یہ بھی تصور کریں کہ آپ ﷺ آپ کے درود شریف کو بنفسِ نفیس سن رہے ہیں۔ درود شریف پڑھنے کا آغاز اس طرح کریں کہ پہلے تعوذ وتسمیہ پڑھیں پھر ''سورۃ الاحزاب'' کی آیت نمبر ۵۶ ان اللّٰہ وملٰئکۃ یصلون علی النبی الخ پڑھیں۔ اور درود ابراہیمی ایک مرتبہ پڑھیں۔ اب اُس درود شریف کا ورد شروع کریں جس کو آپ نے پڑھنا ہے۔ درود شریف پڑھتے وقت یہ بھی تصور کریں کہ اللہ تعالیٰ کی تجلیات و انوارات جو آپ ﷺ کے قلب مبارک پر نازل ہورہے ہیں، وہ تجلیات و انوارات آپ ﷺ کے قلب مبارک سے آپ کے قلب میں بھی آرہے ہیں۔ پوری ذہنی یکسوئی، دل کی توجہ کے ساتھ اور اوپر بیان کردہ تصور کے ساتھ درود شریف کا ورد کریں، انشاء اللہ آپ بہت نفع محسوس کریں گے۔

چند ضروری مسائل:

☆ جمعہ کے خطبے میں حضور اقدس ﷺ کا نام مبارک آئے یا خطیب سورۃ الاحزاب کی آیت ۵۶ پڑھے تو اپنے دل میں زبان کو حرکت دیئے بغیر "صلی اللہ علیہ وسلم" کہہ لے۔

☆ جب آپ ﷺ کا اسم مبارک لکھے تو نام کے ساتھ "صلی اللہ علیہ وسلم" پورا لکھے اس میں کوتاہی نہ کرے صرف (ص) یا صلعم پر اکتفا نہ کرے۔

☆ ایک مجلس میں اگر کئی بار آپ ﷺ کا نام مبارک ذکر کیا جائے تو امام طحاویؒ کے قول کے مطابق ہر بار ذکر کرنے والے اور سننے والے پر درود پڑھنا واجب ہے مگر فتویٰ اس پر ہے کہ ایک بار درود شریف پڑھنا واجب ہے اور پھر مستحب ہے۔ (اسوۂ رسول اکرم ﷺ)

حکایات درود شریف

نیکیوں کا پلہ وزنی ہونا

مواہب لدنیہ میں تفسیر سے نقل کیا ہے کہ قیامت میں کسی مومن کی نیکیاں کم وزن ہو جائیں گی تو رسول اللہ ﷺ ایک پرچہ سر انگشت کے برابر نکال کر میزان میں رکھ دیں گے جس سے نیکیوں کا پلہ وزنی ہو جائے گا وہ مومن کہے گا: میرے ماں باپ آپ (ﷺ) پر قربان ہو جائیں آپ (ﷺ) کون ہیں؟ آپ (ﷺ) کی صورت اور سیرت کتنی اچھی ہے۔

آپ ﷺ فرمائیں گے: میں تیرا نبی ہوں اور یہ درود شریف جو تُو نے مجھ پر پڑھا تھا میں نے تیری حاجت کے وقت اس کو ادا کر دیا۔ (مقام درود شریف)

درود شریف پڑھنے والی شہد کی مکھی کا واقعہ

ایک دن آقائے دو جہاں ﷺ اسلامی لشکر کے ساتھ تشریف لے جا رہے تھے راستے میں ایک جگہ پڑاؤ کیا اور حکم دیا کہ یہیں پر جو کچھ کھانا ہے کھا لو۔ جب کھانا کھانے لگے تو حضرات صحابہ کرامؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ (ﷺ)! روٹی کے ساتھ سالن نہیں ہے، پھر صحابہ کرامؓ نے دیکھا ایک شہد کی مکھی ہے اور بڑے زور زور سے بھنبھناتی ہے، عرض کیا یارسول اللہ ﷺ یہ مکھی کیوں شور مچاتی ہے؟ فرمایا: یہ کہہ رہی ہے کہ مکھیاں بے قرار ہیں اس وجہ سے کہ صحابہ کرامؓ کے پاس سالن نہیں ہے حالانکہ یہاں قریب ہی غار میں ہم نے شہد کا چھتہ لگایا ہوا ہے وہ کون لائے؟ کیوں کہ ہم تو اسے لا نہیں سکتے، یہ سن کر فرمایا اے علی! اس مکھی کے پیچھے پیچھے جاؤ اور شہد لے آؤ، حضرت علیؓ ایک چوبی پیالہ پکڑ کر اس کے پیچھے ہولئے، وہ مکھی آگے آگے حضرت علیؓ پیچھے پیچھے اس غار میں پہنچ گئے اور حضرت علیؓ نے وہاں جا کر شہد نچوڑ لیا اور دربار رسالت ﷺ میں حاضر ہو گئے، سرکار دو عالم ﷺ نے وہ شہد تقسیم فرما دیا۔ جب صحابہ کرامؓ کھانا کھانے لگے تو مکھی پھر آ گئی اور بھنبھنانا شروع کر دیا، صحابہ کرامؓ نے عرض کیا یارسول اللہ (ﷺ)! مکھی پھر اسی طرح شور کر رہی ہے تو آپ ﷺ نے فرمایا: میں نے اس سے ایک سوال کیا ہے اور یہ اس کا جواب دے رہی ہے، میں نے اس سے پوچھا ہے کہ تمہاری خوراک کیا ہے، مکھی کہتی ہے کہ پہاڑوں اور بیابانوں میں جو پھول ہوتے ہیں وہ ہماری خوراک ہے، میں نے

پوچھا: پھول تو کڑوے بھی ہوتے ہیں پھیکے بھی اور بدمزہ بھی ہوتے ہیں تو تیرے منہ میں جا کر نہایت شیریں اور صاف شہد کیسے بن جاتا ہے۔ تو مکھی نے جواب دیا: یارسول اللہ ﷺ! ہمارا ایک امیر اور سردار ہے جب ہم پھولوں کا رس چوستی ہیں تو ہمارا امیر آپ ﷺ کی ذات اقدس پر درود شریف پڑھنا شروع کرتا ہے اور ہم بھی اپنے امیر کے ساتھ مل کر درود شریف پڑھتی ہیں تو بدمزہ اور کڑوے پھولوں کا رس درود شریف کی برکت و رحمت کی وجہ سے شہد شفاء بن جاتا ہے۔ (مقاصد السالکین)

درود شریف کے انوارات اور برکات

☆ درود شریف کے بے شمار روحانی انوارات، ثمرات اور اثرات ہیں۔ یہ دل کی صفائی و پاکی کے لئے بہت مجرب ہے۔ درود شریف پڑھنے سے روح خوشبودار، دل نورانی، دماغ ٹھنڈا اور وجود پاکیزہ ہو جاتا ہے۔

☆ جو شخص اللہ تعالیٰ سے دوستی (حصول ولایت) کا خواہش مند ہو تو اسے چاہئے کہ بہت کثرت سے درود شریف پڑھے، انشاء اللہ اس پر اسرارِ الٰہی کھل جائیں گے، اشیاء اور کائنات کی وہ نورانی حقیقت جو ظاہری آنکھوں سے پوشیدہ ہے وہ کھل کر سامنے آجائے گی اور اسے اللہ تعالیٰ کی نورانی تجلیات کا جلوہ نظر آنے لگے گا، لہٰذا یہ کہنا بے جا نہ ہوگا کہ درود شریف کے ایک ایک حرف میں نور کے سمندر سمائے ہوئے ہیں۔

☆ درود شریف کی کثرت کی وجہ سے باطنی انوارات حاصل ہوتے ہیں، عالم بالا کا روحانی مشاہدہ ہوتا ہے، روحانی منازل طے ہوتی چلی جاتی ہیں اور درود شریف پڑھنے والا بہت جلد منزل مقصود پر پہنچ جاتا ہے۔ حضرت جلال

الدین سیوطیؒ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ تک پہنچنے والے راستوں میں سے قریب ترین راستہ درود شریف ہے درود شریف کے بغیر اللہ تعالیٰ تک پہنچنا ناممکن ہے۔

☆ درود شریف پڑھنے سے تسخیر خلق بہت ہوتی ہے اور حلقہ ارادت میں بہت اضافہ ہوتا ہے۔ درود شریف پڑھنا دنیاوی کامیابیوں کی ضمانت ہے، درود شریف پڑھنے والے کا ہر کام آسانی کے ساتھ ہوتا چلا جاتا ہے، زندگی کے تمام راستے صاف و روشن اور ہموار ہوتے چلے جاتے ہیں، اللہ تعالیٰ کی طرف سے کثرت رحمت کی وجہ سے اس بندے کی زندگی اس پر نہایت آسان اور راحت والی ہوجاتی ہے غرضیکہ دینی و دنیوی، ظاہری و باطنی انعامات سے مالا مال ہونے کے لئے، ہر کام میں کامیابی کے لئے، ہر میدان میں فتح یابی حاصل کرنے کے لئے اور ہر مراد کے حصول کے لئے درود شریف مجرب اور معمول اولیاء ہے۔

☆ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے ہر برائی اس سے چھوٹنے لگتی ہے، نیک اعمال کی توفیق ہونے لگتی ہے، عبادت میں خوب دل لگتا ہے اور لطف آنے لگتا ہے اور آدمی پرہیزگار اور متقی بننے لگتا ہے، زندگی کے ہر شعبے میں کامیابی ہوتی ہے، اور جسمانی و روحانی بیماریوں سے شفاء ملتی ہے خاص کر جس شخص کو شیطانی وسوسے بہت تنگ کرتے ہوں اور نیک کاموں میں مائل ہونے پر نفس رکاوٹ ڈالتا ہو تو درود شریف کو کثرت سے پڑھنے سے بفضلہ تعالیٰ سب وسوسے ختم ہوجاتے ہیں۔

☆ درود شریف دراصل عاشقان رسول ﷺ کے دلی جذبات کا ترجمان ہے اگر کوئی شخص چاہے کہ وہ دربار رسالت میں مقبول بندہ بن جائے اور اس کی

ذات سے دوسروں کو فائدہ پہنچے تو اسے چاہئے کہ کثرت سے درود شریف پڑھے پھر جس کام کی طرف بھی توجہ کرے گا وہ انشاءاللہ ہوتا چلا جائے گا۔

☆ درود شریف پڑھتے وقت جو بھی حاجت ذہن میں رکھی جائے وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت سے پوری ہو جاتی ہے اور روحانیت حاصل کرنے کے لئے بھی درود شریف بہت اکسیر ہے۔ کثرت سے درود شریف پڑھنے کی وجہ سے زبان پاک ہو جاتی ہے اور اس کی ہر دعا بارگاہ رب العزت میں قبول ہوتی ہے۔

☆ عاملین درود شریف فرماتے ہیں کہ درود شریف کو اپنی زندگی کا وظیفہ حیات بنانے والے کی مرادیں پوری ہوں گی، جمیع آفات سے محفوظ رہے گا، رزق میں اضافہ ہوگا، غربت کا خاتمہ ہو جائے گا، عذاب قبر سے نجات ملے گی، کاروبار میں برکت ہوگی، دل کو تسکین رہے گی، عزیز و اقارب اور اپنے پرائے عزت کریں گے۔ درود شریف کے ورد سے عظمت اور عزت میں بھی اضافہ ہوگا، دل نرم ہو جائے گا اور اللہ تعالیٰ اس سے راضی ہوگا اور مرنے کے بعد قبر میں راحت نصیب ہوگی اور درود شریف دوزخ سے نجات کا سبب اور جنت میں جانے کا ذریعہ بنے گا۔

☆ علامہ سخاویؒ ایک حدیث شریف میں رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد نقل کرتے ہیں: ”تین آدمی قیامت والے دن اللہ تعالیٰ کی قربت میں عرش کے سائے میں ہوں گے جس دن اس سائے کے علاوہ اور کوئی سایہ نہ ہوگا۔

۱۔ ایک وہ شخص جو کسی مصیبت زدہ کی مصیبت کو ہٹائے۔

۲۔ جو میری سنت کو زندہ رکھے۔

۳۔ جو میرے اوپر کثرت سے درود بھیجے۔ (القول البدیع)

☆ اللہ تعالیٰ کے خاص بندے درود شریف کو کثرت سے پڑھتے ہیں اور اس کو پھیلاتے ہیں۔ اس کی اشاعت میں اپنے جان و مال کو خرچ کرتے ہیں اور بہت کچھ پا جاتے ہیں۔ (مقام درود شریف)

خاص خاص درود کے خاص خاص فضائل

عرش عظیم کے برابر ثواب

اس درود شریف کے پڑھنے والے کو آسمان اور زمین بھر کر عرش عظیم کے برابر ثواب ملتا ہے۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز تہجد 10 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ مِّلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ وَمِلْأَ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ

”اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر، جس سے آسمان بھر جائے، زمین بھر جائے، اور عرش عظیم بھر جائے۔“

تمام اوقات میں درود شریف پڑھنے کا ثواب

جو شخص دن اور رات میں تین تین مرتبہ یہ درود شریف پڑھے گا وہ گویا دن اور رات کے تمام اوقات میں درود بھیجتا رہا۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِیْ اَوَّلِ کَلَامِنَا، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِیْ اَوْسَطِ کَلَامِنَا
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ فِیْ اٰخِرِ کَلَامِنَا

''اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر ہمارے کلام کے اول میں ۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر ہمارے کلام کے درمیان میں ۔ اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر ہمارے کلام کے آخر میں۔''

قرب کا خاص ذریعہ

رسول اکرم ﷺ نے ایک روز ایک شخص کو اپنے اور حضرت ابوبکر صدیقؓ کے درمیان بٹھایا۔ صحابہ کرامؓ کو اس پر تعجب ہوا تو آپ ﷺ نے فرمایا یہ شخص مجھ پر یہ درود شریف پڑھتا ہے۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز فجر 10 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ

''اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر، جیسا کہ آپ ان کے لئے چاہتے ہیں اور پسند فرماتے ہیں۔''

دس ہزار مرتبہ کے برابر

اس درود شریف کے بارے میں منقول ہے کہ اس درود شریف کو ایک بار پڑھنا دس ہزار مرتبہ پڑھنے کے برابر ہے ۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز ظہر 10 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ اَفْضَلَ صَلَوَاتِكَ

''اے اللہ! حضرت محمد ﷺ پر اپنی رحمتوں میں سب سے افضل رحمت نازل فرما۔''

ہزار دن تک ثواب ملنا

جو شخص یہ درود شریف پڑھے گا تو ثواب لکھنے والے ستر فرشتے ایک ہزار دن تک ثواب لکھتے رہیں گے۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز عصر 10 مرتبہ پڑھیں۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ اَهْلُهٗ

''اللہ تعالیٰ رحمت نازل فرمائے حضرت محمد ﷺ پر اور ہماری طرف سے انہیں شایان شان جزائے خیر عطا فرمائے۔''

حسن خاتمہ اور حضور ﷺ کی شفاعت کے لئے

اس درود شریف کے پڑھنے والے کے لئے آپ ﷺ کی شفاعت واجب ہوگی جس میں اس کے حسن خاتمہ کی بشارت ہے۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز مغرب 10 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

''اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر، اور بروز قیامت آپ ﷺ کو ایسے مقام پر رونق افروز فرما جو آپ کے انتہائی قریب ہو۔''

مغفرت کا ذریعہ

امام اسمٰعیل بن ابراہیم مزنی ؒ نے حضرت امام شافعی ؒ کو خواب میں دیکھا اور پوچھا اللہ پاک نے آپ کے ساتھ کیا معاملہ فرمایا تو انہوں نے جواب دیا کہ اس درود شریف کی برکت سے اللہ پاک نے مجھے بخش دیا اور عزت واحترام سے جنت میں داخل کیا۔ لہٰذا یہ درود شریف بعد نماز عشاء 10 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کُلَّمَا ذَکَرَہُ الذَّاکِرُوْنَ وَکُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِکْرِہِ الْغَافِلُوْنَ

"اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر، جب کبھی ذکر کرنے والے آپ ﷺ کا ذکر کریں، اور جب کبھی غافل آپ ﷺ کے ذکر سے غافل ہوں۔"

حضور ﷺ کی زیارت کے لئے

جو شخص یہ درود شریف پڑھے اس کو خواب میں حضور اکرم ﷺ کی زیارت ہوگی۔ لہٰذا یہ درود شریف رات کو سوتے وقت 21 مرتبہ پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰی جَسَدِ مُحَمَّدٍ فِی الْاَجْسَادِ وَصَلِّ عَلٰی قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِی الْقُبُوْرِ

"اے اللہ! رحمت نازل فرما محمد ﷺ کے روح پر تمام ارواح میں، اور رحمت نازل فرما محمد ﷺ کے جسد پر تمام اجساد میں، اور رحمت نازل فرما

محمد ﷺ کی قبر پر تمام قبور میں۔"

ہر مشکل اور حاجت کے لئے

اس درود شریف کو ہر مشکل اور حاجت کے لئے کثرت سے پڑھیں۔

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ کَمَا ھُوَ اَھْلُہٗ وَمُسْتَحِقُّہٗ

"اے اللہ! رحمت نازل فرما حضرت محمد ﷺ پر، جیسا کہ آپ ﷺ اس کے اہل اور اس کے مستحق ہیں۔"

اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب

حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جو شخص جمعہ کے دن عصر کی نماز کے بعد اپنی جگہ سے اٹھنے سے پہلے اسی (۸۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَسَلِّمْ تَسْلِیْمًا

اس کے اسی (۸۰) سال کے گناہ معاف ہوں گے اور اسی (۸۰) سال کی عبادت کا ثواب اس کے لئے لکھا جائے گا۔

(بحوالہ ذریعۃ الوصول الی جناب الرسول ﷺ، فضائل درود)

حضور اقدس ﷺ کی زیارت باسعادت کے لئے درود شریف

حضور اقدس ﷺ کی زیارت باسعادت اللہ تعالیٰ کی خاص عطا و کرم

ہے آپ ﷺ کی زیارت سے مشرف ہو جانا ایک نعمت عظمیٰ اور دولت کبریٰ ہے، یہ زیارت باسعادت کسی مسلمان کو اپنے قوت بازو سے حاصل نہیں ہوتی بلکہ اللہ تعالیٰ کے خاص فضل و کرم سے حاصل ہوتی ہے۔ البتہ غالب یہ ہے کہ کثرت درود شریف، کمال اتباع سنت اور غلبہ محبت پر اکثر یہ دولت نصیب ہوتی ہے۔

☆ حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: ''جو شخص شب جمعہ میں دو رکعت نماز پڑھے پھر سلام کے بعد ایک ہزار مرتبہ یہ درود شریف پڑھے:

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا مُحَمَّدِ نِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ

تو دوسرا جمعہ پورا نہ ہونے پائے گا کہ مجھے خواب میں دیکھ لے گا اور جس نے مجھے دیکھ لیا اس کے لئے جنت ہے اور اس کے گذشتہ و آئندہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے۔'' (غنیۃ الطالبین)

☆ حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ سے ایک آدمی نے حضور اقدس ﷺ کی زیارت کی تمنا کی تو آپؒ نے فرمایا نماز عشاء کے بعد چار سو مرتبہ درود خضری پڑھ کر کسی سے کلام کئے بغیر سو جاؤ انشاء اللہ تم کو مقصود مل جائے گا، فرماتے ہیں کہ میں نے آٹھ روز تک یہ عمل کیا اور دیدار نبی ﷺ سے نواز دیا گیا، درود خضری یہ ہے۔ (مقام درود شریف)

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلَّمُ

☆ شیخ عبد الحق دہلوی قدس سرہ العزیز نے کتاب ''ترغیب السادات'' میں لکھا ہے کہ شب جمعہ میں دو رکعت نماز نفل پڑھے اور ہر رکعت میں گیارہ مرتبہ 'آیۃ الکرسیؒ' اور گیارہ مرتبہ 'سورۃ الاخلاص' پڑھے اور بعد سلام سو (۱۰۰) مرتبہ یہ درود شریف پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ تین جمعہ نہ گزرنے پائیں گے زیارت نصیب ہوگی وہ درود شریف یہ ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِ نِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ
وَآلِهٖ وَأَصْحَابِهٖ وَسَلِّمْ (زادالسعید)

☆ نیز شیخ موصوف نے لکھا ہے جو شخص دو رکعت نماز پڑھے اور ہر رکعت میں:

''سورۃ الفاتحہ'' کے بعد پچیس (۲۵) مرتبہ ''سورۃ الاخلاص'' پڑھے بعد سلام یہ درود شریف ایک ہزار مرتبہ پڑھے انشاء اللہ تعالیٰ دولت زیارت نصیب ہو گی وہ درود شریف یہ ہے۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلَى النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ (زادالسعید)

ایک بزرگ کی اپنے مرید کو نصیحت

خواجہ حضرمی ؒ کے مرشد نے جب انہیں الوداع کیا تو سخت تاکید کی:
"درود شریف نہایت کثرت سے پڑھتے رہنا اس کے بغیر بلندیاں حاصل کرنا ناممکن ہے درود شریف فقر کی سیڑھی، سلوک کی معراج، دل کا نور اور قرب رسول اللہ ﷺ کا ذریعہ ہے اس کی روشنی میں طالب اپنے قدم بآسانی بڑھاتا رہتا ہے اور ترقی کرتا رہتا ہے۔" (مقام درود شریف)

درود شریف کے ثمرات وفوائد

درود شریف کے بہت سے فائدے ہیں یہ اللہ تعالیٰ کے ذکر پر مشتمل ہے، حضور ﷺ کی بہترین تعریف ہے۔ اللہ پاک کے حکم کی بجا آوری کرتے ہوئے طاعت، عبادات اور تشکر کا اظہار ہے، لہٰذا درود پڑھنے والا بہترین فضائل کا حامل ہونے کے ساتھ بڑے عظیم فوائد حاصل کرتا ہے اور اس وعید سے نکل جاتا ہے جو اللہ کے ذکر سے اور حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنے سے غفلت پر سُنائی گئی ہیں۔

علامہ قسطلانی ؒ نے "مواہب لدنیہ" میں علامہ حلیمی ؒ کے حوالے سے فرمایا ہے کہ درود شریف سے مقصود اللہ پاک کا قرب حاصل کرنا اور حضور ﷺ کے ہم پر بحیثیت امتی جو حقوق ہیں ان کو پورا کرنا ہے۔

علامہ ابن عبدالسلام ؒ نے "شجرۃ العارف باب ہشتم" میں فرمایا کہ حضور ﷺ پر درود شریف بھیجنا آپ ﷺ کے لئے سفارش کرنا قطعاً نہ سمجھا جائے کیونکہ ہم جیسے

گناہوں کے زنگ سے آلودہ آپ ﷺ جیسی معصوم و پاکیزہ ہستی کے لئے کیا سفارش کریں گے، البتہ ہمیں اللہ نے حکم دیا ہے کہ ہم اپنے محسنوں و خیر خواہوں کے احسان و خیر خواہی کا اچھا صلہ دیں، اگر صلہ دینے سے قاصر ہیں تو ان کے حق میں دعا کیا کریں لہٰذا جب ہم حضور ﷺ جیسے محسنِ انسانیت کے احسانات کا صلہ دینے سے بے بس ولاچار تھے تو اللہ تعالیٰ نے ہمیں ہدایات کی کہ ہم آپ ﷺ پر درود بھیجیں۔یہی بات شیخ ابو محمد اغرجانی نے بھی بیان فرمائی ہے۔

علامہ ابن عربیؒ نے فرمایا کہ آپ ﷺ پر درود بھیجنے کا فائدہ درود بھیجنے والے کی طرف لوٹتا ہے کیونکہ درود بھیجنا صاف عقیدے، خالص نیت، اظہار محبت، اطاعت کی پاسداری اور آپ ﷺ کے ساتھ نسبت کے احترام کی نشاندہی کرتا ہے۔

(المواہب الدنیہ: ص/۳۲۲، ج/۳)

امام سخاویؒ نے بعض علماء کے حوالے سے لکھا ہے کہ ایمان کے بڑے شعبہ جات سے محبت و فریفتگی کے طور پر آپ ﷺ پر درود بھیجنا، آپ ﷺ کی حقوق کی ادائیگی اور آپ ﷺ کی تعظیم و احترام کی بجا آوری اس کی پابندی آپ ﷺ کے شکریہ کی ادائیگی ہے، آپ ﷺ کے عظیم احسانات کی طرف جب نگاہ جاتی ہے کہ آپ ﷺ کے طفیل ہمیں جہنم سے نجات کا سامان فراہم ہوا اور جنت کی نعمتوں سے مالا مال ہونے کے اسباب کا پتہ چلا اور ہر طرح کی سعادتوں اور اعلیٰ درجات کی انتہاء تک رسائی کے ذرائع معلوم ہوئے تو آپ ﷺ ہمارے بڑے محسن اور منعم قرار پائے۔

فوائد و برکاتِ درود امام ابن قیمؒ کی زبانی

جلاء الافہام فی فضل الصلوٰۃ والسلام علی خیر الانام کے مؤلف ابن قیم رحمہ اللہ نے اپنی کتاب میں درود کے بہت سے فوائد و برکات کا احاطہ کیا ہے جنہیں ذیل میں بیان کیا جا رہا ہے۔

پہلا فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنا اللہ تعالیٰ کے حکم کی بجا آوری ہے۔

دوسرا فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے میں اللہ تعالیٰ کی موافقت ہے اگرچہ بندہ اور رب کا درود نوعیت میں ایک دوسرے سے الگ ہوتا ہے۔

تیسرا فائدہ

ملائکہ کے عملِ درود کے ساتھ موافقت ہے۔

چوتھا فائدہ

ایک مرتبہ درود پڑھنے والے پر اللہ کی دس رحمتوں کا نزول ہوتا ہے۔

پانچواں فائدہ

بندہ کے درجات میں دس گنا اضافہ کر دیا جاتا ہے۔

چھٹا فائدہ

نامۂ اعمال میں دس نیکیاں لکھ دی جاتی ہیں۔

ساتواں فائدہ

دس برائیاں مٹادی جاتی ہیں۔

آٹھواں فائدہ

دعاؤں کے آغاز میں پڑھا گیا درود دعاؤں کو رب کائنات کے حضور پیش کئے جانے کا سبب بنتا ہے جس کی وجہ سے ان کی مقبولیت کی توقعات بڑھ جاتی ہیں۔

نواں فائدہ

درود کے بعد نبی اکرم ﷺ کے لئے اللہ سے ''وسیلہ'' کی درخواست کرنا یا اس کے بغیر محض درود پڑھنا بھی آپ ﷺ کی شفاعت کا حقدار بناتا ہے۔

دسواں فائدہ

گناہوں کی معافی کا سبب ہے۔

گیارہوں فائدہ

درود پڑھنے کی وجہ سے اللہ تعالیٰ بندوں کے تفکرات اور ان کی پریشانیوں کو دور فرمادیتا ہے۔

بارہواں فائدہ

قیامت کے دن آپ ﷺ کی قربت کا مستحق بناتا ہے۔

تیرہواں فائدہ

تنگ دستوں کے لئے درود کا پڑھنا صدقہ وخیرات کے قائم مقام ہے۔

چودہواں فائدہ

ضرورتوں کی تکمیل کا سبب ہے۔

پندرہواں فائدہ

درود پڑھنے والے پر اللہ تعالیٰ کی رحمتیں نازل ہوتی ہیں اور فرشتے بھی اس کے حق میں رحمت ومغفرت کی دعائیں کرتے ہیں۔

سولہواں فائدہ

درود کا پڑھنا تزکیہ وطہارت کا ذریعہ ہے۔

سترہواں فائدہ

درود پڑھنے والے کو موت سے قبل جنت کی بشارت مل جاتی ہے۔

اٹھارہواں فائدہ

قیامت کے دن کی ہولناکی سے نجات دلاتا ہے۔

انیسواں فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود وسلام بھیجنے والا جواب میں آپ ﷺ کی دعاؤں کا مستحق بن جاتا ہے۔

بیسواں فائدہ

بھولی ہوئی بات یا چیز کو یاد کرنے کا ذریعہ ہے۔

اکیسواں فائدہ

مجلس کی پاکیزگی کا سبب ہے اور درود پڑھنے والا قیامت کے دن حسرت ویاس کی کیفیت سے دوچار نہیں ہوگا۔

بائیسواں فائدہ

فقر و محتاجی سے نجات کا سبب ہے۔

تیئیسواں فائدہ

درود پڑھنے والے کا نام "بخلاء" کی فہرست سے نکال دیا جاتا ہے۔

چوبیسواں فائدہ

درود مومن کو جنت کے راستہ پر لگاتا ہے اور اس کا تارک راہِ جنت کے انتخاب میں چوک جاتا ہے۔

پچیسواں فائدہ

کسی مجلس میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء بیان کرنے اور نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی وجہ سے اس پر جائے گندگی و بدبو کا اطلاق نہیں ہوتا۔

چھبیسواں فائدہ

جس کلام کی ابتداء میں اللہ تعالیٰ کی حمد وثناء اور نبی اکرم ﷺ پر دورد بھیجا گیا ہو وہی مکمل ہوتا ہے ورنہ اس کے بغیر کلام ابتر اور ادھورا ہوتا ہے۔

ستائیسواں فائدہ

درود پل صراط پر مؤمن کے لئے روشنی فراہم کرنے کا کام دے گا جس کی وجہ سے اس کے لئے اسے عبور کرنا آسان ہو جائے گا۔

اٹھائیسواں فائدہ

درود پڑھنے کی وجہ سے مومن بدخلقی و درشتیٔ طبع کی حدود سے نکل جاتا ہے۔

انتیسواں فائدہ

درود پڑھنے کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کی جانب سے بہترین تعریف وتوصیف کا مستحق بن جاتا ہے، اس لئے کہ اپنے درود کے ذریعہ وہ اللہ تعالیٰ سے آخری نبی محمد ﷺ کے اعزاز واکرام اور تعریف وتوصیف کا طالب ہوتا ہے اور یہ اصول ہے کہ حسن عمل کا بدلہ اسی عمل کی جنس سے عطا کیا جاتا ہے اس لئے درود

پڑھنے والے کے لئے اللہ تعالیٰ کی جانب سے اعزاز واکرام اور تعریف وتوصیف ناگزیر ہو جاتی ہے۔

تیسواں فائدہ

درود بندہ کی ذات، اس کے عمل، اس کی عمر اور اس کے لئے مفید چیزوں میں برکت کا سبب ہے، اس لئے کہ درود پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ اور آپ ﷺ کی آل کے لئے برکت کی دعا کرتا ہے جو کہ قبول ہوتی ہے، لہٰذا اس کا بدلہ بھی اسی کی جنس سے عطا کیا جاتا ہے۔

اکتیسواں فائدہ

درود کی وجہ سے بندہ اللہ تعالیٰ کے سایۂ رحمت میں آجاتا ہے، اس لئے کہ درود پڑھنے والا نبی اکرم ﷺ کے لئے صلاۃ کی دعا کرتا ہے اور بعض حضرات کے بقول لفظ ''صلاۃ'' رحمت ہی کے معنی میں مستعمل ہے۔ اگر بالفرض ایسا نہیں بھی ہے تو صحیح قول کے مطابق رحمت ''صلاۃ'' کے لوازمات میں سے ضرور ہے، لہٰذا درود کی وجہ سے بندہ کو اللہ تعالیٰ کی آغوش رحمت میں جگہ مل جاتی ہے۔

بتیسواں فائدہ

محبت رسول ﷺ ایمان کا ایک ایسا لازمی جزء ہے جس کے بغیر اس کی تکمیل نہیں ہوتی ہے اور درود اس محبت رسول ﷺ کو دل میں دائم وقائم رکھنے اور اس میں مسلسل اضافہ کرنے کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ درود کی کثرت کے ذریعہ بندہ اپنے

محبوب رسول اللہ ﷺ کے ذکر وتذکرہ اور آپ ﷺ کے محاسن ومکارم کا جس قدر اپنے دل میں استحضار کرے گا نبی اکرم ﷺ کے لئے اس کی بے پایاں محبت میں اتنا ہی اضافہ ہوتا رہے گا حتی کہ محبت رسول ﷺ اس کے پورے صفحۂ دل پر انمٹ نقوش کی طرح ثبت ہو جائے گی۔ اسی طرح اگر کوئی آپ ﷺ کے ذکر وتذکرہ اور اپنے دل میں آپ ﷺ کے محاسن ومکارم کے استحضار سے جس قدر اعراض کرے گا اسی قدر محبت رسول ﷺ اس کے دل سے نکلتی جائے گی۔ یہ ایک حقیقت ہے کہ محبت کے لئے محبوب کے دیدار سے زیادہ لذت آفریں کوئی چیز نہیں ہوتی اور کسی سے محبت ہو جانے کے بعد محبوب کے محاسن وخوبیوں کے استحضار کے علاوہ اور کسی چیز کی طرف دل مائل نہیں ہوتا، قلب انسانی اگر حقیقتاً محبت ووارفتگی کی اس کیفیت سے دو چار ہو جائے تو پھر زبان پر بھی محبوب کی حمد وثناء اور اس کے محاسن کا تذکرہ بے اختیارانہ جاری ہو جاتا ہے اور محبت میں کمی یا زیادتی کے سبب ذکر وتذکرہ اور ذہنی میلان میں بھی کمی وزیادتی ہوتی رہتی ہے، انسانی احساسات ان حقائق کے گواہ ہیں۔

تینتیسواں فائدہ

درود جس طرح محبت رسول ﷺ میں اضافہ کا سبب ہے اسی طرح درود پڑھنے والا اپنے اس نیک عمل کی وجہ سے اللہ کے رسول ﷺ کی محبت کا بھی حقدار بن جاتا ہے۔

چونتیسواں فائدہ

درود ہدایت کا سبب اور دلوں کو زندہ رکھنے کا ذریعہ ہے، اس لئے کہ آپ ﷺ پر بکثرت درود بھیجنے کی وجہ سے آپ ﷺ کی محبت بندہ کے دل میں جاگزیں ہوگی جس کی وجہ سے آپ ﷺ کے اوامر کا استحضار بھی دل میں رہے گا اور ان کی طرف سے اعراض یا ان میں شک کی گنجائش باقی نہیں رہے گی، اس طرح بندہ اس بات پر قادر ہوگا کہ وہ آپ ﷺ کے ان اوامر سے، جو سراسر خیر وفلاح کے ضامن ہیں، رہنمائی اور روشنی حاصل کرتا رہے، آپ ﷺ کے ان اوامر کے تئیں بصیرت ومعرفت میں اضافہ کے بقدر آپ ﷺ پر درود بھیجنے کے عمل میں بھی اضافہ ہوتا رہے گا۔

پینتیسواں فائدہ

درود پڑھنے والے کا نام اللہ کے رسول ﷺ کے سامنے پیش کیا جاتا ہے اور آپ ﷺ کے روبرو اس کا ذکر خیر بھی ہوتا ہے جو اپنے آپ میں سعادت وخوش نصیبی کی بات ہے۔

چھتیسواں فائدہ

درود پل صراط کو عبور کرتے وقت مؤمن کو ثابت قدم رکھنے کا ذریعہ ہے، تاکہ کامیابی کے ساتھ وہ اسے عبور کرلے، اس کی دلیل کے طور پر عبدالرحمٰن بن سمرہ کی روایت کردہ حدیث کو پیش کیا جاسکتا ہے، ان کے حوالہ سے معروف تابعی سعید بن مسیب نے بیان کیا ہے کہ اللہ کے رسول ﷺ نے اپنا ایک خواب بیان کرتے

ہوئے فرمایا: ''میں نے اپنے ایک امتی کو پل صراط پر آہستہ آہستہ رینگتے ہوئے دیکھا کبھی وہ چلتا تھا اور کبھی رک جاتا تھا، اس حال میں اس کے پاس مجھ پر بھیجے گئے درود آئے اور اسے پاؤں کے بل مضبوطی کے ساتھ کھڑا کر دیا اور اسے (گرنے سے) بچالیا۔''

سینتیسواں فائدہ

آپ ﷺ پر درود بھیجنا امت محمدیہ پر آپ ﷺ کے بے پایاں احسانات کے سبب عائد ہونے والے حقوق کے ایک معمولی جزء کی ادائیگی کا ایک چھوٹا سا مظہر ہے، اس لئے کہ اس امت پر آپ ﷺ کے تمام حقوق واحسانات کا احاطہ نہ تو ممکن ہے اور نہ ہی کوئی مؤمن ان سب کی ادائیگی کی قدرت رکھتا ہے، لیکن یہ اللہ تعالیٰ کا کرم واحسان ہے کہ وہ اپنے بندے کی طرف سے اس کے حق کے ایک جزء کی ادائیگی اور تشکر وامتنان کے اس ادنیٰ مظاہرہ کو بھی شرف قبول بخشتا ہے۔

اڑتیسواں فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود اللہ تعالیٰ کے ذکر وشکر کو بھی شامل ہے، اور اس بات کو بھی شامل ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ساری انسانیت بالخصوص امت محمدیہ کے لئے اپنے آخری رسول ﷺ کو مبعوث کر کے جو انعام واکرام کیا ہے اس کی حقیقت سے درود پڑھنے والا آگاہ ہے، اسی طرح درود کے ذریعہ رب کائنات اور اس کے آخری رسول ﷺ کا بابرکت ذکر ہوتا ہے۔ اور اس کے ذریعہ اللہ تعالیٰ سے یہ دعا کی جاتی

ہے کہ وہ اپنے آخری نبی ﷺ کو ان کے شایان شان مقام و مرتبہ اور انعام و اکرام سے نوازے۔ اور اس درود کے ذریعہ بندہ کو رب کائنات اور اس کے اسماء وصفات کی معرفت بھی حاصل ہوتی ہے اور یہ حقیقت بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ اس نے درود پڑھنے کی توفیق عطا کر کے اپنی خوشنودی کے راستہ کی طرف رہنمائی کردی ہے، اس سے یہ آگاہی بھی حاصل ہوتی ہے کہ ہمارا آخری انجام کیا ہوگا، گویا درود ایمان باللہ کے مختلف پہلوؤں کو محیط ہے، کیونکہ درود پڑھنے سے یہ لازم آتا ہے کہ بندہ نے اپنے اس رب کے وجود کا اقرار کیا جو تن تنہا پکارے جانے کا مستحق ہے، اسی طرح اس کے علم، قوت سمع، اس کی قدرت وارادہ، اس کی زندگی اور کلام، رسول کو مبعوث کرنے اور اپنی مختلف خبروں سے اس کی تصدیق کرنے اور نبی ﷺ کے لئے اس کے کمال محبت وعنایت وغیرہ تمام حقائق کا ادراک لازم آتا ہے، اور اس میں کوئی شک وشبہ کی گنجائش نہیں کہ یہ تمام چیزیں اصول ایمان میں داخل ہیں اور درود پڑھنے والا اپنے اس نیک عمل کے ذریعہ ان حقائق کے ادراک کی تصدیق کرتا ہے اور نبی اکرم ﷺ سے اپنی محبت کو ظاہر کرتا ہے جو اپنے آپ میں بیحد فضیلت والا عمل ہے۔

انتالیسواں فائدہ

نبی اکرم ﷺ پر درود بھیجنے کی حیثیت دعا کی ہے، اور بندہ کی دعا اپنے رب سے دو طرح کی ہوتی ہے، یا تو بندہ اپنے رب کے حضور اپنی حاجتوں کی تکمیل اور شب وروز میں لاحق ہونے والے غم وآلام کو دور کرنے کے لئے دست سوال دراز کرتا

ہے، تو یہ دعا بھی ہے اور سوال بھی، اور یہ بندہ کا اپنی ضرورتوں اور اپنے مقصود مطلوب کو ترجیح دینا ہے۔

بندہ کے دعا کی دوسری صورت یہ ہے کہ وہ اپنے رب سے یہ سوال کرتا ہے کہ وہ اپنے خلیل وحبیب محمد ﷺ کی تعریف وتوصیف اور عزت افزائی واکرام میں اضافہ کرے، اس میں کوئی شک نہیں کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ دونوں کو بندہ کا یہ عمل پسند ہے کہ وہ اپنی حاجتوں کی تکمیل کے سوال پر اپنے رسول ﷺ کے لئے رحمت واکرام کے سوال کو ترجیح دے، بلکہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بندہ کا یہ پسندیدہ ترین عمل اور انتہائی ترجیح یافتہ سوال ہے اس لئے کہ اس نے اپنے اس سوال کے ذریعہ اپنے مطلوب ومقصود پر اپنے رب اور اس کے حبیب کے مطلوب کو ترجیح دی تو گویا اس نے اللہ تعالیٰ اور اس کی پسند کو ہر چیز پر ترجیح دی، اور اس صورت میں بندہ اس انتہائی نیک ومقبول عمل کے بدلے میں اللہ تعالیٰ کی جانب سے ویسے ہی انعام واکرام اور محبت وعنایت کا مستحق ہو جاتا ہے، اس لئے کہ جو تمام چیزوں پر اللہ تعالیٰ کی ذات کو ترجیح دیتا ہے تو اللہ تعالیٰ بھی ہر چیز پر اس کو ترجیح دیتا ہے۔

☆......☆......☆

درود شریف کی منزل

درود شریف کی یہ منزل روزانہ پڑھنا بہت نافع ہے اور حاجت روائی کے لئے اس منزل کو پڑھ کر اللہ تعالیٰ سے اپنی حاجتیں مانگیں انشاء اللہ حاجتیں پوری ہونگیں۔ اگر یہ منزل روزانہ نہ پڑھ سکیں تو جمعہ کے دن لازمی پڑھیں۔

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ
اِنَّ اللّٰہَ وَمَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوْنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَیْہِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِیْمًا ○
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا صَلَّیْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○ اَللّٰھُمَّ بَارِکْ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ کَمَا بَارَکْتَ عَلٰٓی اِبْرَاھِیْمَ وَعَلٰٓی اٰلِ اِبْرَاھِیْمَ اِنَّکَ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ ○

❁

يَا رَبِّ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا أَبَدًا
عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

❁

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ

❁

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْأُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ

❁

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَسَلِّمْ وَاجْزِهٖ عَنَّا خَيْرَ الْجَزَآءِ

❁

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّجَزَاهُ عَنَّا مَا هُوَ أَهْلُهٗ

❁

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ، وَعَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ
وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَنْزِلَ الْمُقَرَّبَ
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاَنْزِلْهُ الْمَقْعَدَ الْمُقَرَّبَ
عِنْدَكَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مِلْأَ السَّمٰوٰتِ وَمِلْأَ الْاَرْضِ
وَمِلْأَ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كُلَّمَا ذَكَرَهُ الذّٰكِرُوْنَ
وَكُلَّمَا غَفَلَ عَنْ ذِكْرِهِ الْغَافِلُوْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَنَبِيِّكَ وَرَسُوْلِكَ
النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَعَلٰى اٰلِهٖ وَسَلِّمْ تَسْلِيْمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِ الْعَالَمِيْنَ حَبِيْبِكَ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ
صَلَاةً اَنْتَ لَهَا اَهْلٌ، وَبَارِكْ وَسَلِّمْ كَذٰلِكَ

رَبِّ صَلِّ عَلٰى نَبِيِّيْ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجَلَّهَا، وَصَلِّ عَلَيْهِ
كَمَا اَنْتَ اَهْلُهَا، وَسَلِّمْ وَشَرِّفْ وَكَرِّمْ دَآئِمًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَصَلِّ عَلَى
الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنَاتِ وَالْمُسْلِمِيْنَ وَالْمُسْلِمَاتِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى رُوْحِ مُحَمَّدٍ فِى الْاَرْوَاحِ وَصَلِّ عَلٰى جَسَدِ
مُحَمَّدٍ فِى الْاَجْسَادِ، وَصَلِّ عَلٰى قَبْرِ مُحَمَّدٍ فِى الْقُبُوْرِ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلِّمْ بِعَدَدِ
مَا فِىْ جَمِيْعِ الْقُرْاٰنِ حَرْفًا حَرْفًا وَّبِعَدَدِ كُلِّ حَرْفٍ اَلْفًا اَلْفًا

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ الْفَرْقِ وَالْفُرْقَانِ وَجَامِعِ الْوَرَقِ وَمُنْزِلِهٖ مِنْ سَمَآءِ الْقُرْاٰنِ، وَعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدِنِ النَّبِيِّ الْاُمِّيِّ وَاَزْوَاجِهٖ اُمَّهَاتِ الْمُؤْمِنِيْنَ وَذُرِّيَّتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ، اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا تُحِبُّ وَتَرْضٰى لَهٗ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَآ اَمَرْتَنَآ اَنْ نُّصَلِّيَ عَلَيْهِ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا هُوَ اَهْلُهٗ

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَامِ وَرَبَّ الْبَلَدِ الْحَرَامِ وَرَبَّ الشَّهْرِ الْحَرَامِ بِكُلِّ اٰيَةٍ اَنْزَلْتَهَا فِيْ شَهْرِ رَمَضَانَ بَلِّغْ رُوْحَ مُحَمَّدٍ مِّنِّيْ تَحِيَّةً وَّسَلَامًا

صَلَوَاتُ اللّٰهِ وَمَلَآئِكَتِهٖ وَاَنْبِيَآئِهٖ وَرُسُلِهٖ وَجَمِيْعِ
خَلْقِهٖ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ اَجْمَعِيْنَ، وَعَلَيْهِ وَعَلَيْهِمُ
السَّلَامُ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ مُّفَرِّقِ فِرَقِ الْكُفْرِ وَالطُّغْيَانِ
وَمُشَتِّتِ بِغَايَةِ جُيُوْشِ الْقَرِيْنِ وَالشَّيْطَانِ، وَعَلٰىٓ
اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّبَارِكْ وَسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰىٓ اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ وَاَوْلَادِهٖ وَ
اَزْوَاجِهٖ وَذُرِّيَّاتِهٖ وَاَهْلِ بَيْتِهٖ وَاَصْهَارِهٖ وَاَنْصَارِهٖ وَ
اَشْيَاعِهٖ وَمُحِبِّيْهِ وَاُمَّتِهٖ وَعَلَيْنَآ اَجْمَعِيْنَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ مُّطْلِقِ عِنَانِ الْاِيْمَانِ
فِىْ مَيْدَانِ الْاِحْسَانِ، وَمُرْسِلِ رِيَاحِ الْكَرَمِ اِلٰى
رَوْضِ الْجِنَانِ، وَعَلٰىٓ اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّسَلِّمْ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِیْ اَوَّلِ كَلَامِنَا،
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِیْ اَوْسَطِ كَلَامِنَا،
اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ فِیْ اٰخِرِ كَلَامِنَا

اَللّٰهُمَّ رَبَّ الْحِلِّ وَالْحَرَمِ وَرَبَّ الْبَيْتِ الْحَرَامِ
وَرَبَّ الرُّكْنِ وَالْمَقَامِ اَبْلِغْ لِرُوْحِ سَيِّدِنَا
وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ مِّنَّا السَّلَامَ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ، وَّتَقَبَّلْ شَفَاعَتَهُ الْكُبْرٰى
وَارْفَعْ دَرَجَتَهُ الْعُلْيَا، وَاٰتِهٖ سُؤْلَهٗ فِی الْاٰخِرَةِ
وَالْاُوْلٰى كَمَا اٰتَيْتَ اِبْرَاهِيْمَ وَمُوْسٰى،

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ،
اَللّٰهُمَّ بَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى اٰلِ اِبْرٰهِيْمَ،
اِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ
وَرَسُوْلِكَ وَالسَّلَامُ عَلَيْهِ وَرَحْمَةُ اللّٰهِ وَبَرَكَاتُهٗ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ کَمَا اَمَرْتَنَا اَنْ نُّصَلِّیَ
عَلَیْہِ، وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ کَمَا یَنْبَغِیْ اَنْ یُّصَلّٰی
عَلَیْہِ، وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ بِعَدَدِ مَنْ صَلّٰی عَلَیْہِ
وَصَلِّ عَلٰی مُحَمَّدِنِ النَّبِیِّ بِعَدَدِ مَنْ لَّمْ یُصَلِّ عَلَیْہِ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِ مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً
تَکُوْنُ لَکَ رِضًا وَّلِحَقِّہٖ اَدَآءً، وَّاَعْطِہِ الْوَسِیْلَۃَ وَالْمَقَامَ
الْمَحْمُوْدَ الَّذِیْ وَعَدْتَّہٗ، وَاجْزِہٖ عَنَّآ اَفْضَلَ مَا
جَزَیْتَ نَبِیًّا عَنْ اُمَّتِہٖ، وَصَلِّ عَلٰی جَمِیْعِ اِخْوَانِہٖ مِنَ
النَّبِیِّیْنَ وَالصَّالِحِیْنَ، یَآ اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْنَ

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ عَدَدَ مَا خَلَقْتَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ
عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مِلْأَ مَا خَلَقْتَ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ
وَّاٰلِہٖ عَدَدَ کُلِّ شَیْءٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مِلْأَ کُلِّ
شَیْءٍ، اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ عَدَدَ مَا اَحْصَاہُ کِتَابُکَ،
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مِلْأَ مَا اَحْصَاہُ کِتَابُکَ،
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ عَدَدَ مَا اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ،
اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ مِلْأَ مَا اَحَاطَ بِہٖ عِلْمُکَ،

﴿إِنَّ اللّٰهَ وَمَلٰٓئِكَتَهٗ يُصَلُّوْنَ عَلَى النَّبِيِّ ۚ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا صَلُّوْا عَلَيْهِ وَسَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا ۝﴾ لَبَّيْكَ اللّٰهُمَّ وَسَعْدَيْكَ صَلَوَاتُ الْبَرِّ الرَّحِيْمِ وَالْمَلٰٓئِكَةِ الْمُقَرَّبِيْنَ وَالنَّبِيِّيْنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصَّالِحِيْنَ، وَمَا سَبَّحَ لَكَ شَيْءٌ يَّا رَبَّ الْعَالَمِيْنَ، عَلٰى مُحَمَّدِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ خَاتَمِ النَّبِيِّيْنَ، وَسَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، وَرَسُوْلِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ، الشَّاهِدِ الْبَشِيْرِ، الدَّاعِيْ إِلَيْكَ بِإِذْنِكَ السِّرَاجِ الْمُنِيْرِ، وَعَلَيْهِ السَّلَامُ

اَللّٰهُمَّ اجْعَلْ صَلَوَاتِكَ وَبَرَكَاتِكَ وَرَحْمَتَكَ وَرَأْفَتَكَ وَمَحَبَّتَكَ عَلٰى سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ، وَإِمَامِ الْمُتَّقِيْنَ، مُحَمَّدٍ عَبْدِكَ وَرَسُوْلِكَ وَنَبِيِّكَ، إِمَامِ الْخَيْرِ، وَقَائِدِ الْخَيْرِ، وَرَسُوْلِ الرَّحْمَةِ، اَللّٰهُمَّ ابْعَثْهُ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا يَّغْبِطُ بِهِ الْأَوَّلُوْنَ وَالْآخِرُوْنَ، اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا صَلَّيْتَ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ إِبْرٰهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ، وَبَارِكْ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓى اٰلِ مُحَمَّدٍ كَمَا بَارَكْتَ عَلٰٓى إِبْرٰهِيْمَ وَعَلٰٓى اٰلِ إِبْرٰهِيْمَ إِنَّكَ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ صَلٰوۃً تُنْجِیْنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ الْاَهْوَالِ وَالْاٰفَاتِ، وَتَقْضِیْ لَنَا بِهَا جَمِیْعَ الْحَاجَاتِ وَتُطَهِّرُنَا بِهَا مِنْ جَمِیْعِ السَّیِّاٰتِ، وَتَرْفَعُنَا بِهَا عِنْدَكَ اَعْلَی الدَّرَجَاتِ، وَتُبَلِّغُنَا بِهَآ اَقْصَی الْغَایَاتِ مِنْ جَمِیْعِ الْخَیْرَاتِ فِی الْحَیٰوۃِ وَبَعْدَ الْمَمَاتِ، اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

وَتُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ ○

وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ مُحَمَّدٍ وَّعَلٰٓی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ (اٰمِیْن) بِرَحْمَتِكَ یَآ اَرْحَمَ الرّٰحِمِیْنَ

اصلاحی دروس

عاصم عبداللہ